امام التصوف امام حارث محاسبی کی علم تصوف میں عظیم کتاب

رِسالۃ المُستَرشِدِین کا اُردو ترجمہ وشرح بنام

نُزہۃ المُتّقین



تصنیف

امام التصوف ابُوعبدُاللہ حارِث بن اسد محاسبی بصری رحمہ اللہ تعالی

ترجمہ وشرح

ابُوالحسن خضر حیات عطاری مدنی عفی عنہ الغنی

شبیر برادرز
اردو بازار ۔ لاہور

امام التصوف امام حارث محاسبی کی علم تصوف میں عظیم کتاب

رسالۃ المسترشدین کا اردو ترجمہ و شرح بنام

نزہۃ المتقین

تصنیف

امام التصوف ابو عبداللہ حارث بن اسد محاسبی بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ

ترجمہ و شرح

ابو الحسن خضر حیات عطاری مدنی عفی عنہ الغنی

(مدرس جامعۃ المدینہ فیضان زکریا ملتان)

شبیر برادرز (رجسٹرڈ)
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

نزہۃ المتقین

باہتمام: ملک شبیر حسین

سن اشاعت اپریل 2013ء / جمادی الثانی 1434ھ

سرورق النافع گرافکس لاہور

قیمت =/220 روپے

شبیر برادرز (رجسٹرڈ)

زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

فہرست مضامین

تقریظ ﴿1﴾

فخر المدرسین استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا عبد المصطفیٰ **ایاز احمد** عطاری سَلَّمَهُ الْبَارِی

سینئر مدرس جامعۃ المدینہ اشاعت الاسلام مدینۃ الاولیاء ملتان

(اَلْحَمْدُلِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ حضرت علامہ مولانا عبد المصطفیٰ ایاز احمد عطاری مدنی سَلَّمَهُ الْغَنِی بندہ کے استاذ صاحب ہیں، آپ سے قدوری شریف، ہدایہ اول و دوم، اصول الشاشی، نور الانوار، حسامی، مسندِ امامِ اعظم، دروس البلاغۃ، تلخیص المفتاح، مختصر المعانی، شرح جامی، وغیرہ جامعۃ المدینہ اشاعت الاسلام (ملتان) میں پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے میری اس تالیف کے لیے ''تقریظ'' عطا فرمائی، خضر حیات عطاری ۱۲)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی راہنمائی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، جنہوں نے اپنے اپنے دور کے انسانوں کو راہِ حق دکھائی اور انہیں منشاءِ خداوندی کے مطابق زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھایا۔ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیہِ واٰلہٖ وسلَّم اس دور میں مبعوث ہوئے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کائناتِ ارضی سے آسمانوں پر گئے تقریباً چھ صدیاں گزر چکی تھیں۔ اس تاریکی کے دور میں نہ صرف خطۂ عرب بلکہ پوری دنیا میں بدعقیدگی، گمراہی، فسق و فجور اور فحاشی و عیاشی کا دور دورہ ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آخری نبی حضرت محمد صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیہِ واٰلہٖ وسلَّم نے اعلانِ نبوت فرماتے ہوئے قوموں کو حق کی طرف بلایا اور شیطان کے راستے کو چھوڑنے کی ہدایت فرمائی تو اہلِ مکہ آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیہِ واٰلہٖ وسلَّم کے ذاتی اَخلاق سے متأثر ہونے کے باوجود آپ کے دشمن بن گئے، چنانچہ جن نامساعد اور خطرناک حالات میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیہِ واٰلہٖ وسلَّم نے تبلیغِ دین کا فریضہ سرانجام دیا تاریخ کے صفحات اس کے تذکرے سے بھرے پڑے ہیں۔ پھر ان مشکل حالات میں جن نفوسِ قدسیہ نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیہِ واٰلہٖ وسلَّم کی رفاقت وصحابیت کا بیڑا اٹھایا ان کی

عقیدت محبت اور حوصلہ کی داد نہ دینا بہت بڑی ناانصافی ہے۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے اپنے پیارے آقا حضرت محمد صلّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیہِ والہ وسلّم کے دستِ بازو بن کر اسلام کے پرچم کو پورے خطۂ ارض پر لہرانے کا عزمِ صمیم کرلیا اور اس عظیم مقصد کی خاطر ہر قسم کے مصائب و مشکلات کو خندہ پیشانی سے قبول فرمایا، یہی وجہ ہے کہ سرکار صلّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیہِ والہ وسلّم نے تمام صحابہ علیہم الرضوان کو آسمانِ ہدایت کے ستارے قرار دیا ان میں سے جس کے دامن سے وابستگی ہو جائے ہدایت کا حصول ممکن ہی نہیں ضروری ہو جاتا ہے۔ صحابۂ کرام حضور صلّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیہِ والہ وسلّم سے جو کچھ بھی سیکھتے اسے پورے خطۂ ارض پر پہنچا دیتے اور جو کچھ انہوں نے حضور صلّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیہِ والہ وسلّم سے سیکھا اسی میں ''تصوف'' بھی ہے، اور ''تصوف'' کو اعلیٰ مقام حاصل ہے کیونکہ اس سے بندہ اپنے باطن کی اصلاح کرتا ہے۔ امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جہاں اور کئی علوم حاصل کرکے لوگوں کے فائدہ کے لیے کتب تصنیف کیں اسی طرح انہوں نے ''تصوف'' پر ''رسالة المسترشدين'' لکھ کر لوگوں تک اسے پہنچایا تا کہ اس سے اپنے باطن کی اصلاح کریں۔ لیکن چونکہ یہ رسالہ عربی میں تھا تو صرف عربی جاننے والے ہی اس سے اِستفادہ کر سکتے تھے، جبکہ کثیر عوام اردو جاننے والی اس سے اسِتفادہ نہ کرسکتی تھی لہذا ضروری تھا کہ اس کا اردو میں ترجمہ کرکے عوام وخواص کے لیے اس سے اسِتفادہ کرنا آسان کردیا جائے۔ تو مولانا خضر حیات عطاری مدنی نے اس رسالہ کا ترجمہ بنام ''نُزْهَةُ الْمُتَّقِيْن'' کرکے عوام وخواص سب کے لیے آسانی کردی بلکہ مزید حاشیہ لگا کر اس کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے دلچسپی اور بڑھادی۔ اللّٰہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ان کی مغفرت وبخشش فرمائے، امین۔

عبد المصطفیٰ ایاز احمد عطاری مدنی

مدرس جامعۃ المدینہ اشاعت الاسلام مدینۃ الاولیا ملتان

تقریظ ﴿2﴾

مصنفِ کتبِ کثیرہ جامع العلوم رکن اسلامی نظریاتی کونسل

حضرت علامہ مولانا **محمد صدیق ہزاروی** سعیدی اظہری مدظلہ العالی

استاذ الحدیث جامعہ ہجویریہ دربارِ عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

صوفیہ کرام روحانی معالج ہیں اور ان کے معانی جمیلہ سے امت مسلمہ کو تزکیہ قلب کی دولت نصیب ہوتی ہے، تزکیہ قلب تمام ظاہری اعضا کی پاکیزگی اور اعمالِ صالحہ کا ضامن ہے۔ یہ نفوسِ قدسیہ رسولِ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ عَلَیہ واٰلہ وسلَّم کے منصب ﴿وَیُزَکِّیۡهِمۡ﴾ کے آئین ہیں اور اسی وجہ سے ان کو مرشد کا لقب ملتا ہے۔ صوفیہ کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر دور کے ان جلیل القدر بزرگوں نے روحانی بیماریوں کی آگاہی اور ان کے علاج کی طرف توجہ دی یہی وجہ ہے کہ جب تک حقیقی ولایت کا دور دورہ، معاشرہ میں خوفِ خدا، فکرِ آخرت اور حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا جذبہ بھرپور انداز میں کارفرما رہا، اور آج جب رسمی سلسلہ اپنے پر جوبن ہے اور حقیقی ولایت معاشرے سے کوسوں دور چلی گئی، معاشرہ بگڑ گیا، اشتہارات پر نظر دوڑائیں ہر شخص کے ساتھ پیرِ طریقت کا لفظ جزو لازم کی طرح نظر آئے گا لیکن افسوس نہ مسترشد ہیں اور نہ ہی مرشد، تو حقیقت یہ ہے کہ آج کے دور میں انسانی شکل کے پیرِ طریقت کے بجائے بزرگانِ دین کی کتب رہبر و رہنما کا فریضہ انجام دے رہی ہیں۔ حضرت امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صوفیہ کی جماعت کے نامور فرد ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "رِسَالَۃُ الْمُسْتَرْشِدِیْن"

میں پورے اخلاقی نظام کو جمع کر کے ملت اسلامیہ کو ایک مرشد عطا کیا ہے، یہ ان کی بارگاہِ خداوندی میں مقبولیت کی بہت بڑی علامت ہے۔ فاضل نوجوان حضرت مولانا ابوالحسن خضر حیات عطاری زِیْدَمَجْدُہٗ جن کو علومِ دینیہ کے نور کے ساتھ ساتھ دعوتِ اسلامی کے پلیٹ فارم اور مفتی عبدالکریم سعیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے واسطے سے حضرت علامہ احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا روحانی و علمی فیض حاصل ہوا، انہوں نے اس کتاب ''رِسَالَۃُ الْمُسْتَرْشِدِیْن'' کا ترجمہ کر کے اسے ''نُزْھَۃُ الْمُتَّقِیْن'' کی شکل میں ملت اسلامیہ کو ایک ایسی سوغات پیش کی ہے جو یقیناً بے بدل ہے۔ مترجم جب کسی کتاب کا ترجمہ کرتا تو اس میں اس کی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ اس کی ذہنی اور روحانی کیفیت کے اثرات بھی نمایاں ہوتے ہیں اور یہ بات اس ترجمہ کے لفظ لفظ سے جھلک رہی ہے۔ حضرت مولانا ابوالحسن خضر حیات عطاری زِیْدَمَجْدُہٗ نے نہایت عمدہ سلیس ترجمہ کر کے راہِ ہدایت کے طلبگاروں پر احسانِ عظیم کیا اور پھر اس ترجمہ کو مزید چار چاند لگانے کے لیے اکابر علماءِ اہلسنّت کے اخلاقِ حسنہ پر بھی روشنی ڈالی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا موصوف کے علم و عمل میں مزید برکت پیدا فرمائے اور اس کتاب کے افادہ واستفادہ کو عام اور دائم فرمائے۔ امین ثم امین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

محمد صدیق ہزاروی سعیدی اظہری مدظلہ العالی

استاذ الحدیث جامعہ ہجویریہ دربار عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۳۴ ہجری

11 مارچ 2013 بروز سوموار

﴿3﴾ تقریظ

الحافظ القاری حضرت علامہ مولانا مفتی غلام حسن قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مفتی دار العلوم حزب الاحناف و شیخ الحدیث جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن لاہور

امام سبکی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے مطابق امام حارث محاسبی کی جملہ کتب کی تعداد 200 پہنچ چکی ہے، آپ شریعت طریقت کے جامع ہیں اور تصوف و احسان کے اس قدر جامع ہیں کہ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ جیسی شخصیت احیاء العلوم میں ان کی مدح میں رطب اللسان نظر آتے ہیں، چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: محاسبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تصوف میں امت کے امام ہیں، ان کو نفس کے عیوب اور اعمال کی آفات کے متعلق بحث کرنے والوں میں سب پر فوقیت حاصل ہے اور آپ کے کلام کا یہ حق بنتا ہے کہ اسے بعینہ نقل کیا جائے۔''

(احیاء العلوم، ج ۳، ص ٢٦٤، دار المعرفۃ بیروت)

زیر نظر کتاب ''رِسَالَۃُ الْمُسْتَرْشِدِیْن'' ایسی مفید اور ایمان افروز کتاب ہے جس کی محض فہرست پڑھ کر مومن کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے، تو مولانا ابو الحسن خضر حیات عطاری زِیْدَ شَرَفُہٗ اتنے بڑے امام کی کتاب کا ترجمہ کر کے اہلِ محبت پر بہت بڑا احسان کیا۔ عقیدے کی درستی کے ساتھ ساتھ اعمال کی صحت بھی ضروری ہے اور صوفیہ کرام کا زیادہ زور اصلاحِ احوال پر ہوتا ہے، لیکن یہ رسالہ تو اس سلسلہ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اگر کوئی ہدایت حاصل کرنا چاہے تو اس کتاب میں اس کے لیے کافی سامانِ ہدایت موجود ہے، طالبانِ ہدایت کو چاہیے یہ کتاب ضرور پڑھیں، اس سے آدابِ طریقت کا کماحقہ علم حاصل ہو اور اس کے مطابق روحانی زندگی کا سفر طے کریں۔ رب تعالی مصنف و مترجم کے فیوض برکات عام فرمائے اور جمیع اہلسنت علما و عوام کو اس بابرکت کتاب سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

دعا گو: غلام حسن قادری

تقریظ ﴿4﴾

حضرت علامہ مولانا قاری **محمد میاں** صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم دارالعلوم کاظمیہ ضیاءالاسلام پل شوالہ ملتان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ علی رسولہ الکریمِ امابعد!

اس پرفتن دور میں جہاں اصلاحِ عقائد کی اشد ضرورت ہے وہاں اصلاحِ اعمال کی بھی ضرورت ہے اور جب بدعملی عروج پر ہو گناہ کو حلال سمجھا جانے لگے تب اصلاحِ اعمال کی بھی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

''نُزْھَۃُ الْمُتَّقِیْن شرح رِسَالَۃُ الْمُسْتَرْشِدِیْن'' جسے مولانا خضر حیات صاحب نے نوکِ قلم سے آراستہ فرمایا، چند مقامات سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا تو درستی احوال و اعمال کے لیے بالعموم اور سالکین راہِ تصوف کے لیے بہت معاون اور متلاشیانِ حق کے لیے راستہ آسان کر دینے والا پایا۔ مولانا موصوف نے بہت محنت اور عرق ریزی سے کام کیا، اعمال کو سدھارنے کے لیے آسانی پیدا فرمادی۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو تمام علمی عملی میدانوں میں ترقیاں عطا فرمائے اور ان کے زورِ قلم میں اضافہ فرمائے اور مزید خدمتِ دینِ حق وخلقِ خدا کی خدمت کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

احقر الانام

محمد میاں غفرلہ

7-7-12

تقریظ ﴿5﴾

فاضل جلیل، عالمِ باعمل، اخی فی اللّٰہ مولانا حافظ محمد حسن محمود عطاری مدنی سَلَّمَہُ الْغَنِی

(فاضل درسِ نظامی، ایم اے عربی، اسلامیات، بی ایڈ، مدرس جامعۃ المدینہ اشاعت الاسلام ملتان)

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ۔اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ’’فلاح ظاہر یہ کہ دل وبدن دونوں پر جتنے احکامِ الٰہیہ ہیں سب بجالائے، نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے، نہ کسی صغیرہ پر مصر رہے نفس کے خصائلِ ذمیمہ اگر دفع نہ ہو تو معطل رہیں، ان پر کاربند نہ ہو، مثلا دل میں بخل ہے تو نفس پر جبر کر کے ہاتھ کشادہ رکھے، حسد ہے تو محسود کی برائی نا چاہئے۔علی ھذا القیاس کہ یہ جہاد اکبر ہے اور اس کے بعد مواخذہ نہیں بلکہ اجر عظیم ہے۔حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلّم فرماتے ہیں:

’’(ترجمہ) تین خصلتیں اس امت سے نہ چھوٹیں گی، حسد، بدگمانی اور بدشگونی، کیا میں تمہیں ان کا علاج نہ بتادوں؟ بدگمانی آئے تو اس پر کاربند نہ ہو اور حسد آئے تو محسود پر زیادتی نہ کرا ور بدشگونی کے باعث کسی کام سے رک نہ رہو۔(ت)

(کنز العمال، کتاب الایمان، ج۱٦، ص۲۷۔۲۸ حدیث ٤۳۷۸۹ موسسۃ الرسالہ بیروت)

(فتاوی رضویہ مخرجہ، جلد۲۱، ص۵۰۲۔۵۰۳)

مزید فرماتے ہیں: ’’امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

’’سئل ابن المبارك من الناس فقال العلماء یعنی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ رشید عبداللّٰہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حدیث وفقہ ومعرفت وولایت

سب میں امام اجل ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ ناس یعنی آدمی کون ہیں؟ فرمایا: علماء۔ (امام غزالی فرماتے ہیں:) جو عالم نہ ہو امام ابن المبارک نے اسے آدمی نہ گنا اس لئے کہ انسان اور چوپائے میں علم کا فرق ہے، انسان اس سبب سے انسان ہے نہ جسم کے باعث کہ اس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اونٹ اس سے زیادہ طاقت ور ہے، نہ بڑے جثہ کے سبب کہ ہاتھی کا جثہ اس سے بڑا ہے، نہ بہادری کے باعث کہ شیر اس سے زیادہ بہادر ہے، نہ خوراک کی وجہ سے کہ بیل کا پیٹ اس سے بڑا ہے، نہ جماع کی غرض سے کہ چڑوٹا جو سب میں ذلیل چڑیا ہے اس سے زیادہ جفتی کی قوت رکھتا ہے آدمی تو صرف علم کے لئے بنایا گیا اور اسی سے اس کا شرف ہے۔''

(احیاء العلوم، کتاب العلم، الباب الاول، جلد ۱، صفحہ ۷، مطبعة المشهد الحسینی قاهره)

(فتاوی رضویہ مخرجہ، جلد ۲۱، ص ۵۳۴۔۵۳۵)

''نُزْھَۃُ الْمُتَّقِیْن ترجمہ وشرح رِسَالَۃُ الْمُسْتَرْشِدِیْن'' کو بعض مقامات سے ملاحظہ کیا بہترین اور سہل اسلوب پر مبنی پایا، یہ ''رِسَالَۃُ الْمُسْتَرْشِدِیْن'' کا محض ترجمہ اور نام کی شرح نہیں بلکہ کئی ایک خصائص پر مشتمل ہے، مثلاً اصل (متن) میں مذکور اسرار و رموز کو نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا گیا ہے کہ جس کا اندازہ آپ کو مطالعہ سے ہوگا۔ کتاب ہذا شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے مدنی پھولوں کا گلدستہ ہے جن کی مہک سے مطالعہ کرنے والے کی طبیعت کو فرحت وسرور کا ثمرہ نصیب ہوگا۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت میں اصلاً کوئی تضاد واختلاف نہیں۔ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت میں باہم اصلاً کوئی تخالف نہیں اس کا مدعی اگر بے سمجھے

کہے تو نرا جاہل ہے اور سمجھ کر کہے تو گمراہ بددین۔

شریعت حضور اقدس سید عالم صلّی اللہ تعالٰی عَلَیہِ واٰلہ وسلّم کے اقوال ہیں،

طریقت حضور (صلّی اللہ تعالٰی عَلَیہِ واٰلہ وسلّم) کے افعال،

حقیقت حضور (صلّی اللہ تعالٰی عَلَیہِ واٰلہ وسلّم) کے احوال،

اور معرفت حضور (صلّی اللہ تعالٰی عَلَیہِ واٰلہ وسلّم) کے علوم بے مثال۔

(فتاوی رضویہ مخرجہ، جلد ۲۱، ص ۴۶۰)

''رِسَالَۃُ الْمُسْتَرْشِدِیْن'' کے مترجم وشارح عزیزم برادرم جناب مولانا ابوالحسن خضر حیات عطاری مدنی صاحب جن کے ساتھ دورانِ تعلّم ایک عرصہ تک رہنے کا شرف حاصل ہوا، ان کو سادہ، نفیس الطبع، خیر خواہ، علم دوست، صوفیانہ ذہن اور دیگر خصائل جمیلہ وحسنہ سے مزین پایا۔ اللہ کریم ان کو صحت، عافیت اور سلامتی کے ساتھ خدمتِ دین اور فروغِ علمِ دین کی سعادت مندیوں سے نوازے۔

اٰمین بجاہ النبی الامین صلّی اللہ تعالٰی عَلَیہِ واٰلہ وسلّم

حافظ محمد حسن محمود العطاری المدنی عَفِی عَنہُ الغَنِی

(فاضل درسِ نظامی، ایم اے عربی، اسلامیات، بی ایڈ)

شرفِ انتساب

راقم الحروف اپنی اس تالیف کو اس عظیم ہستی کے نام کرنا قابلِ فخر سمجھتا ہے کہ جس کے کردار نے اسلافِ کرام کے مبارک دور کی ''نُـزْهَة(سیر)'' کرادی، جس کی نگاہِ ولایت نے لاکھوں افراد کو مُتَّقِیْن کی فہرست میں شامل کر دیا، جس کی گفتار نے ہزاروں لوگوں کو تکبر، حسد، ریا کاری، عجب، بدگمانی، حب جاہ، وغیرہ ''مُهْلِکَات'' سے متنفر کر کے توکل، شکر، صبر، خوف ورجا، عفو ودرگزر، خاموشی، تقوی، وغیرہ ''مُنجِیات'' کا شائق بنادیا اور جن کے فیض ہی کی برکت سے راقم الحروف کے اندر تحریر وتصنیف کے بحرِ ذخار میں شناوری کی ہمت پیدا ہوئی، میرے ان الفاظ کے مدلول یقیناً میرے شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ابو بلال

محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی

دامت برکاتہم العالیہ

اس کے ساتھ میں اس کاوش کو اپنے استاذ فی التصوف حضرت علامہ مولانا

مفتی عبدالکریم سعیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے نام کرتا ہوں۔

مزید جملہ اساتذۂ کرام، اور اپنے والدین کریمین کے نام کرتا ہوں کہ جن کے دم قدم سے اس گناہ گار کو علمِ دین کی مجالس میسر آئیں۔

ابوالحسن خضر حیات عطاری

مدرس جامعۃ المدینہ فیضانِ زکریا مدینۃ الاولیا ملتان شریف

نُزْھَۃُ الْمُتَّقِیْن کو پڑھنے کی نیّتیں

فرمانِ مصطفٰی صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم: ''نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ o مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔''

(کنزالعمال،رقم:٧٢٣٦ ج٣،ص٤١٩،داراحیاء التراث العربی)

دو باتیں: (۱)......بغیر اچھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

(۲)......جتنی اچھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(۱) ہر بار حَمد و (۲) صلوٰۃ اور (۳) تعوُّذ و (۴) تَسمِیہ سے آغاز کروں گا۔ (صفحہ 33 پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیّتوں پر عمل ہو جائے گا)۔ (۵) رِضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے لیے اس کتاب کا اوّل تا آخِر مطالَعہ کروں گا۔ (٦) حتَّی الْوَسْع اِس کا باوُضُو اور (۷) قِبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا (۷) قرآنی آیات اور (۸) اَحادیثِ مبارَکہ کی زِیارت کروں گا (۱۰) جہاں جہاں ''اللّٰہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (۱۱) جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم پڑھوں گا۔ (اپنے ذاتی نسخے کے) اول صفحہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا۔ (۱۲) کتابت وغیرہ میں شَرْعی غَلَطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطَّلع کروں گا، (مصنف یا ناشرین وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا) (۱۳) اس کتاب کو حاصل کرنے کی دوسروں کو ترغیب دلاؤں گا۔ (۱۴) اس کتاب سے جو سیکھا اسے دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔

مقدمہ

از: محقِقِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا قاری محمد لقمان صاحب مدظلہ العالی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔لاالٰہ الااللّٰہ محمدرسول اللّٰہ ۔

صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلّم

امام ابونصر عبداللّٰہ بن علی السراج طوسی (متوفّٰی رجب المرجب378ھ، اکتوبر988م) فرماتے ہیں: ''مجھ سے ایک سائل نے علمِ تصوف اور مذہبِ صوفیہ کی بابت (یہ) سوال کیا: لوگ ان (صوفیہ اوران کے مذہب) کے بارے میں مختلف ہیں کوئی توان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے غلو سے کام لیتے ہیں، تو کچھ انہیں دائرہ معقولیت سے خارج کردیتے ہیں، بعض انہیں لہو ولعب اور جہالت سے آنکھیں بند کرلینے کا عمل سمجھتے ہیں، تو کوئی انہیں تقوٰی ودرویشی، لباسِ صوف، بے تکلف پاکیزہ گفتگو کرنے اور پاکیزہ ونفیس لباس پہننے وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور کچھ ان پر یہاں تک طعن کرتے ہیں کہ انہیں زندقہ وگمراہی کی طرف منسوب کردیتے ہیں (معاذاللّٰہ)۔

الغرض (مجھ سے سوال کرنے والا) یہ چاہتا تھا کہ میں اسے ایسا جواب دوں جو مذہب صوفیہ کے اصولوں، اللّٰہ کی کتاب کی اتباع، رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ تعالٰی عَلَیہِ واٰلہ وسلّم کی اِقتدا، صحابہ وتابعین کے اَخلاق اور اللّٰہ تبارک وتعالٰی کے نیک بندوں کے آداب سے ہم آہنگ ہو۔ نیز میں اپنا جواب قرآن وسنت کی روشنی میں اس طرح مدلل بیان کروں کہ حق وباطل جدا جدا نظر آئیں، تصوف کی جملہ قسمیں اپنی جگہ واضح ہوجائیں، اور یہ بھی ثابت ہوجائے کہ کیا علم تصوف دینی علوم میں سے ہے۔

پس اس کے جواب میں مَیں اللہ رب العزت کی توفیق سے یہ کہتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں ایمان والوں کو اس سے تمسک کرنے اور مضبوطی سے تھامنے کا حکم دے کر ان کے قلوب سے شکوک وشبہات دور فرما دیے ہیں اور دین کی بنیادیں مضبوط کردی ہیں۔ جیسا کہ وہ جَلَّ جَلالُہٗ فرماتا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔ (پ۴، اٰل عمران، آیت۱۰۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللّٰہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔

اور فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۔ (پ۶، مائدہ، آیت۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

پھر (اپنے مبارک کلام میں) پروردگار جَلَّ جَلالُہٗ نے فرشتوں کے بعد اپنے بندوں میں سے افضل اور دینی اعتبار سے اعلیٰ رتبہ کے حامل افراد کا ذکر کیا اور خود اپنی وحدانیت پر فرشتوں کے بعد انہی کو گواہ ٹھہرایا۔ چنانچہ فرماتا ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ ؕ (پ۳، اٰل عمران، آیت۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اللّٰہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر۔

نیز رسول اللّٰہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے مروی ہے، آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: ''العلمآء ورثۃ الانبیاء علما انبیا کے وارث ہیں۔''

(سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء ....، ج ۱، ص ۸۱، رقم: ۲۲۳ ۔ سنن ابو داؤد، رقم ۳۶۴۱۔ جامع ترمذی، رقم ۲۶۸۲ وغیرہ)

مذکورہ آیت کریمہ ﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ.........الخ﴾ میں جو لفظ "اُولُوا الْعِلْمِ" وارد ہوا (امام ابونصر عبد اللہ بن علی السراج طوسی فرماتے ہیں:) میرے نزدیک ﴿اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ﴾ سے مراد "ورثۃ الانبیاء (انبیا کے وارث)" ہے، کیوں کہ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامنے والے، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم کی اتباع میں مجاہدہ کرنے والے، صحابہ و تابعین کی پیروی کرنے والے اور اس کے متقی اولیا اور نیک بندوں کے راستے پر چلنے والے یہی لوگ ہیں۔ (واللہ اَعْلَمُ)

پھر ان کی تین قسمیں ہیں: (1) محدثین (2) فقہا (3) صوفیہ۔ اور انہی تین اقسام کا تعلق ﴿اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ﴾ کے ساتھ ہے اور یہی انبیاءِ کرام کے وارث ہیں۔

اسی طرح علوم کی بھی بہت زیادہ قسمیں ہیں جن میں سے ایک قسم "علمِ دین" ہے۔ پھر علمِ دین کی تین قسمیں ہیں: (1) علمِ قران (2) علم سنن و بیان (3) اور علم حقائق ایمان، اور یہی علوم مذکورہ تینوں اقسام (محدثین، فقہا اور صوفیہ) میں متداول ہیں۔

الغرض جملہ علومِ دین مذکورہ تین آیات مقدسہ، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم کی حدیث پاک، یا اولیاء اللہ رَحِمَھُمُ اللہ کے قلوب سے صادر ہونے والی حکمت سے خالی نہیں۔ اور اس کی اصل حدیثِ ایمان ہے (جو کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداود، جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ سمیت کئی کتب احادیث میں ہے کہ:) جبریل علیہ السلام نے نبی پاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم کی بارگاہ میں تین اصولوں: اسلام، ایمان اور اِحسان کی بابت اِستِفسار کیا۔

(اے سوال کرنے والے!) حقیقت میں اسلام ظاہر ہے اور ایمان کا تعلق ظاہر و باطن دونوں سے ہے۔ (باقی رہا احسان تو) احسان ظاہر و باطن کی حقیقت کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ

سرورِ عالم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے (جبریل علیہ السلام کے اس سوال: مَاالاحسان؟ حضور! احسان کیا ہے؟ کے جواب میں فرمایا: ان تعبداللّٰہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانه یراك ۔ یعنی: احسان یہ ہے کہ تو اللّٰہ تعالٰی کی اس طرح عبادت کر کہ تُو اُسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو (یہ یقین کرلے کہ) وہ تَو تجھے دیکھ رہا ہے۔ سیدنا جبریل علیہ السلام نے حضور سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بات کی تصدیق کی۔

(میرے عزیز! جان لے کہ:) علم کا رشتہ عمل سے ہے اور عمل کا تعلق اخلاص سے، اور اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے علم وعمل سے اپنے معبود کی خوشنودی حاصل کرے۔

(اور تجھے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ:) محدثین، فقہا اور صوفیہ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہ میں علم وعمل کے لحاظ سے تفاوت ہیں اور یہ اپنے مقاصد ودرجات کے اِعتبار سے فضیلت میں باہم یکساں نہیں۔ جیسا کہ رب تبارک وتعالٰی نے ان کی باہمی فضیلت ودرجات کے بارے ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ ۔ ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے جن کو علم دیا گیا (اللّٰہ تعالٰی) درجے بلند فرمائے گا۔ (پ۲۸، مجادلہ، آیت ۱۱)

اور فرمایا:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۔ ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل کے درجے ہیں۔ (پ۸، انعام، آیت ۱۳۲)

نیز فرمایا:

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ (پ۱۵، بنی اسرائیل، آیت ۲۱) ترجمۂ کنزالایمان: دیکھو ہم نے ان میں ایک کو ایک پر کیسی بڑائی دی۔

پس اگر کسی کو دین کے اصول وفروع، حقوق وحقائق اور حدود واحکام کی ظاہراً باطناً سمجھ نہ آئے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ان تینوں اصناف (یعنی محدثین وفقہاء اور صوفیہ رَحِمَهُمُ اللّٰہ) کی طرف رجوع کرے کہ ان تینوں اصناف کے لوگ علم وعمل، حقیقت اور حال سے بہرہ ور ہوتے ہیں، (لیکن یہ یاد رہے کہ ان میں سے) جو جس مقام پر فائز ہوتا ہے وہ فقط اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے حکم سے ہوتا ہے۔" (اللمع، باب البیان عن علم التصوف،،،،،، ص ۲۱ تا ۲۳، دار الکتب الحدیثۃ، مصر)

امام ابونصر رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ سائل کو یہ عمدہ جواب دینے کے بعد محدثین وفقہا کا ذکر خیر کرتے ہوئے ان کے مبارک طریقے پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔

بعدازاں فرماتے ہیں: "صوفیہ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہ کے تمام طبقات عقائد میں محدثین وفقہا سے کامل اتفاق رکھتے ہیں اور جو صوفیہ علمی لحاظ سے فقہاء ومحدثین کے مرتبے کے نہیں وہ قوانین حدود شریعت کے مشکل مسائل کے حل کے لیے انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جس مسئلے پر ان کا اتفاق ہوا سے تسلیم کر لیتے ہیں اور جہاں محدثین وفقہا میں اختلاف ہو وہاں صوفیہ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْ جَمِیْعِهِمْ) کا طریقہ کار یہ ہے کہ احسن اولیٰ اور اتم واکمل کو اپنایا جائے تا کہ اللّٰہ رب العزت نے جو احکام صادر فرمائے ہیں ان پر انتہائی احتیاط سے عمل ہو سکے۔ نیز صوفیہ کے مذہب میں دینی معاملات میں کسی طرح کی رخصت، تاویل، آسائش ڈھونڈنے اور شبہات کو راہ دینے کی کوئی گنجائش نہیں۔

(امام ابونصر رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: "میرے عزیز!) یہ جو کچھ بیان ہوا یہ تو صوفیہ کے اُس طرز عمل کی بابت تھا جو وہ فقہاء واصحاب حدیث (محدثین) کے ظاہری متداول علوم کے بارے اپناتے ہیں لیکن اس کے بعد ان کے عمل کا ایک اور درجہ ہے اور وہ ہے" درجات عالیہ کی طرف بڑھنا" (اے حق کے طلب گار تجھے معلوم ہونا

چاہیے کہ) صوفیۂ کرام رَحِمَہُمُ اللہ تعالٰی، انواعِ عبادت، حقائقِ طاعات، اور اخلاقِ جمیلہ کے جن بلند ترین احوال و منازل پر فائز ہوئے اور جن اسرار و رموز سے خاص ہوئے وہ ان کے علاوہ علما و فقہا اور محدثین کو نصیب نہیں ہوئے،

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (پ۶، مائدہ، آیت ۵۴) ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

(ایضاً، باب ذکر الصوفیۃ و طبقاتھم............ص ۲۸)

اسی طرح امام ابونصر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ صوفیہ کی تعریف و توصیف کے بعد کہتے ہیں: ''ایک آدمی نے مجھ سے سوال کیا: آپ نے اصحابِ حدیث (محدثینِ کرام) کو علمِ حدیث اور فقہا کو علمِ فقہ کی طرف تو منسوب کیا مگر صوفیہ کو کسی حال اور علم کی طرف منسوب نہیں کیا؟ تو میں نے کہا: صوفیۂ کرام کو کسی ایک صفت یا علم کی کسی قسم کی طرف منسوب نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ مَعْدِنِ علوم (علوم کی کان) اور جمیع احوالِ محمودہ اور اخلاقِ شریفہ سے متصف ہوتے ہیں، ہمہ وقت منازلِ ترقی طے کرتے رہتے ہیں اور قربِ الٰہی میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتے ہیں اور ہر لحظہ رب ذوالجلال سے قرب کے مشتاق رہتے ہیں تو ایسی حالت میں انہیں کسی مخصوص علم یا حال سے نسبت دینا ممکن نہیں رہتا اس لیے میں نے ان کے ظاہری لباس (صوف) سے ہی انہیں منسوب کیا، کیوں کہ صوف (یعنی اُون) کا لباس انبیا علیہم السلام زیب تن فرماتے اور یہ اولیا و اصفیا کا شعار رہا ہے اور اس بابت بہت زیادہ روایات و اخبار ہیں۔ نیز اگر میں نے انہیں لباسِ ظاہری کی مناسبت سے ایک نام (یعنی صوفی) سے یاد کیا ہے تو یہ بھی ان کے جمیع علوم، اعمال، اخلاق اور احوالِ شریفہ محمودہ کا پتا دیتا ہے۔

(اے سائل!) کیا تجھے معلوم نہیں کہ (قرآنِ پاک میں) رب تعالٰی نے سیدنا عیسٰی روح اللہ

علیہ الصلوۃ والسلام کے خواص واصحاب کا ذکر کیا تو ان کے ظاہری لباس کی مناسبت سے فرمایا: ﴿اَلْحَوَارِیُّوْنَ﴾ (پ۳، ال عمران آیت ۵۲۔ پ۷، مائدہ، آیت ۱۱۲، پ۲۸، صف، آیت ۱۴) اور انہیں ''حَوَارِیُّوْنَ'' کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ سفید رنگ کے کپڑے پہنا کرتے تو پروردگار جَلَّ جَلَالُہٗ نے انہیں اسی لباس کی طرف منسوب فرمایا۔ ان کے علوم واعمال اور احوال کی کسی قسم کی طرف منسوب نہیں کیا، (پس) میرے نزدیک صوفیہ کرام رَحِمَهُمُ اللہ تعالیٰ کو بھی علوم واحوال کی کسی قسم کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا بلکہ لباسِ ظاہری (صوف) کی وجہ سے صوفی کہا جاتا ہے۔(ایضاً، باب الکشف عن اسم الصوفیۃ،،،،،ص ۲۰۰۴۱)

امام ابونصر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: (پھر مجھ سے) سائل نے پوچھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کے صحابہ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمْ اَجْمَعِیْن اور ان کے بعد کے لوگوں میں تو صوفیہ کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا اگر تذکرہ ملتا ہے تو صرف عُبّاد وزُہّاد وسیاحین اور فقرا وصحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْهُمْ اَجْمَعِیْن کا ملتا ہے، آخر کیوں؟

تو ہم اللہ پاک کی توفیق سے کہتے ہیں: ''رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی صحبت کی اپنی حرمت اور خصوصیت ہے اور جن نفوسِ قدسیہ کو شرفِ صحبت نصیب ہوا انہیں ''صحابی'' کے علاوہ کسی نام سے موسوم کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

(اے سائل!) کیا تجھ پر یہ بات ظاہر نہیں ہوئی کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْهُمْ زاہدوں، عابدوں، متوکلین، فقرا، راضین، صابرین اور مُخْبِتِین وغیرہ کے امام تھے اور ان کو جو بلند مقام ملا یہ جناب رسالت مآب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی صحبت ہی کی برکت سے ملا۔ تو اس لیے ''صحابی'' ہونا خود سب احوال سے بڑھ کر ہے اور اس سے بڑی کوئی فضیلت نہیں''۔

امام ابونصر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: ''کچھ لوگ (یہ بھی) کہتے ہیں: صوفی بعد

کے زمانہ کی ایک خود ساختہ اصطلاح ہے جسے بغدادیوں نے ایجاد کیا حالانکہ یہ بات درست نہیں کیوں کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (متوفی ۱۱۰ھ) جنہوں نے رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کے صحابہ کی ایک جماعت کو دیکھا۔ فرماتے تھے: میں نے طوافِ کعبہ کے دوران ایک صوفی کو ملاحظہ کیا تو اسے کچھ دینا چاہا لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس چار دوانیق موجود ہیں جو مجھے کافی ہیں۔

اسی طرح سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (متوفی ۱۶۱ھ) فرماتے ہیں: اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے تو میں ریا کاری کی باریکی نہ جان سکتا۔ نیز اخبار مکہ نامی کتاب میں محمد بن اسحاق بن یسار وغیرہ سے مروی ہے کہ قبل از اسلام مکہ مکرمہ میں ایک ایسا دور بھی آیا کہ بیت اللہ شریف کا طواف کرنے والا کوئی نہ تھا اس وقت دور دراز سے ایک ''صوفی'' آ کر طواف کر جاتا تھا۔ پس اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ اسلام سے قبل بھی لفظ ''صوفی'' معروف تھا جس کا اِطلاق اہلِ فضل و اِصلاح پر ہوتا۔''

(اللمع ،باب الرد علی من قال لم نسمع بذکر الصوفیة فی القدیم ......ص ۴۲،۴۳)

قارئینِ رسالۃ المسترشدین! حضرت ابو نصر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے ان ملفوظات کو ملاحظہ کرنے سے آپ کسی حد تک تصوف و صوفیہ اور ان کی روش سے متعارف ہو چکے ہوں گے اور یہاں ان ملفوظات کے اندراج کا مقصد بھی یہی ہے۔ کیوں کہ اس وقت جو کتاب آپ کے پیش نظر ہے اس کا موضوع ''تصوف'' ہے۔ اور ایک صوفی کو کیسا ہونا چاہیے، یہ کتاب اس سلسلہ میں راہنما ہے۔

اس کتاب کے مصنف کا نامِ نامی اسمِ گرامی ویسے تو حارث ہے لیکن ''محاسبی'' مشہور ہوئے، جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنی ذات کا کثرت سے محاسبہ کیا کرتے تھے۔''

(طبقات الشافعیین ،لابن کثیر ،ص ۱۲۶ ،مکتبة الثقافة الدینیة ۱۴۱۳ھ)

امام محاسبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فقہ و تصوف اور علم حدیث و کلام میں مسلمانوں کے امام ہیں۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ،للسبکی ،ج۲،ص ۲۷۵ برقم ۶۱ ھجر للطباعۃ والنشر والتوزیع ۱۴۱۳ھ)

نیز آپ ظاہری و باطنی علوم کے جامع تھے۔(وفیات الاعیان ،لابن خلکان ،ج۲،ص۵۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حضرت ابو عبد اللہ بن خفیف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرمایا کرتے: ''شیوخ میں سے (ان) پانچ کی پیروی کی جائے اور بقیہ کے حالات انہی کے سپرد کر دیے جائیں کیوں کہ یہ علم وحقائق کے جامع ہیں: (1) حضرت حارث بن اسد محاسبی (2) حضرت جنید بن محمد (3) حضرت ابو محمد رویم (4) حضرت ابو العباس بن عطا (5) اور حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمھم اللہ تعالٰی (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، للسبکی،ص۲۷۶ وغیرہ)

امام محاسبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مختلف موضوعات مثلاً: فقہ، زہد اور معتزلہ و روافض کے رد میں قابل قدر کتب یادگار چھوڑیں جن کی تعداد تقریباً 200 تک پہنچتی ہے، اور یہ تمام ہی فوائد کثیرہ کی حامل ہیں۔ لیکن زہد و تصوف اور تزکیہ نفس پر آپ کی تصانیف عالیہ ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان سے بعد کے اجلہ صوفیہ مثل حجۃ الاسلام امام محمد غزالی وغیرھم رحمھم اللہ تعالٰی نے خوب خوب استفادہ کیا ہے۔

امام محاسبی علیہ رحمۃ القوی کی کتب کے متعلق اپنے زمانہ کے مالکیہ کے امام حضرت ابو محمد عبد الحق الصقلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (متوفی ۴۶۶ھ) نے بہت عمدہ بات کی ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت! بندہ کون سی کتابوں کا مطالعہ کرے؟ تو آپ نے فرمایا: جو بندہ لوگوں کا امام اور مسائل و فتاوی میں ان کا مرجع بننے والا ہو اس کے لیے اہم ترین فروع کا مطالعہ اور مسائل میں تفقہ حاصل کرنا ہے، کیوں کہ اس کی اکثر ضرورت پڑتی ہے۔ نیز اگر وہ سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کے لیے مؤطا و بخاری وغیرہ کتب احادیث کا مطالعہ بھی بہتر ہے۔ رہا وہ آدمی جس کی طرف لوگ

رجوع نہیں کرتے تو اسے ایسی احادیث صحیحہ کا مطالعہ کرنا چاہیے جو فقہ، ادب، فضائل اور دل کو نرم کرنے والی باتوں پر مشتمل ہوں جس سے اس کی اپنی ذات کو نفع پہنچے۔ (لیکن امام محاسبی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کی کتب کا معاملہ مختلف ہے) جو آپ کی کتب ہیں وہ مذکورہ دونوں قسم کے لوگوں (یعنی عوام وخواص دونوں) کے لیے اہمیت رکھتی ہیں کیوں کہ ان میں اعمال کی آفات اور صدق و اِخلاص کے متعلق تحقیقی امور کا بیان ہے، علاوہ ازیں امام محاسبی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ کی کتابیں حدیث وآداب کے فوائد (اور دیگر علوم نافعہ وغیرہ) کی بھی جامع ہیں تو جو کوئی آپ کی کتب کے مطالعہ سے روکتا ہے، **فھو جاھل غالط بقدرھا ومعرفتھا** تو وہ جاہل، غلط کار اور ان کے مقام ومرتبہ کی معرفت سے ناواقف ہے۔'' (مقدمہ رسالۃ المسترشدین، ص ۵۹)

قارئین! زیرِ نظر تصنیفِ لطیف ''رسالۃ المسترشدین'' بھی امام محاسبی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ کی نافع وکثیر الفوائد کتب میں سے ایک ہے جس کا مطالعہ ہر عام وخاص کے لیے بے حد مفید ہے، یہ کتاب نصیحتوں کے انمول پھولوں کا انتہائی حسین گلدستہ ہے۔ اگرچہ حضرت مصنف قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اس میں مستقل ابواب قائم نہیں کیے مگر اس کے مشمولات پر عمل حصولِ مغفرت وجنت کے لیے کافی ہے۔ یہ کتاب ایک مشفق و مہربان ماں کی طرح قاری کو نصیحت کرتی ہے، تنہائی کی بہترین رفیق، انجمن میں بہترین مصاحب اور قربِ خدا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہ کتاب چونکہ عربی زبان میں تھی جس سے عوام کے لیے استفادہ ممکن نہیں تھا پس اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت مولانا ابالفضل خضر حیات مدنی عطاری سَلَّمَہُ البَارِی نے اس کا اردو زبان میں نہ صرف ترجمہ کیا بلکہ عمدہ ومختصر شرح بھی لکھ دی تاکہ خواص کے ساتھ عوام بھی اس سے خوب استفادہ کرسکیں۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہ میں نے اس ترجمہ کو بالاستیعاب (اول تا آخر) عربی نسخہ کے ساتھ پڑھا ہے، مَاشَآءَ اللّٰہ بہت خوب ترجمانی ہے۔ اللّٰہ ربُّ العزت مولانا کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے مشرف فرمائے اور انہیں اپنی جناب سے نہ ختم ہونے والا اجر عطا فرمائے۔ امین بجاہ سید المرسلین

حضرت مترجم زِیْدَ عِلْمُہٗ نے ''رسالۃ المسترشدین'' کا ترجمہ مجھے بھجوایا اور بطورِ مقدمہ کچھ لکھنے کا حکم کیا، ان کے اصرار پر میں نے حامی تو بھر لی لیکن کچھ مصروفیات و دیگر عوارض کی بنا پر کافی تاخیر ہوگئی۔ بہر حال یہ چند الفاظ میں نے نذرِ قرطاس کر دیے ہیں اگرچہ مجھے پورا پورا احساس ہے کہ میں حق ادا نہیں کر سکا؛ کہاں امام محاسبی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ جیسے بحرالعلوم کی کتاب اور کہاں مجھ جیسے کی یہ سعی! چہ نسبت خاک را با عالم پاک

لیکن اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے قبولیت کی امید کے ساتھ دُعا گو ہوں: مالک عَزَّوَجَلَّ میری یہ کوشش قبول فرمائے، قارئین کو اس سے مستفید فرمائے اور مجھے اِخلاص کے ساتھ مزید اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اپنے پروردگار کے رحم وکرم کا محتاج

محمد لقمان عفا عنہ الرحمٰن

28 محرم الحرام 1434ھ، 12.12.12، شب جمعرات 9:30

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ۝

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

دُرُود شریف کی فضیلت

شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانی دعوتِ اسلامی حضرتِ علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَت بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِيَه اپنے رسالے "کالے بچھو" میں نقل فرماتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! بے شک بروزِ قیامت اس کی دہشتوں اور حساب کتاب سے جلد نجات پانے والا شخص وہ ہوگا جس نے تم میں سے مجھ پر دنیا کے اندر بکثرت دُرود شریف پڑھے ہوں گے۔'' (فردوس الاخبار)

ترجمہ و شرح کا پس منظر: بندہ کو ''رسالۃ المسترشدین'' کے ترجمہ و شرح کا خیال کیسے ہوا؟ اس کا معاملہ کچھ یوں ہوا کہ دعوتِ اسلامی کے عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ باب المدینہ کراچی میں جب دورہ حدیث کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تو دیگر اساتذۂ کرام کے ساتھ ساتھ قبلہ استاذِ محترم مفتی علی اصغر عطاری صاحب مدظلہ العالی سے بھی شرفِ تلمذ حاصل ہوا۔ ایک دن دورانِ سبق قبلہ استاذِ محترم نے امام حارث محاسبی کی تصنیفِ لطیف ''رسالۃ المسترشدین'' کی تعریف توصیف فرمائی، بندہ کو چونکہ تصوف کی کتب پڑھنے کا کچھ نہ کچھ شوق ہے اس لیے اس کتاب کے حصول کے لیے ایک مکتبہ سے اس کتاب کو حاصل کیا۔ اب اس بات کا شوق ہوا کہ تصوف کی یہ اولین کتاب جس کو تصوف کی دیگر کتب کے لیے ایک متن کی حیثیت حاصل ہے، اس کو کسی صوفی کے پاس باقاعدہ سبق کے طور پر پڑھنے کی سعادت حاصل کی جائے۔ لیکن اب مسئلہ یہ بنا کہ پڑھائے کون؟ اس مقصد کی تکمیل کی خاطر مولانا اطہر صاحب کے پاس پہنچا جو

کہ تصوف سے اچھا خاصہ شغل رکھتے ہیں اور انہوں نے بندہ کی اولین تالیف ''شیطان کا بڑا بھائی'' پر نظر ثانی بھی فرمائی تھی، بہرحال میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور ان سے ''رسالۃ المسترشدین'' پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن انہوں نے عاجزی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں تصوف کی اس عالیشان کتاب کو پڑھانے کا اہل نہیں ہوں آپ کسی صوفی عالمِ دین کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس کو پڑھیں، اور فرمانے لگے بزرٹہ لائن میں مفتی عبدالکریم سعیدی صاحب رہتے ہیں آپ ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں امید ہے کہ وہ پڑھانے کی حامی بھر لیں گے۔ بندہ نے عرض کی کہ مفتی صاحب بزرٹہ لائن میں کون سی جگہ ہوتے ہیں تو اس پر انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا اور فرمانے لگے بس اتنا پتہ ہے کہ بزرٹہ لائن میں ان کا مدرسہ ہے۔ چنانچہ واپس جامعہ پہنچا اور اس جستجو میں لگ گیا کہ کسی طرح مفتی صاحب کے مدرسہ کا مکمل پتہ مل جائے چونکہ مفتی صاحب اتنی معروف شخصیت نہ تھے اس لیے ان تک پہنچنے میں کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑا، اپنے دوست احباب و دیگر افراد سے مفتی صاحب کے مدرسہ کے بارے میں پوچھا لیکن مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ ایک دن دعوتِ اسلامی کی علمی مجلس ''المدینۃ العلمیہ'' میں اپنے ساتھ کام کرنے والے مولانا عدنان چشتی صاحب سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: میں ان کو اچھی طرح جانتا ہوں اور اس طرح انہوں نے مجھے قبلہ مفتی صاحب کے مدرسہ کا مکمل پتہ سمجھا دیا۔ بندہ پہلی ہی فرصت میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے قبلہ مفتی صاحب کی مسجد میں جا پہنچا، لیکن اس وقت ان سے ملاقات مقدر میں نہ تھی ہوا یہ کہ قبلہ مفتی صاحب ان دنوں دوبئی گئے ہوئے تھے، ان کی واپسی کا معلوم کر کے واپس آ گیا۔ کچھ دنوں کے بعد قبلہ مفتی صاحب کی زیارت کا شوق ایک بار پھر ان کی مسجد کی طرف کھینچ کر لے گیا، خوش قسمتی کہ اس بار ان سے ملاقات ہو گئی۔ سلام و دست بوسی کے بعد عرض کی: حضور! میں آپ سے تصوف کی یہ کتاب ''رسالۃ المسترشدین'' سبقاً سبقاً پڑھنا چاہتا ہوں، قبلہ مفتی صاحب نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شرفِ تلمذ سے نوازنے کی حامی بھر لی۔ راقم الحروف نے عرض کی: حضور! میں کس وقت حاضر ہو جایا کروں؟ تو فرمایا: جس

وقت آپ کو آسانی ہو، اللہ اکبر آپ کی اس قدر نوازشوں کو دیکھ کر میں حیران و ششدرہ گیا۔ بہر حال بندہ فیضانِ مدینہ سے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگا اور سبق کا سلسلہ بھی چل نکلا، لیکن افسوس چند مسائل کی بنا پر میں مکمل کتاب نہ پڑھ سکا۔ اسی سال میرے والد حفظہ اللہ تعالی کافی علیل ہو گئے تو جامعہ سے رخصت لے کر گھر آ پہنچا اور یہ کتاب بھی ساتھ لے آیا۔ فارغ اوقات میں مطالعہ کرنے کی کوشش کی لیکن والد صاحب کی علالت کی وجہ سے دل نہ جمتا، پھر اس طرف دھیان گیا کہ کیوں نہ ''رسالۃ المسترشدین'' کا ترجمہ شروع کردوں، لیکن مسئلہ یہ بنا کہ اس وقت گھر میں لغت کی کوئی بھی کتاب موجود نہ تھی، لیکن یہ چیز مانع نہ ہوئی اور ترجمہ کا کام شروع کر دیا جہاں کچھ زیادہ مشکل الفاظ آتے تو ان کو چھوڑ دیتا یوں کرتے کرتے متعدد عبارات کے سوا مکمل کتاب کا ترجمہ ہو گیا۔ والد صاحب کی صحت یابی کے بعد جامعہ واپسی ہوئی تو بندہ نے عزیز دوست و ہم سبق مولانا سرفراز عطاری سے عرض کی کہ آپ اس ترجمہ پر نظر ثانی فرما دیں، انہوں نے اس طرح حامی بھری کہ دونوں مل بیٹھتے ہیں اور باہم مشورہ سے اس کی نظر ثانی اور رہ جانے والی مشکل عبارات کا ترجمہ کرتے ہیں، چنانچہ ہم دونوں مل بیٹھے اور تین دن کی مختلف نشستوں میں اس کی نظر ثانی بھی ہوئی اور چند عبارات کے سوا باقی مشکل عبارات کا ترجمہ بھی ہو گیا، ان عبارات کا بندہ نے بعد میں ترجمہ کیا، جب ترجمہ مکمل ہو گیا تو یہ ذہن بنا کہ اس کے مطالب کو واضح کرنے کے لیے اس کی مختصر شرح بھی کرنی چاہیے، چنانچہ اس کی شرح کا آغاز کیا اور بالآخر اللہ و رسول عَزَّوَجَلَّ وصلّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلّم کے کرم سے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا۔ پھر میں نے اپنی تالیف کی اصلاح کی نیت سے ترجمہ و شرح کا مکمل مسودہ محقق اہلسنت قاری محمد لقمان صاحب کے طرف راوانہ کر دیا، انہوں کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بندہ کی درخواست کو قبول کر لیا اور اپنی علمی مصروفیت کے باوجود ترجمہ و شرح کی خوب نوک پلک سنواری اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔

یاد رہے کہ قبلہ مفتی عبدالکریم صاحب سعیدی صاحب ۱۴۳۲ھ کو کراچی میں وصال فرما گئے رب

تعالیٰ ان کے مزارِ پُر انوار پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور جنت میں ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

آخر میں اپنے ان احباب کا شکریہ ادا کروں گا کہ جنہوں نے اس کام میں بندہ کی مدد کی خصوصاً قاری محمد لقمان صاحب اور مولانا سرفراز عطاری مدنی کہ انہوں نے اس ترجمہ میں نکھار پیدا کرنے کے لیے مفید مشورے عطا فرمائے، محمد قاسم عطاری کو رب تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے شرح کے مواد کے متعلق مفید مشورے عطا فرمائے، اور مولانا فاروق عامر مدنی (صادق آباد) کا بھی شکر گزار ہوں کہ ان کے تعاون سے کتاب کی کمپوزنگ کا کام آسان ہوا، نیز مولانا عامر عطاری مدنی (مظفر گڑھ) اور ان طلبہ کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے جانفشانی کے ساتھ اس ترجمہ وشرح کی پروف ریڈنگ کا کام سرانجام دیا۔

رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ رب تعالیٰ بندہ کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور نجات کا ذریعہ بنائے، نیز اسے مؤلف اور قارئین کے لیے فائدہ مند بنائے۔ آمین

نزھۃ المتقین کا مختصر تعارف

''رِسَالَۃُ الْمُسْتَرْشِدِیْن'' چونکہ کسی خاص موضوع پر نہیں لکھا گیا بلکہ نصیحتوں کی صورت میں تصوف کے متعدد مدنی پھول اس میں موجود ہیں، اس لیے اس کی شرح ''نُزْھَۃُ الْمُتَّقِیْن'' میں کوئی ایک موضوع نہیں ہے بلکہ ''رِسَالَۃُ الْمُسْتَرْشِدِیْن'' میں وارد مختلف مدنی پھولوں کی اس میں مختصر توضیح ہے، لیکن بعض چیزوں کو اس میں خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

(۱)...... اصطلاحات مثلاً خوف ورجا، عقل، محاسبہ، صبر، فقر، غفلت، مراقبہ، وغیرہ کی صوفیانہ تعریفات۔

(۲)...... باطنی مُھلِکات مثلاً: تکبر، حسد، ریاکاری، عجب، بدگمانی، حب جاہ، وغیرہ پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے، مثلاً ان کی تعریفات، آفات، اسباب، علامات، علاج، مراتب وحکم وغیرہ۔ مبلغین ان میں سے ہر ایک موضوع پر اس کتاب کی مدد سے ایک مکمل بیان کر سکتے ہیں۔

(۳)...... مُنجِیات مثلاً: توکل، شکر، صبر، خوف ورجا، عفوو درگزر، خاموشی، تقوی، وغیرہ پر بھی تفصیلی

کلام کیا گیا ہے، مبلغین ان میں سے بھی ہر ایک موضوع پر اس کتاب کی مدد سے ایک مکمل بیان کر سکتے ہیں۔

(۴)......ہر ایک موضوع کے تحت آیات، احادیث، اقوال اور واقعات لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۵)......متن و شرح میں سے ہر ایک میں وارد احادیث و آثار و اقوال کی حتی الامکان مکمل تخریج کی گئی ہے۔

(۶)......احادیث کی شرح مستند شروحات سے بعینہ نقل' ' دی گئی ہے۔

(۷)......ماضی بعید کے اسلاف کے واقعات تو ہمیں کتابوں میں مل جاتے ہیں لیکن ماضی قریب کے اسلاف کے ایمان افروز واقعات سے شروحات خالی تھیں بندہ نے یہ کوشش کی کہ زیادہ سے زیادہ ماضی قریب کے اسلاف کے واقعات نقل کر دیئے جائیں اور اس کوشش کو عملی جامہ بھی پہنایا گیا جو کہ اس شرح ''نُزْھَۃُ الْمُتَّقِین'' کا خاصہ ہے۔

(۸)......اس شرح میں مفصل اور مختصر جن عنوانات کے متعلق کلام نقل کیا گیا ان کی تفصیل درج ذیل ہے : خوف و رجا، محاسبہ، صبر، عیب ٹٹولنے کی ممانعت، غیبت کی مذمت، فقر کے فضائل، تقدیر کا بیان، جھوٹ کی مذمت، توریہ کا بیان، مظلوم کی بد دعا، غفلت کی مذمت، مراقبہ کا بیان، نرمی کا بیان، اسلاف کرام کے نرمی کے واقعات، بدگمانی کی مذمت، حسد کی مذمت، تکبر کی مذمت، عفو و درگزر کے فضائل، اسلاف کرام کے عفو و درگزر کے واقعات، عجب کی مذمت، تقوی کے فضائل، اسلافِ کرام کے تواضع و انکساری کے واقعات، نیکی کی دعوت، اسلافِ کرام کی طلبہ پر شفقت کے واقعات، علم چھپانے کی وعیدیں، خاموشی کے فضائل، زبان کی آفات، توکل کے فضائل، حب جاہ کی مذمت، ریاکاری کی مذمت، وغیرہ وغیرہ۔

ابوالحسن خضر حیات عطاری مدنی ڈیروی

مدرس جامعۃ المدینہ فیضانِ زکریا مدینۃ الاولیا ملتان

03155952526 03006759125

khizarattari1112@gmail

کچھ امام محاسبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے بارے میں

آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مکمل نام ابوعبد اللہ حارث بن اسد محاسبی بصری ہے۔ آپ کی ولادت ''بصرہ'' میں ہوئی لیکن آپ کا مستقل قیام ''بغداد شریف'' میں رہا۔

محاسبی لقب ہونے کی وجہ: اپنے نفس کا کثرت کے ساتھ محاسبہ کرنے کی وجہ سے آپ ''محاسبی'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ نے جن سے روایت کی اور جنہوں نے آپ سے روایت کی:

آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے یزید بن ہارون اور ان کے ہم عصر لوگوں سے حدیث روایت کی ہے اور آپ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے بھی شاگرد ہیں۔ جبکہ آپ سے روایت کرنے والے ابو العباس بن مسروق، احمد بن عبد الجبار صوفی، امام الطائفہ شیخ جنید بغدادی، اسماعیل بن اسحاق سراج، ابو علی بن حسین خیران، احمد بن قاسم رحمۃ اللہ تعالی علیہم، وغیرہ ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ بحیثیت واعظ: آپ واعظِ بے بدل تھے زبان کی فصاحت، بیان کی عمدگی اور قلب کی صفائی سے مزین تھے۔ جب کسی واقعہ کو ترغیباً یا ترہیباً بیان کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ سامعین آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر رہے اور اعضاء سے اسے محسوس کر رہے ہیں، بات ختم کرنے سے قبل انسان کو قائل کر کے اس کے دل کو اطمینان سے معمور کر دیتے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ بحیثیت مصنف: آپ کی تصنیفات وساوس کا قلع قمع کرنے والی اور مقامِ ترہیب میں صدق و یقین اور مشاہدہ کی حامل ہیں کہ اکثر سرگوشی کے انداز میں بندے کو رلا دیں۔ دوزخ اور اس کے ہولناک مناظر سے ڈرانے میں ان کا ناصحانہ انداز اور مخلصانہ نصیحت کا اظہار ہوتا ہے اور بعض اوقات کوئی بات سمجھاتے ہوئے کلام کو ایسے طویل کر دیتے ہیں کہ جیسے شفیق باپ اپنے بیٹے کو دردناک عذاب سے ڈراتے ہوئے کلام کو طول دے دے حتی کہ انسان فعل چھوڑنے پر تیار ہو جائے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف کی تعداد: آپ کی تصانیف کے بارے میں امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: ''ان کی کتابوں کی تعداد 200 تک ہے۔ اور ان میں اکثر زہد، تصوف وسلوک میں ہیں، بہت سی کتب عقائد میں معتزلہ، قدریہ اور روافض کے رد میں ہیں اور کچھ کتابیں فقہ واحکام میں ہیں۔ آپ کی کتب کثیر فوائد ومنافع پر مشتمل ہیں، خصوصا تصوف، تزکیہ نفس اور روحانیت میں بعد والوں کے لیے حتی کہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے بھی اصل کی حیثیت رکھتی ہیں۔''

(التعلیقات علی رسالۃ المسترشدین، ص ۴۰، ۴۲، دارالسلام)

امام غزالی وامام محاسبیؒ: امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''محاسبی تصوف میں امت کے امام ہیں، ان کو نفس کے عیوب اور اعمال کی آفات کے متعلق بحث کرنے والوں میں سب پر فوقیت حاصل ہے اور آپ کے کلام کا یہ حق بنتا ہے کہ اسے بعینہ نقل کیا جائے۔''

(احیاء العلوم، ج۳، ص ۲۶۴، دارالمعرفۃ بیروت)

امام محاسبیؒ کی تالیفات: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چند مشہور تصنیفات کے نام ملاحظہ ہوں،

(۱)......الرعایۃ لحقوق اللہ تعالیٰ

(۲)......التوہم

(۳)......رسالۃ المسترشدین

(۴)......رسالۃ الوصایا

(۵)......آداب النفوس

(۶)......شرح المعرفۃ

(۷)......بدا من اناب الی اللہ تعالیٰ

(۸)......المسائل فی الزھد

(۹)......المسائل فی اعمال القلوب والجوارح

(۱۰)......المکاسب والورع والشبھة

(۱۱)......ماھیةالعقل ومعناہ واختلاف الناس فیه

(۱۲)......البعث والنشور

(۱۳)......کتاب فی الدماء

(۱۴)......کتاب التفکر والاعتبار

(۱۵)......رسالة المراقبه

(۱۶)......التنبیه فی اعمال القلوب فی الدلالة علی وحدانیة اللّٰه تعالی

(۱۷)......کتاب العظمة

(۱۸)......القصدوالرجوع الی اللّٰه تعالی ۔

(۱۹)......کتاب النصائح

(۲۰)......مختصر کتاب فهم الصلوۃ

(۲۱)......کتاب الرضا

(۲۲)......فهم القرآن

(۲۳)......فهم السنن ۔

(التعلیقات علی رسالة المسترشدین،ص ٦٤،٦٥،دارالسلام)

آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کاوصال ۲۴۳ھ کوبغداد میں ہوا۔

رِسَالَۃُ الْمُسْتَرْشِدِین

(اے طالب خیر!) یہ بات جان لو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات وحکم کی معرفت رکھنے والے عقل مندوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے (اپنے قربِ خاص کے لیے) چن لیا، ان کا تذکرہ وفاداروں میں کیا اور ان کو اِخلاقِ حسنہ اور خوف(1) وخشیت جیسے اوصاف سے متصف فرمایا۔

نُزْھَۃُ الْمُتَّقِین

(1)......**خوف کی تعریف:** ناپسندیدہ شے کے لاحق ہونے یا پسندیدہ شے کے فوت ہوجانے کے ڈر سے دل کا بے قرار ہونا۔

عوام کا خوف: سزا ملنے یا ثواب کے ضائع ہونے کا خوف کرنا۔

خواص کا خوف: سزا ملنے اور قرب کی دولت کے زائل ہوجانے کا خوف کرنا۔

اخص الخواص کا خوف: سوءِ ادب کی وجہ سے مجوب ہوجانے کا خوف کرنا۔

(رسائل لاحمد بن عجیبہ، رسالۃ معراج التشوف الی حقائق التصوف، ص ۲۱۵ دارالکتب العلمیہ بیروت)

صوفیہ خوف کے ساتھ رَجا (رحمت کی امید) کا بھی ذکر فرماتے ہیں لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رَجا وخوف دونوں کے متعلق مختصر کلام یہاں نقل کردیا جائے اولاً رَجا کی تعریف و مراتب ملاحظہ ہوں۔

رَجا کی تعریف: محبوب کی انتظار میں دل کا راحت محسوس کرنا بشرطیکہ بندہ اس کے اسباب میں سعی بھی کرے ورنہ وہ انتظار رَجا نہیں بلکہ تمنی ودھوکہ کہلائے گا۔

عوام کا رَجا: حصولِ ثواب کے ذریعے کوئی اچھا مقام حاصل کرنے کی امید۔

خواص کا رَجا: رضا و قرب کے حصول کی امید۔

اخص الخواص کا رَجا: مرتبۂ شہود کے حصول کی امید اور معبود عَزَّوَجَلَّ کے اسرار میں ترقی کی امید۔ (ایضاً، ص:۲۱۵)

خوف و رَجا کی اھمیت: دل کے لیے خوف ورَجا ایسے ہیں جیسے پرندے کے لیے

پر، کہ پرندہ ان کے بغیر اڑ نہیں سکتا۔ عارفین کے نزدیک اکثر اوقات رَجا (رب تعالی کی رحمت کی امید) کو جبکہ صالحین کے نزدیک اکثر اوقات خوف (رب تعالی کے عذاب کا خوف) کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔'' (ایضا،ص:۲۱۵)

خوف افضل ھے یا رَجا: حالتِ صحت میں بندے کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ خائف وراجی رہے اور اس کا خوف ورَجا دونوں برابر رہیں جبکہ حالتِ مرض میں افضل یہ ہے کہ صرف رَجا رکھے۔ (ریاض الصالحین،ص ۱۷۹، کراچی)

حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی خوف ورَجا کی اہمیت وافضلیت پر احیاء العلوم میں نہایت ہی نفیس بحث فرماتے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کا خلاصہ یہاں نقل کردیں، چنانچہ امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: ''خوف ورَجا میں سے ہر ایک کی افضلیت پر بہت سی احادیث وارد ہیں اس لحاظ سے ان فضائل کو پڑھنے والا اس شک میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ خوف ورَجا میں سے کون سی چیز افضل ہے؟ اور کسی کا یہ سوال کرنا کہ خوف افضل ہے یا رَجا؟ سرے ہی سے غلط ہے، کیونکہ یہ سوال اسی طرح ہے کہ کوئی یہ سوال کرے کہ روٹی بہتر ہے یا پانی؟ تو اس کا یہی جواب ہوگا کہ بھوکے کے لیے روٹی بہتر ہے اور پیاسے کے لیے پانی بہتر ہے۔ اگر کسی کو بھوک و پیاس دونوں لگی ہوئی ہوں تو جو غالب ہوگی وہی بہتر، اگر بھوک غالب ہے تو روٹی اور اگر پیاس غالب ہے تو پانی بہتر ہوگا اور اگر یہ بھوک و پیاس کا غلبہ برابر ہو تو پانی وروٹی دونوں کی اہمیت برابر ہوگی۔ خوف ورَجا دونوں ایسی دوائیں ہیں کہ جس کے ذریعے دلوں کا علاج کیا جا سکتا ہے تو ان کی اہمیت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی کہ جتنی دل میں بیماری موجود ہوگی۔ اگر اللہ عزوجل کے عذاب سے بے خوفی اور دھوکہ میں مبتلا ہونے کا مرض دامن گیر ہے تو اب خوف افضل ہوگا اور اگر نا امیدی کا دل پر غلبہ ہے تو ....

....

،،،،،،،،،،،اس صورت میں رَجا افضل ہوگی، اسی طرح اگر بندے پر گناہوں کی گندگی غالب ہے تو پھر خوف افضل ہوگا۔ (مذکورہ تفصیل سے قطع نظر معتدل حالت میں اگر محض) خوف ورَجا کو دیکھیں تو رَجا افضل ہے کیونکہ منبعِ رَجا بحرِ رحمت ہے جبکہ منبعِ خوف بحرِ غضب ہے۔ جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایسی صفات کا لحاظ رکھے گا جو کہ لطف وکرم اور رحمت کی مُقْتَضِی (تقاضا کرنے والی) ہوں تو ایسے شخص پر محبت کا غلبہ ہوگا جبکہ محبت کے مقام کے بعد کوئی اور مقام نہیں ہے اور خوف کا سبب یہ بات ہوتی ہے کہ بندے کی توجہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایسی صفات کی طرف ہو جاتی ہے جو کہ درشتی (سختی) کی مُقْتَضِی (تقاضا کرنے والی) ہوتی ہیں تو اس التفات میں محبت کا میلان رَجا جیسا نہ ہوگا، لیکن اکثر لوگوں پر رَجا کی بہ نسبت خوف زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے اسی لیے خوف ورَجا دونوں ہی معتدل حالت میں مساوی درجہ کے حامل ہیں، اسی لیے یہ قول مشہور ہے: **اگر مومن کے خوف ورَجا دونوں کا وزن کیا جائے تو ان دونوں کا وزن برابر نکلے گا۔**

امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ ایمان والے کے لیے انتہائی غرض وغایت یہ ہے کہ خوف ورَجا دونوں ہی یکساں ہوں۔ اکثر لوگوں میں رَجا کا غلبہ مغالطے میں مبتلا ہونے اور معرفت کم ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں ان میں خوف ورَجا دونوں کا ذکر ایک ساتھ فرمایا ہے مثلاً:

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۔ **ترجمۂ کنزالایمان:** اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے۔ (السجدۃ:۱۶)

مگر افسوس کہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ جیسے افراد آج کہاں کہ جن کے خوف ورَجا دونوں ہی برابر ہوں، اس لیے آج کل کے لوگوں کے حق میں مناسب وزیادہ بہتر غلبۂ خوف ہی ہے بشرطیکہ خوف کے سبب ان پر مایوسی کے بادل نہ چھا جائیں کہ،،،،،،،،،،،،،،،،،،،

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۔ (رعد:۱۹،۲۰،۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: نصیحت وہی مانتے ہیں کہ جو عقل والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا عہد پورا کرتے ہیں اور عہد باندھ کر پھرتے نہیں، اور وہ کہ جوڑتے ہیں اس کو جس کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور حساب کی برائی سے ڈرتے ہیں۔

پس جس کے دل کو اللہ عزوجل نے ایمان کے لیے کشادہ فرمادیا، یقین اس کے دل میں پختہ ہوگیا اور ذاتِ باری تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرنے کے لیے اس نے وسیلہ کی تلاش میں رغبت کی تو ایسا شخص کتاب اللہ، سنتِ رسول اور اجماعِ امت سے حاصل شدہ

.........اب تو گناہوں کی مغفرت ہو ہی نہیں سکتی لہذا عمل کرنا فضول ہے، اس خیال سے عمل کرنا چھوڑ بیٹھے اور گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا جائے اس صورت حال کو قنوط (ناامیدی) کہا جاتا ہے۔ خوف اس کا نام نہیں ہے کیونکہ خوف تو وہ حالت ہے کہ جس سے عمل کی ترغیب پیدا ہو اور تمام شہوات بری معلوم ہوں۔

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں: موت کے قریب رَجا کا غلبہ زیادہ مناسب ہے اس لیے کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے جبکہ قبل از موت خوف کا غلبہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ خوف سے شہوت کی آگ سرد ہو جاتی ہے اور دل سے دنیوی محبت ختم ہو جاتی ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب الخوف و الرجاء، ملخصاً، ج ٤، ص ١٦٤، ١٦٥، دار المعرفة بیروت)

حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی منہاج العابدین میں خود ہی ایک سوال کرتے ہیں اور پھر خود ہی اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

......سوال: کیا اکثر احادیث میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کی ترغیب نہیں آئی ؟

جواب: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ حسنِ ظن نافرمانیوں سے پرہیز، عذابِ الٰہی کا خوف اور اس کے حق بندگی میں کوشش کا نام ہے۔ یہ بات بھی جان لو کہ یہاں پر ایک اصول اور بہت ہی عمدہ نکتہ ہے جس میں اکثر لوگ غلطی کر جاتے ہیں۔ وہ نکتہ رَجا اور تمنا وآرزو کے درمیان فرق ہے (اور ان کے درمیان فرق یہ ہے کہ) رَجا کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے جبکہ تمنا کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ اس کی مثال ملاحظہ ہو: کوئی شخص کھیتی بوتا ہے اور اس میں خوب محنت کرتا ہے اور کھیتی کو غلہ کے کھلیان میں جمع کرتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے: میں امید کرتا ہوں کہ مجھے اس سے سو قفیز حاصل ہوں گے، یہ رَجا (امید) ہے۔ ایک دوسرا آدمی جو نہ تو کھیتی بوتا ہے اور نہ ہی کسی دن کوئی کام کرتا ہے بلکہ سارا سال خوابِ غفلت میں پڑا رہتا ہے اور جب کھیتی کو کھلیان میں جمع کرنے کا وقت آتا ہے تو وہ کہتا ہے: میں امید کرتا ہوں کہ مجھے اس سے سو قفیز حاصل ہوں گے۔ تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ تم یہ امید کس بنا پر کر رہے ہو؟ کیونکہ یہ تو بے بنیاد آرزو ہے۔ اسی طرح بندہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندگی وعبادت میں لگا رہتا ہے اور اس کی نافرمانیوں سے بچتا رہتا ہے پھر یہ بات کہتا ہے: میں امید کرتا ہوں کہ میرے اس ادنیٰ عمل کو قبول فرمائے گا، میری کوتاہیوں کو معاف فرمائے گا، مجھے ثوابِ عظیم عطا فرمائے گا، میری لغزشوں سے درگزر فرمائے گا اور میں اس کی ذات پر حسنِ ظن رکھتا ہوں تو یہ رجا وامید ہے۔ اور اگر معاملہ یہ ہو کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غافل رہے، بندگی وعبادات بھی ترک کیے رکھے، گناہوں کا بھی مرتکب ہوتا رہے، نہ تو اس کی ناراضی کی پرواہ کرے اور نہ ہی اس کی رضا کو حاصل کرنے کی جستجو کرے، اسی طرح اس کے وعدوں وعیدوں کی بھی کوئی پرواہ نہ کرے۔ پھر ایسا شخص جنت کے حصول اور دوزخ سے نجات کی امید رکھے تو یہ رجا نہیں بلکہ تمنا وآرزو ہے کہ جس کی کوئی بنیاد نہیں اور اس کو رجا وامید کہنا غلطی وگمراہی ہے۔''

(منہاج العابدین، ص ۱۶۸، ۱۶۹، دار ابن القیم دمشق)

''.........حدودِ شریعت کی رعایت کرتے ہوئے اہلِ عقل (۲) کے نقشِ قدم کی پیروی کرتا ہے۔یہی وہ صراطِ مستقیم ہے کہ جس کی طرف اس نے اپنے بندوں کو بلایا ہے۔چنانچہ اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْماً فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ (پ:۸،انعام:۱۵۳)	ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ (۳) تو اس پر چلو اور ،اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کردیں گی (۴) یہ تمہیں حکم فرمایا کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔

---

(2)......**عقل کی تعریف:** عقل ایسا نور ہے کہ جس کے ذریعے فائدہ منداور نقصان دہ شے کی تمیز کی جاتی ہے اور وہ نور اپنے صاحب کو گناہوں کے ارتکاب سے باز رکھتا ہے، یا اس سے مراد ایسا نورِ روحانی ہے کہ جس کے ذریعے نفس علومِ ضروریہ ونظریہ کو حاصل کرتا ہے۔اس نور کو عقل اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے صاحب کو نامناسب چیزوں سے روکتا ہے۔

عقلِ سلیم کی علامات: عقلِ سلیم کی تین علامات ہیں:(۱) تقوی،(۲) سچائی،(۳) ترکِ فضولیات۔ (معراج التشوف الی حقائق التصوف،ص۲۳۳تا۲۳۴،دارالکتب العلمیہ بیروت)

(3)......اس سے معلوم ہوا کہ عقائد کی درستی عبادت کی ادائیگی معاملات کی صفائی اور حقوق کا ادا کرنا سیدھا راستہ ہے، جو ان تینوں میں سے کسی میں کوتاہی کرے وہ سیدھے راستے پر نہیں۔ عبادات اور معاملات دو بازوؤں کی طرح ہیں جن میں سے ایک کے بغیر اڑنا ناممکن ہے۔''

(نور العرفان،پ:۸،انعام:۱۵۳)

(4)......صوفیہ کرام فرماتے ہیں: معاملات کی خرابی عبادات کی خرابی تک پہنچا دیتی ہے اور عبادات کی خرابی کبھی عقائد کی خرابی کا ذریعہ بن جاتی ہے،ترکِ مستحب ترکِ سنت کا

اور رسولِ اکرم شاہِ بنی آدم رسولِ محتشم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:
''تم پر میری اور میرے بعد میں آنے والے خلفاءِ راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے اس کو مضبوطی سے تھام لو۔'' (۵)

''..............اور ترکِ سنت ترکِ فرض کا ذریعہ ہے، چور کو پہلے دروازے پر ہی روکو اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔(نور العرفان، پ:۸، انعام:۱۵۳)

(5)......**الوداعی نصیحت:** یہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کی روایت کا ایک حصہ ہے۔ اس کو امام ترمذی و امام ابوداود رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما نے اپنی اپنی سنن میں روایت فرمایا ہے۔ چنانچہ سنن ابوداود میں ہے: حضرت سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کر کے ایسا بیان فرمایا کہ جس سے آنسو بہہ پڑے اور دل خوف زدہ ہو گئے۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم! یوں لگتا ہے کہ یہ بیان، الوداع کہنے والے کی نصیحت کی طرح ہے۔ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم ہمیں کس چیز کی وصیت فرماتے ہیں؟ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے اور امیر کی بات سن کر اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ کثیر اختلافات دیکھے گا تو (اُس وقت) تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاءِ راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے، پس سنت کا دامن مضبوطی سے تھام لینا اس طرح کہ جیسے کوئی چیز داڑھوں سے پکڑتے ہو اور خود کو نئے پیدا ہونے والے کاموں سے بچا کر رکھنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت (سیّئہ) گمراہی ہے۔''

(سنن ابوداود، کتاب السنہ، باب لزوم السنۃ، رقم:۴۶۰۹، ج۴، ص۳۲۹ دار الکتاب العربی)

(اے طالبِ خیر!) جان لو کہ کتاب اللہ کا حق یہ ہے: اس کے حکم پر عمل کرنا خواہ امر ہو یا نہی، اس کی وعید سے خوف اور وعدہ پر امید رکھنا، اس کے متشبہات پر ایمان رکھنا اور اس کے قصوں اور مثالوں سے نصیحت حاصل کرنا جب تم ان باتوں پر عمل پیرا ہو جاؤ گے تو اس وقت تم جہالت کے اندھیروں سے نکل کر نورِ علم میں اور شکوک وشبہات کی اذیت سے نکل کر یقین کی راحت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (بقرۃ:۲۵۷)	ترجمۂ کنزالایمان: اللہ والی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔(٦)

(6)......نومسلموں کو کفر سے نکال کر، گمراہی سے توبہ کرنے والوں کو گمراہی سے نکال کر، دائمی صالحین کو کفر وگمراہی سے بچا کر لہذا یہ آیت سب کو عام ہے۔ اللہ تعالی کا والی ہونا اس طرح ہے کہ وہ خود مومنوں کا والی ہے اور اس کے انبیا، اولیا بھی ان کے والی ہیں۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (مائدۃ:۵۵)	ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے۔

لہذا اس آیت سے نبی ولی کی مدد کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اللہ تعالی حضور صلی اللہ تعالی علیہ واٰلہٖ وسلّم کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (ابراھیم:۱)	ترجمۂ کنزالایمان: کہ تم لوگوں کو اندھیروں سے اجالے میں لاؤ۔

(نور العرفان، ص ٦٦)

نبی کریم رؤف ورحیم صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَ ذٰلِكَ اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ“ ترجمہ: حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور ان کے مابین مشتبہ امور ہیں۔“ (۷) (اے طالبِ خیر!) ان مشتبہ امور کو اختیار کرنے سے بہتر یہ ہے کہ آدمی ان کو ترک کردے۔

---

(7)......یہ اس روایت کا ایک حصہ ہے، جسے امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود، امام نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللّٰہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور مذکورہ الفاظ امام ترمذی رحمۃ اللّٰہ تعالی علیہ کے ہیں، مکمل روایت یہ ہے: ”بے شک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کے متعلق بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ وہ مشتبہ چیزیں حلال ہیں یا حرام ہیں، تو جس نے ان مشتبہ چیزوں کو اپنے دین و عزت کی حفاظت کے لیے ترک کردیا تو وہ محفوظ رہا اور جو مشتبہ چیزوں میں پڑا تو قریب ہے کہ وہ حرام میں مبتلا ہوجائے، وہ اس چرواہے کی مانند ہے جو چراگاہ کے قریب اپنا ریوڑ چراتا ہے، جس کے چراگاہ میں چلے جانے کا اندیشہ ہے۔ سن لو! ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ اشیا ہیں۔“

(سنن الترمذی، کتاب البیوع، الحدیث: ۱۲۰۵، ج۳، ص ۵۱۱، داراحیاء التراث العربی بیروت)

امامِ اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”آدمی کو حظوظِ نفس کی وسعتیں خراب کرتی ہیں، حق سبحانہ وتعالیٰ نے جب انسان کو بحکم: ”الدنیا خضر حلوۃ (دنیا سرسبز میٹھی ہے۔ ابن ماجہ، کتاب الفتن باب فتنۃ النساء، ج۲، ص۱۳۲۵، ت)“ اس سبزہ زار شہد نما، ہرفروش یعنی دنیا میں بھیجا محض رحمت ازلی اس کے قاتل زہر کو الگ چُن کر حد مقرر فرمادی...... اور نواہی شرعیہ (شرعی ممنوعات) کی عام منادی سنادی کہ او غافل بکریو! اس احاطہ کے اندر نہ چرنا! ......تمہارا دشمن بھیڑیا کہ عبارت شیطان سے ہے...... اسی جنگل میں رہتا ہے......................

....

........یہاں کی گھاس اس وقت کی نظر میں تمہیں ہری ہری دوب لہکتی لہلہاتی نظر آتی ہے ......مگر خبردار!......اس میں بالکل زہر بھرا ہے......اب اس مرغزار کی گھاس تین قسم کی ہوگئی... ......کچھ سب کو معلوم ہے کہ اسی قطعہ (ٹکڑے) کی ہے جس میں زہر ہے......اور کچھ اس ٹکڑے سے بہت دور ہے......جسے ہم یقینی اپنے حق میں نافع یا ضرر سے خالی جانتے ہیں......اور جو کچھ اس پہلے خطہ کے آس پاس رہ گئی اس میں شبہ ہے کیا جانیے شاید اس میں کی ہو۔

تو ہم میں جن کو اپنی جان پیاری اور ہوش وخرد کی پاسداری تھی......انہوں نے تو اس تختہ کی اور کوسوں کا طرارا اُبھرا......اور بھولی بھیڑیں اپنی نادانی سے یہی کہتی رہیں کہ......ابھی تو وہ ٹکڑا نہیں آیا ہے ابھی تو دور معلوم ہوتا ہے......یہاں تک کہ خاص اس خطہ میں جا پڑیں اور زہر کی گھاس نے کام تمام کیا۔

آدمی کو اگر پلاؤ کی رکابی دی جائے اور کہہ دیں کہ......اس کے خاص وسط میں روپیہ بھر جگہ کے قریب سنکھیا پسی ہوئی ملی ہے ڈرتے ڈرتے کناروں سے کھائے گا......اور بجائے ایک روپیہ کے چار روپیہ کی جگہ چھوڑ دے گا......کاش! ایسی احتیاط جو اپنے بدن کی محافظت میں کرتا ہے... ...قلب کی نگہداشت میں بجا لاتا۔ اے عزیز! بادشاہوں کا قاعدہ ہے ایک چراگاہ محصور کر لیتے ہیں کہ......رعایا اس میں نہ چرانے پائے، عربی میں اسے "حِمٰی" کہتے ہیں......خدا ورسول کی سچی سلطنت......قاہر بادشاہت میں "حِمٰی" محرمات شرعیہ ہیں......جسے اپنے دین وآبرو کا خیال ہے شبہات سے بچے گا کہ......مبادا آس پاس چراتے چراتے خاص "حِمٰی" میں پڑے، اور جو نہیں مانتے تو قریب ہے کہ انہیں ایک دن یہ واقعہ پیش آجائے۔

(فتاوی رضویہ، ج ۲۳، ص ۵۱۷، ۵۱۸ ، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(اے طالبِ ہدایت!) اپنی نیت کے بارے میں غور کرو! اپنے ارادے کو پہچانو! کیونکہ اصل بدلہ تو نیت ہی پر موقوف ہے، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف کو لازم پکڑ لے کیونکہ {کامل مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ وسلامت رہیں اور کامل مومن وہ ہے کہ جس کے شر سے لوگ امان میں رہیں، (محفوظ رہیں)} (۸) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمایا: ''اطاعت بجالاتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو! اور اس کا خوف اپنے دل میں رکھتے ہوئے اس کی اطاعت کرو! مسلمان کے خون سے اپنے ہاتھ کو، ان کے اموال کھانے سے،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،

(8)......بریکٹوں کے درمیان والی عبارت دراصل ایک حدیث مبارکہ ہے جس کو امام ترمذی ودیگر محدثین رحمہ اللہ تعالٰی علیہم نے راویت کیا ہے۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن مذکورہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں: ''یعنی کامل مسلمان وہ ہے کہ جو لغۃً وشرعاً ہر طرح مسلمان ہو وہ مومن ہے، جو کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے گالی، طعنہ، چغلی وغیرہ نہ کرے کسی کو نہ مارے پیٹے نہ اس کے خلاف کچھ تحریر کرے، یہ حدیث اَخلاق کی جامع ہے۔ مسلمانوں کی سلامتی کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لیے فرمایا کہ بعض صورتوں میں کفار سے لڑنا بھڑنا انہیں برا کہنا عبادت ہے۔ یہاں ظلماً غیبت واذیت مراد ہے، اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ظالم مسلمان کافر ہے یا رحم دل کافر مسلمان ہے۔'' (مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۲۹، ضیاء القران)

شارح بخاری حضرت علامہ مولانا مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''ہاتھ اور زبان کی تخصیص اس لیے ہے کہ زیادہ تر ایذائیں انہیں سے دی جاتی ہیں۔ زبان کو مقدم اس لیے کیا کہ زبان کی ایذا رسانی بہ نسبت ہاتھ کے زیادہ ہوتی ہے، ہاتھ سے صرف موجودین کو ایذا پہنچائی جاسکتی ہے مگر زبان سے حاضر غائب، زندہ مردہ سبھی کو ایذا دی جاسکتی ہے، نیز یہ کہ زبان بہ نسبت ہاتھ کے زیادہ اذیت ناک ہوتی ہے۔،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،

اپنے پیٹ کو، اوران کی عزت برباد کرنے سے اپنی زبان کو روکے رکھو...... ہر ایک معاملہ میں اپنے نفس کا محاسبہ کرو اور ہر آن خوفِ خدا رکھو۔" (۹)

حضورِ اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "مشرکین کی ہجو کرو یہ انہیں تیر سے زیادہ سخت ہے۔" (نزھۃ القاری، ج۱، ص۳۰۸، فرید بک سٹال)

(9)...... باطنی مہلکات، ان کی آفات، نفس کی معرفت، اس کی اقسام، خواہشات کی اقسام، ان کی معرفت، مجاہدہ کے فضائل، محاسبۂ نفس کے رہنما اصول اور سلف وصالحین کے محاسبۂ نفس کے واقعات کا مطالعہ کرنے کے لیے راقم الحروف کی تالیف **"شیطان کا بڑا بھائی"** کا مطالعہ کریں، اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بہت کچھ سیکھنے کو ملے گا۔

محاسبہ کی تعریف: اوقات کے ضائع ہوجانے پر اپنے نفس پر عتاب کرنا۔ مُحَاسَبَہ دن کے آخری حصہ میں ہوتا ہے جیسا کہ مُشَارَطَہ دن کے ابتدائی حصہ میں ہوتا ہے۔

(رسائل لاحمد بن عجیبہ رسالۃ: معراج التشوف الی حقائق التصوف، ص۲۱۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت سیّدنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "مومن اپنے نفس پر حاکم ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے اور ان لوگوں کا حساب آسان ہوگا جو دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں جبکہ ان کا حساب سخت ہوگا جنہوں نے اس معاملہ میں سستی کی اور اپنے نفس کا محاسبہ نہ کیا۔ مومن کے سامنے اچانک کوئی بات آتی ہے تو وہ اسے کہتا ہے: قسم بخدا! تو مجھے اچھی لگتی ہے اور تو میری ضرورت بھی ہے لیکن کیا کروں تیرے اور میرے درمیان ایک رکاوٹ کھڑی کردی گئی ہے۔

پھر فرمایا: بعض اوقات اس سے کوتاہی ہوجاتی ہے تو وہ اپنے نفس سے کہتا ہے: اس سُستی سے تیرا کیا ارادہ ہے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اس سلسلے میں تیرا عذر قبول نہیں کیا جائے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں آئندہ کبھی بھی یہ کام نہیں کروں گا، اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ۔ اور فرمایا: مومن دنیا میں قیدی کی طرح ہے جو اپنی آزادی کی کوششوں میں مصروف رہتا ہے حتی کہ،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا: ''اپنا محاسبہ کرلو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے،،،،،،،،، اپنے آپ کو جانچ لو قبل اس کے کہ تمھیں جانچا جائے،،،،،، اور اس عظیم دن (قیامت) کے لیے تیار ہو جاؤ کہ جس دن کوئی بھی شے مخفی نہ رہے گی۔'' (۱۰)

،،،،،،،،،،،،،،، رب تعالی سے ملاقات کرتا ہے اور اس کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سمع (سننے)، بصر (دیکھنے)، لسان (بولنے) اور تمام اعضا کے بارے میں اس سے ضرور پوچھ گچھ ہوگی۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۱۷۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے مروی ہے: ''ہمارے شیوخ اپنے ہر قول و فعل پر اپنے نفس کا محاسبہ کیا کرتے اور اس کو ایک رجسٹر میں محفوظ کر لیتے۔ نمازِ عشا کے بعد اپنے نفس کا محاسبہ کرتے اور رجسٹر کھول کر اپنے اقوال و افعال میں غور و فکر کرتے ، اگر کوئی قول یا فعل قابلِ اِستِغفار ہوتا تو اِستِغفار کرتے اگر کوئی قول یا فعل قابلِ توبہ ہوتا تو توبہ کرتے اور اگر کوئی قول یا فعل قابلِ شکر ہوتا تو شکر کرتے ، اس کے بعد وہ آرام کرتے۔''

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر، ج ٥، ص ٨٦، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(10)......حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ فرمان امام ترمذی نے اپنی سنن میں ابواب صفۃ القیامۃ ج ۴، ص ۶۳۸، کے تحت نقل فرمایا ہے۔

حضرت سیدنا میمون بن مہران رضی اللہ تعالی عنہ کا فرمان ہے: ''کوئی بندہ اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنا محاسبہ اس سے بھی زیادہ کرے جتنا کہ کوئی شریک اپنے ساتھی کا کیا کرتا ہے کہ اس کا کھانا اور پینا کہاں سے آیا۔''

(ترمذی، ج ٤، ص ٦٣٨، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(اے طالب ہدایت!) اپنے دین کے معاملہ میں خوفِ خدا کو اپنے دل میں بسالو،، ،، اپنے تمام معاملات میں اس کی رحمت کے امیدوار رہو،،،،، اور مصیبت کے وقت صبر اختیار کرو۔(١١)

حضرت سیّدنا علی کرم اللّٰہ تعالی وجھہ الکریم نے ارشاد فرمایا: ''اپنے گناہوں کے علاوہ کسی شے کا خوف نہ رکھو،،،،،، اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی سے امید نہ رکھو،،،،،، جس چیز کا تمہیں علم حاصل نہیں ہے اس کو سیکھنے سے نہ شرماؤ،،،،،، اور جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے بارے میں اگر کوئی سوال کرے تو ''لَا اَعْلَمُ (میں نہیں جانتا)'' کہنے سے نہ شرماؤ،،،،،، (یہ بات یاد رکھو کہ صبر کو ایمان میں وہی حیثیت حاصل ہے جو سر کو جسم میں حاصل ہے کہ اگر سر کو کاٹ دیا جائے تو پورا جسم ہی جاتا رہے گا(١٢)۔)

---

(11)..... **صبر کی تعریف** :دل کو رب تبارک وتعالیٰ کے حکم پر ثابت قدم رکھنے کا نام صبر ہے۔

عوام کا صبر: طاعات کی بجا آوری اور مخالفتِ شرع کو ختم کرنے پر صبر کرنا۔

خواص کا صبر :ریاضات ومجاہدات پر صبر کرنا۔

(رسائل لاحمد بن عجیبہ،رسالۃ:معراج التشوف الی حقائق التصوف،ص٢١٦،دارالکتب العلمیہ بیروت)

(12)......(شعب الایمان،القول فی زیادۃ الایمان،رقم:٤٠،ج١،ص١٤٦،مکتبۃ الرشد ریاض)

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالی عنہ کا ارشادِ مبارک ہے: ''**علم تین ہیں:** (١) کتاب اللّٰہ، (٢) سنت رسول اللّٰہ، (٣) اور ''لَا اَدْرِیْ'' کہنا۔(تاریخ ابن عساکر،ج١٧،ص٣١٨،دارالفکر بیروت۔جامع الصغیر،رقم:٥٧١٠،ص٣٥٢،دارالفکر بیروت۔فیض القدیر شرح جامع الصغیر،ج٤،ص٥٠٨،دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ مناوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''جب کسی سے سوال کیا جائے اور وہ اس کا علم نہ رکھتا ہو تو ''لَا اَدْرِیْ'' یا ''لَا اَعْلَمُ'' یا ''اَللّٰہُ اَعْلَمُ'' کہہ دے، اس کا ''لَا اَعْلَمُ'' کہنا،،،،،،،،،،،،،،،

،،،،،،،،اس کی شان وعظمت کو کم نہ کرے گا جیسا کہ بعض جہلا گمان کرتے ہیں، کیونکہ ایک اچھے عالمِ دین کا بعض مسائل سے لاعلم ہونا اس کو ضرر نہیں دیتا، ہاں اس کا ''لَا اَعْلَمُ'' کہنا اس کے مرتبہ و عزت کو بلند ضرور کرے گا کیونکہ اس کا یہ کہنا اس کے دین کی پختگی، تقوی، طہارتِ قلبی، کمالِ معرفت اور حسنِ نیت پر محمول ہوگا۔ یہ جملہ کہنے سے وہی انکار کرے گا جس کی دیانت داری کمزور اور معرفت قلیل ہوا ایسا شخص لوگوں کی نظروں سے گرنے کا تو خوف رکھتا ہے لیکن رب تعالیٰ کی بارگاہ سے دھتکارے جانے کا خوف نہیں رکھتا یہ اس کی جہالت اور دین کی کمزوری ہے۔ اسی وجہ سے ائمہ اربعہ تک سے یہ جملہ یعنی ''لَا اَدْرِیْ'' کہنا منقول ہے۔'' (فیض القدیر،ج٤،ص٥٠٩،دارالکتب العلمیہ بیروت)

مسئلہ بتانے والے کے برابر ثواب، امام غزالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر نامعلوم مسئلہ میں خاموش رہے تو اس کو اس شخص کے برابر ثواب ملے گا جو مسئلہ بتادے۔'' (احیاء العلوم، کتاب العلم، الباب السادس، ج١، ص٦٩، دارالمعرفۃ بیروت)

بعض اہلِ علم سے منقول ہے کہ ''لَا اَدْرِیْ'' کہنا سیکھو! 'اَدْرِیْ'' کہنا نہ سیکھو کیونکہ جب تم ''لَا اَدْرِیْ'' کہو گے وہ لوگ تمہیں سکھائیں گے حتی کہ تم جان لو گے اور اگر تم ''اَدْرِیْ'' کہتے رہے (اگرچہ تمہیں اس کا علم نہ ہو) تو تم سے اتنی کثرت سے سوال کریں گے کہ تم لاجواب ہوجاؤ گے۔''

(جامع بیان العلم وفضلہ، ج٢، ص٥٥، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اللہ کی قسم یہ شخص عالم ہے، حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے حضرت عامر بن شعبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (جو کہ زمانہ تابعین کے ممتاز عالمِ دین تھے) سے کسی مسئلہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''لَا اَدْرِیْ''۔ اس پر حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم یہ شخص عالم ہے کہ اس سے جب ایسے مسئلہ کے بارے میں سوال ہوا کہ جس کو یہ نہیں جانتا تھا تو اس نے ''لَا اَدْرِیْ'' کہہ دیا۔'' (التعلیقات علی رسالۃ المسترشدین، ص٤٨، دارالسلام)

حضرت سیدنا علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کا ارشاد ہے: ''میری پانچ باتیں یاد رکھو!،،،،،،

(امام محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں) لہٰذا جب تو کوئی ایسی بات سنے کہ جو تجھے اپنی ذات کے معاملے میں غصہ دلائے تو اس سے درگزر کر اور معاف کر دے، بے شک یہ عظیم کام ہے۔ (۱۳)

حضرت سیّدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے: ''خوفِ خدا رکھنے والا اپنے غصے کو تقویت نہیں دیتا اور نہ ہی ہر خواہش پر عمل پیرا ہوتا ہے، اگر قیامت کا دن نہ ہوتا تو جو تم دیکھتے ہو اس کے سوا معاملات دیکھتے۔'' (امام محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں) اپنے ارادوں کی حفاظت کر اور دوسروں کے عیب ٹٹولنے کے بجائے اپنی اصلاح میں مشغول ہو جا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ''آدمی کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ

''............ (اور یہ ایسی عمدہ اور نایاب ہیں کہ) اگر تم اونٹوں پر سوار ہو کر بھی ان کو تلاش کرو تو اونٹ تھک جائیں گے لیکن یہ باتیں نہ مل سکیں گی (۱) بندہ صرف اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے امید رکھے، (۲) اپنے گناہوں کے سبب ڈرتا رہے، (۳) جاہل علم کے بارے میں سوال کرنے سے نہ شرمائے، (۴) اگر عالم کو کسی مسئلہ کا علم نہ ہو تو اللّٰہ اَعْلَمُ کہنے سے نہ شرمائے، (۵) ایمان میں صبر کی حیثیت ایسی ہے جیسے جسم میں سر کی کہ جب سر کو کاٹ دیا جائے تو جسم سڑ جائے گا، جو صابر نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔'' (شعب الایمان، باب الصبر علی الصائب، ج ۱۲، ص ۱۹۵)

(13)...... **چہرے پر تھوکنے والے کو معاف کر دیا:** حضرت علی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم کے بارے میں منقول ہے کہ جہاد میں ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک دشمن پہلوان پر قابو پالیا اور قتل کرنے لگے تھے کہ اس نے آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے چہرے پر تھوک دیا۔ ولیوں کے سردار حضرت علی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم نے اپنے غصہ کی آگ کو بجھا دیا اور تلوار ڈال دی۔ کافر آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے اس عمل کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے پوچھا:..............

....

،،،،،،،،،، میں آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے قابو میں تھا پھر آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے کیا دیکھ لیا کہ آپ کا غصہ ختم ہو گیا؟ کون سی ایسی شے دیکھ لی کہ میری جان بخشی کر دی؟

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم نے اس کافر سے فرمایا: جب تو نے میرے چہرے پر تھوکا تو نفس میں اشتعال پیدا ہو، آدھا جہاد اور آدھا میری خواہشِ نفسانی میں بٹ گیا لیکن اللہ تعالی کے کام میں تو شرکت نہیں، (اس لیے تمہیں چھوڑ دیا) کافر نے یہ بات سنی تو اس کے دل میں ایک نور پیدا ہوا اور اس نے اپنے خاندان کے پچاس افراد سمیت کفر سے توبہ کر لی۔''

(مثنوی مولانا روم، ص ۱۴۹ تا ۱۵۶، دفتر اول، ملخصاً، خدیجہ پبلی کیشنز لاھور)

عیب ٹٹولنے کی ممانعت: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَجَسَّسُوْا (پ:۲۶، الحجرات:۱۲) **ترجمۂ کنز الایمان:** اور عیب نہ ڈھونڈو۔

مذکورہ آیت کے تحت خزائن العرفان میں ہے: ''یعنی مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو اور ان کے چھپے حال کی جستجو میں نہ رہو جسے اللہ تعالی نے اپنی ستاری سے چھپایا۔''

(خزائن العرفان، پ:۲۶، الحجرات:۱۲)

کتے کی شکل میں اٹھنے والے: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الھمازون واللمازون والمشاؤون بالنمیمة الباغون للبرآء العنت یحشرھم اللہ فی وجوہ الکلاب۔ یعنی: غیبت کرنے والوں، چغل خوروں اور پاکباز لوگوں کے عیب تلاش کرنے والوں کو اللہ عزوجل (قیامت کے دن) کتوں کی شکل میں اٹھائے گا۔''

(الترغیب والترھیب، کتاب الادب، رقم:۴۲۷۷، ج۳، ص ۳۲۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عیب جو رسوا ہو جاتا ہے: سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ولا تتبعوا عوراتھم، فانہ من یتبع عورات المسلمین یتبع اللہ عورتہ،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،

''''''''''''ومن يتبع الله عورته يفضح و هو فی بیته جو اپنے مسلمان بھائی کا عیب تلاش کریگا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس (عیب تلاش کرنے والے) کا عیب ظاہر فرمادے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کا عیب ظاہر فرمادے تو اسے رسوا کردیتا ہے اگرچہ وہ اپنے گھر کے تہہ خانہ میں ہو۔''

(شعب الایمان، باب تحریم اعراض الناس، رقم:٦٢٧٨، ج٩، ص٧٤، مکتبة الرشد ریاض)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''اپنے عیب ڈھونڈنا عبادت ہے، دوسروں کے عیب ڈھونڈھنا برا ہے۔ خیال رہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں میں عیب جوئی کفر ہے بعض بدنصیبوں کو نبیوں ولیوں میں عیب جوئی کی عادت ہوتی ہے۔''

(مراۃ المناجیح، کتاب الادب، باب حفظ اللسان الخ، ج٦، ص٣٣٤، قادری پبلی کیشنز لاھور)

اللہ تعالیٰ کے بُرے بندے: اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''وشرار عباد اللّٰہ المشاؤن بالنمیمة المفرقون بین الاحبة الباغون البراء العنت۔ یعنی: اللہ تعالیٰ کے بُرے بندے وہ ہیں جو چُغل خوری کرتے، دوستوں میں جدائی ڈالتے اور نیک لوگوں کے عیب تلاش کرتے ہیں۔'' (مسند امام احمد، عبد الرحمن بن غنم رقم:١٨٠١٩، ج٤، ص٢٢٧، مؤسسة قرطبه)

عیب ڈھونڈنے کی ممانعت اور اس کی امثلہ جاننے کے لیے فیضان سنت جلد ٢ کا باب ''نیکی کی دعوت'' صفحہ ٣٩٨ تا ٤٠٢ کا مطالعہ فرمائیں۔

تونے روم میں جہاد کیا ہے؟ سفیان بن واسطی کہتے ہیں کہ میں نے قاضی ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ایک شخص کا برا تذکرہ کیا تو آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تو نے روم میں جہاد کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ پھر فرمایا: کیا تو نے سندھ، ہند اور تُرک میں جہاد کیا؟ میں نے عرض کی نہیں۔ اس پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ''''''''''''''''

''۔۔۔۔۔۔۔نے فرمایا: تم سے روم، سندھ، ہند اور تُرک تو محفوظ رہے لیکن تیرا مسلمان بھائی تجھ سے محفوظ نہ رہا۔ سفیان بن واسطی کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں نے کبھی بھی کسی کا کوئی عیب بیان نہیں کیا۔'' (البدایہ والنہایۃ، ایاس بن معاویہ، ج۹، ص۳۶۷، دار احیاء التراث العربی)

کسی کا عیب بیان کرنا بعض اوقات غیبت بھی ہوتا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں غیبت کی تعریف بھی بیان کردی جائے۔

غیبت کی تعریف: صدرُ الشّریعہ، بدرُ الطّریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غیبت کی تعریف اس طرح بیان کی: ''غیبت کے یہ معنی ہیں کہ کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو (جس کو وہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہونا پسند نہ کرتا ہو) اس کی برائی کرنے کے طور پر ذکر کرنا اور اگر اس میں وہ بات ہی نہ ہو تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے۔''

(بہارِ شریعت، جلد۳، حصہ۱۶، ص۵۳۲، مکتبۃ المدینہ)

غیبت کی مذمت، اس کے جائز و ناجائز ہونے کی صورتیں، عمومی کی جانی والی غیبت کی سینکڑوں مثالیں اور اس کے علاوہ غیبت کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرنے کے لیے ''فیضانِ سنت'' جلد۲ کا باب ''غیبت کی تباہ کاریاں'' کا از ابتدا تا انتہا مطالعہ کریں آپ بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ اس موضوع پر یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔

............لوگوں کے عیب تو اس پر آشکار ہوں لیکن اپنی ذات میں پائے جانے والے اسی طرح کے عیب اس کو نظر نہ آئیں ، وہ لوگوں پر ان چیزوں کی وجہ سے ناراض ہو کہ جو خود بھی کرتا ہے، یا اپنے ہم نشین کو تکلیف پہنچائے یا لوگوں کے متعلق بے مطلب بات کہے۔''

(اے طالب ہدایت!) اپنی تدبیر پر بھروسہ کرنا چھوڑ دو اور اپنی عقل کو اللہ عزوجل کی رضا کے لیے استعمال کرو اور تقدیر کی تبدیلی کے لیے اللہ عزوجل سے مدد طلب کرو۔

حضرت سیّدنا علی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم کا ارشاد ہے: ''اے ابنِ آدم! مالداری پر خوش نہ ہونا، فقر و تنگدستی میں مایوس نہ ہونا، آزمائش میں غمزدہ نہ ہونا اور فراخی کی زندگی پر خوش نہ ہونا کیونکہ جس طرح سونے کی جانچ آگ سے ہوتی ہے اسی طرحِ نیک بندے کی جانچ آزمائش کے ذریعے ہوتی ہے۔(۱۴)

---

(14).....حضرت ابوعمامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل تم میں سے ہر ایک کو مصیبت میں مبتلا کر کے آزماتا ہے جیسا کہ تم سونے کو آگ میں ڈال کر اسے آزماتے ہو (یعنی اس کی جانچ کرتے ہو) تم میں سے بعض تو اس مصیبت سے سونے کی طرح صاف و ستھرے ہو کر نکلتے ہیں، یہ وہ ہیں کہ جن کو اللہ عزوجل گناہوں سے نجات عطا فرما دے۔ تم میں سے بعض اس مصیبت سے اس سونے کی طرح نکلتے ہیں کہ جس پر کچھ میل باقی ہو، یہ وہ ہیں کہ جن میں گناہوں کا کچھ میلان باقی ہو اور تم میں سے بعض اس مصیبت سے کالے سونے کی طرح نکلتے ہیں، یہ وہ ہیں کہ جن کو فتنہ میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔''

(المستدرك للحاكم، كتاب الرقاق، رقم:۷۸۷۸، ج٤، ص ۳۵۰، دار الكتب العلميه)

(اے طالبِ خیر!) خواہشات کو ترک کیے بغیر تو اپنی مراد کو نہیں پا سکتا اور ناپسند امور پر صبر کیے بغیر تو اپنی آرزو تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔(۱۵)

حضرت سیّدنا ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشادِ سعادت بنیاد ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تقسیم پر راضی رہو تم لوگوں میں سب سے بڑے غنی بن جاؤ گے،(۱۶) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حرام کردہ اشیاء سے پرہیز کرو تم لوگوں میں سب سے بڑے متقی بن جاؤ گے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی فرض کردہ عبادات بجالاؤ تم لوگوں میں سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے۔(۱۷)

(اے طالبِ خیر!) ارحم الراحمین ذات کی شکایت لوگوں کے پاس نہ کرو بلکہ ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد طلب کرو تم اس کے خاص بندوں میں سے ہو جاؤ گے۔

---

(15)......نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کا ارشادِ گرامی ہے: ''جہنم کو شہوات سے ڈھانپ دیا گیا ہے اور جنت کو نفس کی مخالفت سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔''

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشھوات، ج۵، ص۲۳۷۹، دار ابن کثیر)

(16)......**تھوڑے عمل سے راضی:** حضرت سیّدنا علی کَرَّمَ اللہ تعالیٰ وَجْهَهُ الْكَرِيْم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''وَمَنْ رَضِيَ بِالْقَلِيْلِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِالْقَلِيْلِ مِنَ الْعَمَلِ۝ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تھوڑے رزق پر راضی ہوگا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس کے تھوڑے عمل سے راضی ہو جائے گا۔''

(شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب، ج۱۲، ص۳۵۵، مکتبۃ الرشد ریاض)

(17)......یہ روایت شعب الایمان، باب القدر خیرہ وشرہ، ج۱، ص۳۷۷ پر موجود ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے ارشادفرمایا: (اے بیٹے!) لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے ناامید ہو جاؤ یہی غنٰی ہے اور لوگوں سے اپنی حاجات طلب کرنے سے پہلوتہی اختیار کرو کیونکہ یہی فقر ہے،(۱۸)

(18)......**فقر کی تعریف** : ہاتھ کا دنیا سے خالی ہونا اور دل کا شکوہ کرنے سے باز رہنا۔

(رسائل لاحمد بن عجیبہ رسالۃ معراج التشوف الی حقائق التصوف، ص ۲۱۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''فقر کے معنی ہیں خالی ہونا، فقیر وہ ہے جو مال سے خالی ہو۔ شریعت میں فقیر وہ ہے جس کے پاس مال کم ہو، طریقت میں فقیر وہ ہے جس کا دل تکبر و غرور سے خالی ہو اور اس میں تواضع و انکساری اور مساکین سے محبت ہو۔ بے صبری والا فقر رب تعالٰی کا عذاب ہے، اس کے متعلق (سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: فقر کبھی کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ (شعب الایمان، ج۹، ص۱۲) اس باب (فضل الفقراء) میں اس فقر کی تعریفیں ہیں کہ مع صبر ہو۔'' (مراۃ المناجیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء، ج۷، ص ٤٥، قادری پبلی کیشنز لاہور)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْفَقْرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْقِلَّۃِ وَالذِّلَّۃِ وَاَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ ۔ اے اللہ عزوجل میں تیری پناہ مانگتا ہوں فقیری، (اخلاق کی) کمی اور ذلت سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ ستاؤں یا ستایا جاؤں۔''

(السنن للنسائی، کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذۃ من الذلۃ، ج۲، ص ۳۱٤، قدیمی کتب خانہ)

اس حدیث پاک کی شرح میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''فقیری سے مراد دل کی فقیری ہے یا قناعت نہ ہونا یا مال کی فقیری جو کفر اور گناہوں تک پہنچا دے۔ صوفیہ فرماتے ہیں: ''فقر کے معنی ہیں پیٹھ توڑنے والی چیز، یہ چار قسم کا ہے:

(۱)......حاجتوں اور ضرورتوں کا پیش رہنا، یہ سارے انسانوں کو ہے،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،

....

..........رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ'' (اور تم سب محتاج ہو، پارہ ۲۶، محمد: ۳۸)

(۲) ضروریات کا پورا نہ ہونا جس سے انسان زکوۃ لینے کے قابل ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ''اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ (زکوۃ انہیں لوگوں کے لیے ہے، محتاج......، پارہ ۱۰، توبہ: ۶۰)'' (۳)......دل کی ہوس، (۴)......رب تعالیٰ کی محتاجی۔ حضور علیہ السلام نے تیسرے فقر سے پناہ مانگی ہے۔ پہلے اور چوتھے فقر میں فرق یہ ہے کہ پہلا اضطراری ہے اور چوتھا اختیاری ہے جو انبیا اور خاص اولیا کو حاصل ہوتا ہے۔'' (مراۃ المناجیح، ج ٤، ص ٧٤، قادری پبلی کیشنز لاہور)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم کو یہ دعا فرماتے ہوئے سنا: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ o (اے اللہ! میں کفر اور فقیری سے تیری پناہ لیتا ہوں) ایک شخص نے عرض کی: کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ فرمایا: ہاں۔''

(السنن للنسائی، کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذۃ من شر الکفر، ج ٢، ص ٣١٦، قدیمی کتب خانہ)

مذکورہ حدیث کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''کیونکہ فقیر بے صبرے عموماً چوری، جھوٹی گواہی دے کر گناہ تو کیا ہی کرتے ہیں مگر کبھی ایسی شکایتیں کر ڈالتے ہیں جو صریح کفر ہوتی ہیں یہاں وہی فقر مراد ہے، ''اَلْفَقْرُ فَخْرِی'' والا فقر کچھ اور ہے۔''

(مراۃ المناجیح، ج ٤، ص ٨٢، قادری پبلی کیشنز)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں ہی وہ پہلا شخص ہوں کہ جو جنت کی زنجیر کو ہلائے گا پس اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے میرے لیے کھولے گا، اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقرا مسلمان ہوں گے اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا۔''

(ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی، ج ٥، ص ٣٨٧، دار احیاء التراث العربی)

....

،،،،،،،،،،،،،،،اس حدیثِ پاک کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''اس فرمانِ عالیشان کی شرح وہ حدیث ہے کہ فقرا بمقابلہ اغنیا کے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔'' (ترمذی، کتاب الزہد، باب فضل الفقراء، ج۴، ص۵۷۸، دار احیاء التراث العربی)

خیال رہے کہ یہاں فقر سے مراد محتاج الی الخلق (مخلوق کی محتاجی) نہیں کہ یہ فقیری تو نفس کی ہے جس سے حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے پناہ مانگی ہے، بلکہ اس سے مراد محتاج الی اللّٰہ (رب تعالٰی کی محتاجی) ہے، جسے حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے اپنے لیے فخر فرمایا، ''اَلْفَقْرُ فَخْرِی''۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ: فقیر وہ ہے جو عدم (کسی بھی شے کے نہ ہونے) کے وقت صابر اور وجود (کسی شے کے موجود ہونے) کے وقت باذل (خرچ کرنے والا) وسخی ہو، لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالٰی عنہ) جنت میں آخر میں پہنچیں گے کیونکہ وہ مال کے غنی تھے، دل کے فقر والے۔'' (مراٰۃ المناجیح، ج۸، ص۲۷، ضیاء القرآن)

نوٹ: روایت، ''اَلْفَقْرُ فَخْرِی'' کو محدثین کی ایک جماعت نے موضوع قرار دیا ہے۔

(المقاصد الحسنۃ، ص ۴۸۰)

حضرت جعفر خلدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے چھ سو مشائخ کی خدمت کی لیکن چار مسائل میں مجھے تشفی حاصل نہ ہوئی۔ حتی کہ سرکار دو عالم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا: اپنے مسائل کے بارے میں سوال کرلو!

میں نے عرض کی یارسول اللّٰہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم! عقل کیا ہے؟ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اس کا ادنی درجہ یہ ہے کہ ذات باری تعالٰی کے متعلق غور وفکر نہ کرے۔

میں نے عرض کی: توحید کیا ہے؟ فرمایا: جس چیز کا وہم ہو یا فہم جس کو واضح کرے،،،،،،،،،،،،،،

اور جب تم نماز پڑھو تو زندگی کی آخری نماز سمجھ کر پڑھو،(١٩) یہ بات بھی یاد رکھو کہ تم اس وقت تک حلاوتِ ایمان کو نہیں پا سکتے جب تک کہ تم اس بات پر ایمان نہ لے آؤ کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے۔(٢٠) حق بات کہو اور خود بھی اس پر عمل کرو اس کی برکت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ تمھاری بصیرت اور نورِ ایمان میں اضافہ فرمادے گا۔ اس شخص کی طرح نہ ہونا جو لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرے لیکن خود اس پر عمل پیرا نہ ہو ورنہ تمہیں اس کے وبال اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

.....اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے ماسوا ہے۔ میں نے عرض کی: تصوف کیا ہے؟ فرمایا: دعووں کو ترک کر دینا۔ میں نے عرض کی: فقر کیا ہے؟ فرمایا: فقر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رازوں میں سے ایک راز ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ جس نے اس کو پوشیدہ رکھا تو اس کا اہل ہے اسے اس میں ترقی عطا فرمائے گا۔ جس نے اس کو ظاہر کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس فقر کو سلب فرمالے گا۔" (رسائل لاحمد بن عجیبہ،معراج التشوف الی حقائق التصوف،ص ٢٢٧۔٢٢٨ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(19)......**الوداعی نماز:** ہمارے اَسلاف اس قول کے بہترین نمونہ تھے، چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی نقل فرماتے ہیں: "مشہور تابعی بزرگ حضرت عبدالرحمٰن بن ابو نُعم رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے اگر یہ کہا جاتا کہ ملک الموت آپ کی روح قبض کرنے آرہے ہیں تو وہ (کثرتِ عبادات کے سبب) اپنی عبادت پر کچھ بھی زیادتی نہ کر سکتے۔" (تہذیب التہذیب، ج ٥، ص ١٨٨، دارالفکر بیروت)

(20)......**تقدیر کی تعریف:** ہر بھلائی، بُرائی اُس نے اپنے علمِ اَزلی کے موافق مقدر فرما دی ہے، جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا، اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ لیا تو یہ نہیں کہ جیسا اُس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے، بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اُس نے لکھ دیا۔ زید کے ذمہ برائی لکھی اس لیے کہ زید برائی کرنے والا تھا، اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا وہ اُس کے لیے بھلائی لکھتا تو اُس کے علم یا اُس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔" (بہارِ شریعت، ج ١، ص ١١، مکتبۃ المدینہ)

اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (صف:۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔(۲۱)

نبی کریم رؤف ورحیم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو دوسروں کو تو نصیحت کرے اور خود نصیحت نہ پکڑے، لوگوں کو ڈرائے اور خود نہ ڈرے اور لوگوں کو تو برے کاموں سے روکے اور خود نہ رکے تو وہ خسارے میں ہے۔''

(اے طالبِ خیر!) عاقل و متقی کے سوا کسی سے میل جول نہ رکھو اور صاحبِ بصیرت عالم کے سوا کسی کے پاس مت بیٹھو!(۲۲) کیونکہ رسولِ اکرم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کی گئی ہمارے ہمنشینوں میں سے بہترین ہمنشین کون ہے؟..............

(21)...... اس سے ماقبل آیت میں ارشاد فرمایا: ترجمہ: کنزالایمان: ''اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔'' ان آیات کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''اس آیت میں بہت سی صورتیں داخل ہیں لوگوں کو اچھی باتیں بتائے مگر خود عمل نہ کرے۔ یعنی بے عمل واعظ مزید آگے چل کر فرماتے ہیں: ''معلوم ہوا کہ عالم واعظ کو باعمل ہونا چاہیے۔'' (نورالعرفان: ص ۸۸۰)

اسلاف میں ایک بزرگ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ سے کہا گیا: ہمیں حدیث سنایئے! تو انہوں نے فرمایا: کیا تم مجھے اس بات کا حکم دیتے ہو کہ میں وہ کہوں جو میں نہیں کرتا اور اس طرح میں اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا سامان کروں۔ (روح البیان، ج۹، ص ۴۹۴، کوئٹہ)

(22)...... علما کی مجالس، حضرت حسن بصری عَلَيْهِ رَحْمَةُ القَوِی کا ارشاد گرامی ہے: ''دنیا تمام کی تمام تاریک ہے سوائے علما کی مجالس کے۔''

(جامع بیان العلم وفضلہ، ص ۷۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

.............تو ارشاد فرمایا: جس کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے، جسے دیکھ کر تمھیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد آجائے اور جس کا عمل تمھیں آخرت کی یاد دلائے ۔"(۲۳)..........

(23)......یہ روایت علامہ سیوطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْقَوِی نے جامع الصغیر (حدیث:۳۹۹۵) میں نقل کی ہے۔

اس فرمان کی شرح کرتے ہوئے علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فیض القدیر میں فرماتے ہیں: "حکیم ترمذی فرماتے ہیں: یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں، ان سے قربِ خداوندی کی رونق، عظمتِ باری تعالی کی ہیبت اور انس و وقار ظاہر ہوتا ہے۔ان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت وقدرت کے آثار کے سبب جب کوئی ان کی زیارت کرتا ہے تو اس کے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔انسان کا دل ان تمام اشیا کا سرچشمہ ہے اور نور کی جائے قیام ہے، آدمی کا چہرہ دل سے فیض حاصل کرتا ہے پس جب دل پر ذاتِ باری تعالی کے نور کی جلوہ پاشی ہوگی تو یہی نور چہرہ سے ظاہر ہوگا لہذا جب بھی تمہاری نظر کسی مردِ باکمال پر پڑے گی تو تمہارا دل تقوی و نیکی کی جانب مائل ہوگا۔اسی طرح جب سلطانِ حق کا نور دل پر پڑتا ہے تو چہرے سے اس کا ظہور ہوتا ہے اور جب تم ایسے مردِ قلندر کی زیارت کرو گے تو تمہارا دل حق وصداقت کی طرف مائل ہو جائے گا اور تم پر حق واستقامت کی ہیبت چھا جائے گی۔اسی طرح دل پر جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نورِ عظمت اور جلال کی جلوہ گری ہوگی تو یہ چہرے سے ظاہر ہوں گے اور جب تمہاری نظر ایسے صالح مرد پر پڑے گی تو تمھیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت وجلال اور بادشاہت کی یاد آئے گی۔اور جب دل پر رب تعالی کے نور جو کہ منبعِ انوار ہے اس کی بارش ہوگی تو اس کی زیارت آپ کو نقائص سے بچائے گی۔دل کی تو یہی شان ہے کہ وہ چہرے کو اوصافِ حمیدہ سے رونق بخشتا ہے اور آبِ حیات سے سیراب کرتا ہے اور چہرے سے وہی چیز ظاہر ہوتی ہے کہ جو دل میں ہوتی ہے تو ان انوار میں سے ہر ایک نور دل میں ہے اور چہرہ اس سے فیض حاصل کرتا ہے۔"

(فیض القدیر، ج۳،ص۶۲۳،دار الکتب العلمیہ بیروت)

...............حق بات کے سامنے پست ہو جاؤ اور اس کی اتباع کرو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد پر ثابت قدم رہو تم اس کے قرب کی دولت سے سرفراز ہو جاؤ گے۔

نبی کریم صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''عاجزی کرنے والوں، تواضع کرنے والوں، خوفِ خدا رکھنے والوں اور کثرت سے ذکر کرنے والوں کو بروزِ قیامت قربِ خداوندی کی نعمت نصیب ہوگی۔''(۲۴) (اے طالب رشد وہدایت!)

اپنے معاملات کے بارے میں خوفِ خدا رکھنے والے افراد سے مشاورت کر(۲۵)،

پرجلال شخصیت: حضرت زکریا انصاری رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ پرجلال شخصیت کے مالک تھے، اس کے باوجود جب کوئی آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ کی زیارت سے مشرف ہوتا تو اس کا دل سکون وراحت سے معمور ہو جاتا اور یہ آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ کی ولایت کی علامت تھی۔

(الطبقات الصغرٰی، ص ۳۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(24)......یہ روایت الزھد لابن مبارک، باب فی صفۃ الجنۃ، ج ۱، ص ۸۰، (دار الکتب العلمیہ) اور حلیۃ الاولیاء، وھیب بن ورد، ج ۸، ص ۱۴۳، (دار الکتاب العربی بیروت) میں موجود ہے۔

(25)......مشاورت کے متعلق یہ ناصحانہ قول حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کا ہے، مکمل فرمان یہ ہے: فضول کاموں سے اجتناب کرو، اپنے دشمن سے دور رہو، امانت داروں کے سوا اپنے دوستوں سے اپنی حفاظت کرو، لوگوں میں امانت دار کی طرح کوئی نہیں ہو سکتا اور امانت دار وہی ہے جو خوفِ خداوندی سے مالا مال ہو۔ فاسق وفاجر کی صحبت اختیار نہ کرو کہ اس کی صحبت تمہیں گناہوں پر اکسائے گی اور نہ ہی ایسے شخص کے سامنے اپنا کوئی راز بیان کرو، اور اپنے معاملات میں مشاورت ان لوگوں سے کرو جن کو خشیتِ خداوندی حاصل ہے۔''

(الزھد لابن مبارک، باب فی ذکر اللّٰہ عزوجل، ج ۱، ص ۴۹۱، دار الکتب العلمیہ)

اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے رسول صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم اور مومنین سے خیر خواہی کر،

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر:۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔(۲۶)

اور نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: "دین خیر خواہی کا نام ہے۔"(۲۷)

---

(26)......اس آیت کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں:

"اس سے معلوم ہوا کہ علماء دین بہت مرتبہ والے ہیں کہ رب نے اپنی خشیت وخوف کو ان میں منحصر فرمایا جسے بھی خوفِ الٰہی نصیب ہوگا وہ سچے عالموں کے ذریعے سے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے:

قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (پ:۲۳، الزمر:۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

مگر مراد علم والوں سے وہ ہیں جو دین کا علم رکھتے ہوں۔(نور العرفان، ص ۶۹۸)

(27)......یہ حدیث "صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدین نصیحۃ، ج ۱ ص ۴۷، (دار احیاء التراث العربی)" میں حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ مکمل روایت یہ ہے: حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: "دین خیر خواہی ہے۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کس کے لیے؟ ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ، اس کی کتاب، اس کے رسول صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم، مسلمانوں کے اماموں اور عام مسلمانوں کے لیے۔"

علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: "یہ عظیم الشان حدیثِ مبارک ہے اور اسی پر دین اسلام کا مدار ہے۔ بعض نے جو یہ فرمایا ہے کہ یہ ان چار احادیث میں سے ایک ہے کہ جن میں دین اسلام کے تمام امور جمع ہیں تو ایسی بات نہیں ہے،،،،،،،،،،،

.........بلکہ صرف اسی حدیث میں اسلام کے تمام امور جمع ہیں۔

(کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں) **اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خیر خواہی**، اس کا معنی ہے: اس کی ذات پر ایمان لانا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا......اس کی صفات میں الحاد کو ترک کر دینا......اس کو صفاتِ کمال وجلال کے ساتھ موصوف جاننا......تمام نقائص سے اس کو پاک جاننا......اس کی اِطاعت وفرمانبرداری پر کمربستہ رہنا......اس کی نافرمانی کے کاموں سے بچنا......اس کی خاطر کسی سے محبت یا بُغض رکھنا......اس کے فرمانبرداروں کو دوست رکھنا......اس کے نافرمانوں سے بُغض رکھنا......کافروں سے جہاد کرنا......اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا ......ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا......تمام معاملات میں اخلاص کو اپنا شعار بنانا، مذکورہ اوصاف کی ترغیب دلانا اور ان پر برانگیختہ کرنا......تمام لوگوں کے ساتھ یا جس قدر ممکن ہو اس قدر لوگوں پر نرمی سے پیش آنا۔ علامہ خطابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: "(دین اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت ہے) اس میں نسبت حقیقتاً بندے کی طرف ہے کہ وہ اپنے آپ کو نصیحت کرے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کسی ناصح (نصیحت کرنے والے) کی نصیحت کی ضرورت نہیں ہے۔

کتاب اللہ کی خیر خواہی، اس کا معنی یہ ہے: اس بات پر ایمان لانا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام اور اس کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے......اس بات پر ایمان لانا کہ مخلوق کے کلام میں سے کوئی بھی شے اس کے کلام کے مشابہ نہیں ہے......اور مخلوق میں سے کوئی بھی شخص اس کی مثل پر قادر نہیں ہوسکتا......اس کی تعظیم کرنا ......اس کی تلاوت کا حق ادا کرنا......اچھے انداز میں اور خشوع خضوع کے ساتھ اس کی تلاوت کرنا......تلاوت میں اس کے حروف کو درست طریقہ پر ادا کرنا......تحریف کرنے والوں کی فاسد تاویلات سے کتاب اللہ کو بچانا......جو کچھ اس میں ہے اس کی تصدیق کرنا......اس کے احکامات سے باخبر ہونا.................

........اس کے علوم وامثال کو سمجھنا......اس کی نصیحتوں سے عبرت حاصل کرنا......اس کے عجائبات میں غور وفکر کرنا......اس کی محکم آیات (جن کی مراد واضح ہو) پر عمل کرنا......اس کے متشابہات کو تسلیم کرنا......اس کے ساتھ کسی کو اس کے عام وخاص اور ناسخ ومنسوخ میں غور وخوض کرنا، اس کے علوم کو پھیلانا......کتاب اللہ اور جو اشیا ہم نے ذکر کیں ان کی طرف بلانا۔

رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کی خیر خواہی ہے، اس کا معنی یہ ہے: آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کی رسالت کی تصدیق کرنا......آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم جو کچھ لائے اس پر ایمان لانا......اوامر ونواہی میں آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کی اطاعت کرنا......قبل از وصال وبعد از وصال آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کے لیے اپنی خدمات پیش کرنا، آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کے دشمنوں سے عداوت اور محبت کرنے والوں سے مودت رکھنا......آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کے حق کو اہم جاننا......مٹی ہوئی سنتوں کو زندہ کرنا......آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کی دعوت کو پھیلانا......آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کی شریعت کی ترویج واشاعت کرنا......تہمتوں کو شریعت سے دور کرنا......شریعت کے علوم میں بحث مباحثہ کرنا......اس کے معانی کو سمجھنا......اس کی طرف بلانا......اس کے سیکھنے اور سکھانے میں نرمی کرنا۔

اماموں کی خیر خواہی، اس کا معنی یہ ہے: حق بات پر ان کی اعانت کرنا......حق بات میں ان کی اطاعت کرنا......حق بات کا ان کو حکم دینا......نرمی کے ساتھ ان کو تنبیہ ونصیحت کرنا، جو اس سے غافل ہوں ان کو بتانا......ان پر خروج نہ کرنا......لوگوں کے دلوں کو ان کے لیے مانوس کرنا......ان کے پیچھے نماز پڑھنا......ان کے ساتھ جہاد کرنا......صدقات ان کے حوالے کرنا۔

عام مسلمانوں کی خیر خواہی، اس کا معنی یہ ہے: ان کو تکلیف نہ پہنچانا......دین کی سمجھ بوجھ نہ رکھنے والوں کو سکھانا......قول وفعل سے ان کی اعانت کرنا......ان کی پردہ پوشی کرنا..........

(اے طالبِ ہدایت!) یہ بات بھی جان لو کہ جو تمھیں نصیحت کرے تو وہ تمہارا خیر خواہ ہے، جو تمھاری چاپلوسی کرے وہ تمھیں دھوکہ دینے والا ہے اور جو تمھاری نصیحت قبول نہ کرے وہ تمھارا دوست نہیں ہوسکتا۔

حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد حقیقت بنیاد ہے: ''جس قوم میں نصیحت کرنے والے نہ ہوں اس قوم میں کوئی بھلائی نہیں ہے اور جو قوم نصیحت کرنے والوں کو پسند نہ کرے ان میں بھی کوئی بھلائی نہیں ہے۔''

(اے طالبِ خیر!) ہر مقام پر سچائی اختیار کر اس میں تیرے لیے بھلائی ہے اور فضولیات کو ترک کر دے سلامت رہے گا کیونکہ سچائی آدمی کو نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی بندے کو رضائے الٰہی کی طرف لے جاتی ہے جبکہ جھوٹ آدمی کو گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ بندے کو رب تعالٰی کی ناراضی کی طرف لے جاتا ہے۔(۲۸)

......ضرر رساں چیزوں کو ان سے دور کرنا......فائدہ مند چیزیں ان تک پہنچانا......نرمی اور اخلاص کے ساتھ ان کو نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا......ان پر شفقت کرنا......بڑوں کی عزت کرنا......چھوٹوں پر شفقت کرنا......نصیحت کے ساتھ ان کی نگہداشت کرنا......ان سے بغض وحسد نہ کرنا......جو شے اپنے لیے پسند کرے وہی ان کے لیے پسند کرنا......جو اپنے لیے پسند نہ ہو تو وہ ان کے لیے بھی پسند نہ کرنا......ان کے مال وعزت کی حفاظت کرنا۔

(شرح النووی علی مسلم، ج ۱، ص ۱٤٤، دار احیاء التراث العربی)

(28)......کذاب لکھ دیا جاتا: نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جھوٹ بولنے سے بچو کیونکہ جھوٹ آدمی کو گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ بندے کو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں اور بندہ جھوٹ بولتا رہتا ہے حتی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ تم پر سچ بولنا لازم ہے کیونکہ سچ بندے کو نیکی کی طرف لے جاتا ہے......

....

،،،،،،،،،،اور نیکی بندے کو جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بندہ سچ بولتا رہتا ہے حتی کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔"

(سنن لابی داود، کتاب الادب،باب فی التشدیدفی الکذب،ج ٤،ص ٤٥٤،دارالکتاب العربی)

جعفر بن سلیمان ضبعی فرماتے ہیں: "میں نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو فرماتے ہوئے سنا: سچ اور جھوٹ دل میں ایک دوسرے کے ضد ہیں حتی کہ ان میں سے ایک دوسرے کو نکال دیتا ہے، اور فرمایا: سچ دل میں آہستہ آہستہ پرورش پاتا رہتا جس طرح کھجور کا پودا ابتدا میں بہت ہی کمزور ہوتا ہے کہ اگر بچہ اس کو اکھیڑ ڈالے یا بکری اس کو کھالے تو وہ بالکل ہی ختم ہو جائے لیکن اگر اس کی سیرابی ہوتی رہے تو وہ پرورش پاتا رہتا ہے حتی کہ اس کی ایسی جڑ بن جاتی ہے جس سے نفع حاصل کیا جا سکے ایسا سایہ بن جاتا ہے کہ جس کے نیچے بیٹھا جا سکے اور ایسا پیڑ بن جاتا جس کا پھل کھایا جا سکے۔ اسی طرح سچ کی دل میں ابتدا بہت کمزور ہوتی ہے بندہ مومن اس کی نگہبانی کرتا رہتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کو تقویت عطا فرماتا رہتا ہے حتی کہ آدمی پر اس کی برکات ظاہر فرما دیتا ہے اور اس کا کلام گناہ گاروں کے لیے دوا بن جاتا ہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: کیا تم نے ایسے لوگ نہیں دیکھے؟ پھر خود ہی فرمایا: کیوں نہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے اور وہ حسن بصری اور سعید بن جبیر رضی اللہ تعالی عنہ کی طرح کے لوگ ہیں ان کے مبارک کلام سے اللہ عَزَّوَجَلَّ لوگوں کو زندہ فرما دیتا ہے۔"

جھوٹ بولنے کی صورتیں: صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ جھوٹ کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "(۱)......تین صورتوں میں جھوٹ بولنا جائز ہے یعنی اس میں گناہ نہیں۔ ایک جنگ کی صورت میں کہ یہاں اپنے مقابل کو دھوکا دینا جائز ہے، اسی طرح جب ظالم ظلم کرنا چاہتا ہو اس کے ظلم سے بچنے کے لیے بھی جائز ہے۔،،،،،،،،،،

۔۔۔۔۔۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمایا: ''فضول کلام نہ کرو بلکہ کام کی باتوں سے بھی (حتی الامکان) پرہیز کرو، کسی بھی آدمی سے جھگڑا نہ کرو خواہ بے وقوف ہو یا عقلمند، اپنے بھائی کے متعلق صرف وہی بات کرو کہ جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو اور اس شخص کی طرح عمل کرو کہ جو یہ بات جانتا ہے کہ نیکیوں کا بدلہ دیا جائے گا اور گناہوں پر مؤاخذہ کیا جائے گا۔

۔۔۔۔۔۔دوسری صورت یہ ہے کہ دو مسلمانوں میں اختلاف ہے اور یہ ان دونوں میں صلح کرانا چاہتا ہے، مثلاً ایک کے سامنے یہ کہہ دے کہ وہ تمھیں اچھا جانتا ہے، تمہاری تعریف کرتا تھا یا اس نے تمھیں سلام کہلا بھیجا ہے اور دوسرے کے پاس بھی اسی قسم کی باتیں کرے تاکہ دونوں میں عداوت کم ہو جائے اور صلح ہو جائے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ بی بی کو خوش کرنے کے لیے کوئی بات خلاف واقع کہہ دے۔

(بہارِ شریعت، ج ٣، ص ٥١٧، مکتبۃ المدینہ)

مزید ارشاد فرماتے ہیں: ''(٢)۔۔۔۔۔حرام، اگر سچ بولنے میں فساد پیدا ہوتا ہو تو اس صورت میں بھی جھوٹ بولنا جائز ہے اور اگر جھوٹ بولنے میں فساد ہوتا ہو تو حرام ہے اور اگر شک ہو معلوم نہیں کہ سچ بولنے میں فساد ہوگا یا جھوٹ بولنے میں، جب بھی جھوٹ بولنا حرام ہے۔''

(بہارِ شریعت، ج ٣، ص ٥١٨، مکتبۃ المدینہ)

(٣)۔۔۔۔۔واجب، جس اچھے مقصد کو سچ بول کر بھی حاصل کیا جا سکتا ہو اور جھوٹ بول کر بھی حاصل کر سکتا ہو، اس کے حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولنا حرام ہے اور اگر جھوٹ سے حاصل کر سکتا ہو، سچ بولنے میں حاصل نہ ہو سکتا ہو تو بعض صورتوں میں کذب بھی مباح ہے بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے، جیسے کسی بے گناہ کو ظالم شخص قتل کرنا چاہتا ہے یا ایذا دینا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

....

،،،،،،،،،، چاہتا ہے وہ ڈر سے چھپا ہوا ہے، ظالم نے کسی سے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے؟ یہ کہہ سکتا ہے مجھے معلوم نہیں اگر چہ جانتا ہو یا کسی کی امانت اس کے پاس ہے کوئی اسے چھیننا چاہتا ہے پوچھتا ہے کہ امانت کہاں ہے؟ یہ انکار کرسکتا ہے کہہ سکتا ہے کہ میرے پاس اس کی امانت نہیں۔

(بہارِ شریعت، ج ۳، ص ۵۱۸، مکتبۃ المدینہ)

توریہ کی شرعی حیثیت: توریہ یعنی لفظ کے جو ظاہر معنی ہیں وہ غلط ہیں مگر اس نے دوسرے معنی مراد لیے جو صحیح ہیں، ایسا کرنا بلا حاجت جائز نہیں اور حاجت ہو تو جائز ہے۔ توریہ کی مثال یہ ہے کہ تم نے کسی کو کھانے کے لیے بلایا، وہ کہتا ہے: میں نے کھانا کھالیا۔ اس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ اس وقت کا کھانا کھالیا ہے مگر وہ یہ مراد لیتا ہے کہ کل کھایا ہے یہ بھی جھوٹ میں داخل ہے۔''

(بہارِ شریعت، ج ۳، ص ۵۱۸، مکتبۃ المدینہ)

توریہ کے جواز کی صورت: مزید ارشاد فرماتے ہیں: ''اِحیائے حق کے لیے توریہ جائز ہے مثلاً شفیع کو رات میں جائدادِ مشفوعہ کی بیع کا علم ہوا اور اس وقت لوگوں کو گواہ نہ بنا سکتا ہو تو صبح کو گواہوں کے سامنے یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے بیع کا اس وقت علم ہوا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ لڑکی کو رات کو حیض آیا اور اس نے خیارِ بلوغ کے طور پر اپنے نفس کو اختیار کیا مگر گواہ کوئی نہیں ہے تو صبح کو لوگوں کے سامنے یہ کہہ سکتی ہے کہ میں نے اس وقت خون دیکھا۔

ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکرادا کرتے رہو، اپنی امیدوں کوکم کرو، حضورِ قلبی کے ساتھ قبروں کی زیارت کرو یہ عمل تمہیں موت کی یاددلائے گا اور تصور باندھ کر میدان حشر میں گھوما پھرا کرو۔(۲۹)

---

(29).....حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے شاگرد حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو آپ ان سے فرماتے: ''اگر رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی ظاہری حیات میں آپ ہوتے تو ضرور وہ آپ کو اپنا پیارا بنا لیتے میں جب بھی آپ کو دیکھتا ہوں مجھے عاجزی وانکساری کرنے والے یاد آجاتے ہیں۔'' (حلیۃ الاولیاء، ج۲، ص۱۰۶، دارالکتب العلمیہ)

حضرت ربیع بن خثیم اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما ایک مرتبہ دریائے فرات کے کنارے پر جارہے تھے، وہاں ان کا گزر کچھ لوہاروں کے پاس سے ہوا جب حضرت ربیع رضی اللہ تعالی عنہ نے ان لوہاروں کی جلائی ہوئی آگ کی شدت کو دیکھا تو یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ۔ **ترجمۂ کنزالایمان:** جب وہ انہیں دور جگہ سے دیکھے گی۔ (پ:۱۸، فرقان:۱۲)

جیسے ہی آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی غش کھا کر نیچے تشریف لے آئے اسی حالت میں نمازِ ظہر کا وقت ہوگیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ رضی اللہ تعالی عنہ کو بلایا: اے ربیع! مگر آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب نہ دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ چلے گئے اور لوگوں کو نمازِ ظہر پڑھائی۔ آپ رضی اللہ تعالی عنہ واپس تشریف لائے تو دوبارہ ان کو بلایا: اے ربیع! لیکن آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ تشریف لے گئے اور لوگوں کو نمازِ عصر پڑھائی، آپ رضی اللہ تعالی عنہ دوبارہ تشریف لائے اور ان کو صدا دی کہ اے ربیع!،،،،،،،

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد ہے: ''عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کو دیکھ رہے ہو اور خود کو مردوں میں شمار کرو، جان لو کہ برائی کو بھلایا نہیں جائے گا اور بھلائی کو فنا نہیں کیا جائے گا اور یہ بات بھی جان لو کہ بقدرِ کفایت قلیل مال اس کثیر مال سے بہتر ہے کہ جو تمہیں سرکش بنا دے اور مظلوم کی بددعا سے بچو۔ (۳۰)

''........اے ربیع لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ لوگوں کو نمازِ مغرب پڑھانے کے بعد پھر تشریف لائے اور ایک مرتبہ پھر صدا دی: اے ربیع! اے ربیع! لیکن کوئی جواب نہ ملا آپ رضی اللہ تعالی عنہ غش ہی کی حالت میں رہے حتی کہ صبح ہوگئی اور صبح کی ٹھنڈک کے سبب آپ ہوش میں آ گئے۔'' (حلیۃ الاولیاء، ج۲، ص ۱۱۰، دارالکتاب العربی بیروت)

(30)......یہ روایت علامہ سیوطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ القوی نے جامع الصغیر (حدیث:۱۱۳۲) میں نقل کی ہے۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ روایت کے الفاظ ''**تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کو دیکھ رہے ہو۔**'' کے تحت فرماتے ہیں: ''کیونکہ بندے کے دل میں جب یہ بات پختہ ہو جاتی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی عبادت پر مطلع ہے تو پھر بندہ اس عبادت کو اخلاص کے ساتھ کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ اور ''**خود کو مردوں میں شمار کرو۔**'' کے تحت فرماتے ہیں: ''یعنی دنیا اور اہلِ دنیا سے امیدیں نہ رکھو، خود کو گمنام کر لو، اپنی شان و عزت کو چھپاؤ جیسا کہ مردوں کی امیدیں دنیا و اہل دنیا سے ختم ہو جاتی ہیں۔ خود کو اپنے گھر میں ایک مہمان کی طرح تصور کرو اور اپنی روح کو اپنے بدن میں عارضی سمجھو۔

اور ''**مظلوم کی بددعا سے بچو۔**'' کے تحت فرماتے ہیں: ''یعنی اس کی بددعا اور بددعا کا سبب بننے والے کاموں سے بچو کیونکہ مظلوم کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے کیونکہ اس کی دعا اور قبولیت کے درمیان کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوتی اور یہ آسمان کی جانب اس طرح بلند ہوتی ہے جیسے آگ کی چنگاری۔''

(فیض القدیر، ج۱، ص۷۰۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

....

،،،،،،،،،،، حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مظلوم کی بددعا سے بچو! بے شک اس کی دعا اور قبولیت کے درمیان کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوتی۔'' (ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب دعوۃ المظلوم، ج٤، ص٣٦٧، داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تین دعائیں بیشک مقبول ہیں: مظلوم کی دعا اور مسافر کی دعا اور ماں باپ کا اپنی اولاد کو کوسنا۔'' (ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب دعوۃ المظلوم، رقم: ١٩٠٥ ج٤، ص٣١٤، داراحیاء التراث العربی بیروت)

تین شخصوں کی دعا: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تین شخصوں کی دعا رد نہیں کی جاتی: ''(۱)......روزہ دار یہاں تک کہ وہ افطار کر لے (۲)......انصاف پسند بادشاہ اور (۳)......مظلوم کی دعا کو اللہ عزوجل بادل سے اوپر اٹھالیتا ہے اور اس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ''مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر بعد۔'' (ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب دعوۃ المظلوم، رقم: ٢٥٢٦، ج٤، ص٦٧٢، داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مظلوم کی بددعا مقبول ہے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کا کفر تو اسکی اپنی جان پر ہے۔'' (الترغیب والترھیب، کتاب القضاء، باب من الظلم، ج٣، ص١٣٠)

یتیم کی آہ!: حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: اگر تم لوگوں پر تنقید کرو گے تو وہ بھی تمہیں تنقید کا نشانہ بنائیں گے اور اگر تم انہیں چھوڑ بھی دو گے تو وہ تمہیں،،،،،،،،،،،،،،،،

....

.........نہیں چھوڑیں گے اور اگر تم ان سے بھاگ جاؤ گے تو وہ تمہیں پکڑ لیں گے۔ لہٰذا عقلمند وہی ہے جو تنگدستی کے دن کے لیے اپنی زندگی اور عزت کو وقف کر دے اور مؤمن کے غصہ پی لینے سے بڑھ کر کوئی گھونٹ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ نہیں، اس لیے عفو و درگزر سے کام لیا کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں عزت عطا فرما دے گا اور یتیم کی آہ! اور مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو کیونکہ یہ (دونوں) راتوں رات عرش تک پہنچ جاتی ہیں جبکہ لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔"

(بحر الدموع، ص ۲۷۲ مکتبۃ المدینہ)

حضرت علامہ مولانا نقی علی خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے جن لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اُن میں دوسرے نمبر پر لکھا ہے: "دُوُم: مظلوم اگرچہ فاجر ہو، اگرچہ کافر ہو۔ اس کے تحت اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: حدیث میں ہے: "اللہ تعالیٰ اس سے فرماتا ہے: "وعزتی لأ نصرنك ولو بعد حين ترجمہ: مجھے اپنی عزت کی قسم بیشک ضرور میں تیری مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر کے بعد۔" (احسن الوعاء، ص:۲۱۸ مکتبۃ المدینہ)

بڑھیا کی جھونپڑی

حضرت سیدنا عبدالمنعم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد سے اور وہ حضرت سیدنا وہب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کرتے ہیں: کسی ملک میں ایک ظالم و مغرور بادشاہ رہا کرتا تھا۔ اس نے ایک عظیم الشان محل بنوایا اور اس کی تعمیر پر کافی مال خرچ کیا، جب تعمیر مکمل ہو چکی تو اس نے ارادہ کیا کہ میں سارے محل کا دورہ کروں اور دیکھوں کہ یہ میری خواہش کے مطابق بنا ہے یا نہیں۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنے چند سپاہیوں کو ساتھ لیا اور محل کو دیکھنے چل پڑا۔ اندر سے دیکھنے کے بعد اس نے محل کے بیرونی حصوں کو دیکھنا شروع کیا اور محل کے اردگرد چکر لگانے لگا۔ ایک جگہ پہنچ کر وہ رک گیا اور ایک جھونپڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا: "یہ ہمارے.............

....

،،،،،،،،،،،، محل کے ساتھ جھونپڑی کس نے بنائی ہے؟ سپاہیوں نے جواب دیا: چند روز سے یہاں ایک مسلمان بوڑھی عورت آئی ہے، اس نے یہ جھونپڑی بنائی ہے اور وہ اس میں اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتی ہے۔

جب بادشاہ نے یہ سنا تو بڑے مغرورانہ انداز میں بولا: اس غریب بڑھیا کو یہ جراُت کیسے ہوئی کہ ہمارے محل کے قریب جھونپڑی بنائے، اس جھونپڑی کو فوراً گرا دو۔'' حکم پاتے ہی سپاہی جھونپڑی کی طرف بڑھے، بڑھیا اس وقت وہاں موجود نہ تھی اور سپاہیوں نے آن کی آن میں اس غریب بڑھیا کی جھونپڑی کو ملیا میٹ کر دیا۔ بادشاہ جھونپڑی گروانے کے بعد اپنے دوستوں کے ہمراہ اپنے نئے محل میں چلا گیا جب بڑھیا واپس آئی تو اپنی ٹوٹی ہوئی جھونپڑی کو دیکھ کر بڑی غمگین ہوئی اور لوگوں سے پوچھا: ''میری جھونپڑی کس نے گرائی ہے۔'' لوگوں نے بتایا: ابھی کچھ دیر قبل بادشاہ آیا تھا، اسی نے تمہاری جھونپڑی گروائی ہے۔ یہ سن کر بڑھیا بہت غمگین ہوئی اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں یوں عرض گزار ہوئی: اے میرے پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ! جس وقت میری جھونپڑی توڑی جا رہی تھی میں موجود نہ تھی لیکن میرے رحیم وکریم پروردگار عَزَّوَجَلَّ تُو تو ہر چیز دیکھتا ہے، تیری قدرت تو ہر شئے کو محیط ہے، میرے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ! تیرے ہوتے ہوئے تیری ایک عاجز بندی کی جھونپڑی توڑ دی گئی۔''

اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اس بڑھیا کی آہ وزاری اور دعا مقبول ہوئی۔ اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس پورے محل کو بادشاہ اور اس کے سپاہیوں سمیت تباہ وبرباد کر دے۔ حکم پاتے ہی حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام زمین پر تشریف لائے اور سارے محل کو اس ظالم بادشاہ اور اس کے سپاہیوں سمیت زمین بوس کر دیا۔'' (عیون الحکایات، ص ۲۹۰ مکتبۃ المدینہ)

.........حضرت سیدنا مصعب بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:''خلیفہ ہارون الرشید کا دور خلافت تھا، حضرت سیدنا عبید بن ظبیان رحمۃ اللہ تعالی علیہ رقہ (یعنی شہر) کے قاضی تھے اور اس شہر کا امیر (یعنی گورنر) عیسیٰ بن جعفر عباسی تھا، حضرت سیدنا عبید بن ظبیان رحمۃ اللہ تعالی علیہ ایک باہمت عادل اور رحم دل قاضی تھے، کسی پر ظلم برداشت نہ کرتے اور حق دار کو حق دلوا کر ہی دم لیتے۔ ایک مرتبہ ان کی عدالت میں ایک شخص آیا اور اس نے گورنر ''عیسیٰ بن جعفر'' کے خلاف دعوی کیا کہ اس نے مجھ سے پانچ لاکھ درہم لیے تھے اور اب دینے سے انکار کر رہا ہے، خدارا! مجھے میرا حق دلوایا جائے، جب آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس کی بات سنی تو فوراً کاتب کو بلایا اور فرمایا:''امیرِ شہر کے نام پیغام لکھو، کاتب نے پیغام لکھا، جس کا مضمون کچھ اس طرح تھا: اے ہمارے امیر! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو سلامت رکھے، اپنی نعمتیں آپ پر نچھاور فرمائے، آپ کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ آج میرے پاس ایک شخص نے دعوی درج کرایا ہے کہ ''امیرِ شہر نے مجھ سے پانچ لاکھ درہم لے کر واپس نہیں کیے لہٰذا مجھے میرا حق دلوایا جائے۔''

اے ہمارے امیر! اب شریعت کا حکم یہ ہے کہ یا تو آپ خود تشریف لائیں یا اپنا کوئی وکیل بھیجیں تاکہ فریقین کی گفتگو سن کر میں فیصلہ کرسکوں اور حق واضح ہو جائے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ والسلام

قاضی صاحب نے خط پر مہر ثبت فرمائی اور ایک شخص کو وہ خط دے کر امیر (یعنی گورنر) کے پاس بھیج دیا، جب قاصد نے جا کر بتایا کہ قاضی کی طرف سے آپ کو خط آیا ہے تو گورنر نے اس خط کو کوئی اہمیت نہ دی اور اپنے خادم کو بلا کر وہ خط اس کے حوالے کر دیا۔ جب قاصد نے دیکھا کہ قاضی کے خط کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی تو وہ واپس لوٹ آیا اور سارا واقعہ قاضی صاحب کو بتایا۔ آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے دوبارہ خیر خواہی کے جذبے کے تحت خط لکھا اور..................

....

''.........اس میں بھی یہی کہا: آپ کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہے لہٰذا آپ یا تو خود عدالت میں تشریف لائیں یا اپنے کسی وکیل کو بھیج دیں تا کہ شریعت کے مطابق فیصلہ کیا جا سکے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو سلامت رکھے، پھر آپ نے خط پر مہر لگائی اور دو قاصدوں کو خط دے کر عیسیٰ بن جعفر کے پاس بھیجا۔ جب وہ دونوں قاصد اس کے پاس پہنچے تو اس نے خط دیکھ کر بہت غیض وغضب کا اظہار کیا، خط کو زمین پر پھینک دیا اور قاصدوں کو بھی ڈانٹا۔ چنانچہ دونوں قاصد شرمندہ ہو کر واپس قاضی عبید بن ظبیان آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے پاس آئے اور انہیں سارا واقعہ کہہ سنایا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے قاصدوں کی بات سُن کر تیسری مرتبہ پھر خط بھیجا اور اس میں لکھا: اے ہمارے امیر! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی حفاظت فرمائے آپ کو نعمتوں سے مالا مال کرے آپ کے خلاف دعویٰ دائر کیا گیا ہے بار بار آپ کو توجہ دلائی جارہی ہے کہ یا تو آپ خود عدالت میں آئیں یا اپنے کسی وکیل کو بھیجیں تا کہ فیصلہ کیا جا سکے، اگر اس مرتبہ بھی آپ یا آپ کا وکیل نہ آیا تو میں یہ معاملہ خلیفہ ہارون الرشید کی خدمت میں پیش کروں گا لہٰذا آپ جلد از جلد اس معاملے کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ والسّلام

پھر آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے دو آدمیوں کو وہ خط دے کر عیسیٰ بن جعفر کے پاس بھیجا، جب دونوں قاصد دربار میں پہنچے تو انہیں باہر ہی روک دیا گیا۔ کچھ دیر بعد عیسیٰ بن جعفر باہر آیا تو قاصدوں نے اسے قاضی صاحب کا خط دیا اس نے خط کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور اسے پڑھنا بھی گوارا نہ کیا اور پڑھے بغیر پھینک دیا۔ قاصد بیچارے شرمندہ ہو کر قاضی صاحب کے پاس آئے اور انہیں سارا واقعہ سنایا، جب آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے یہ دیکھا کہ عیسیٰ بن جعفر اپنے عہدے اور طاقت کے گھمنڈ میں آکر قانون کی خلاف ورزی کر رہا ہے اور میں حق دار کو اس کا حق نہ دلوا سکا تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اسی سوچ کی بنا پر اپنے تمام کاغذات وغیرہ.........''

..........ایک تھیلے میں بھرے اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے اور عدالت میں آنا چھوڑ دیا۔

جب معاملہ طول پکڑ گیا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عدالت میں نہ آئے تو لوگوں نے خلیفہ ہارون الرشید کو بتایا کہ ہمارے قاضی صاحب دل برداشتہ ہو کر عہدۂ قضا سے برطرف ہو گئے ہیں اور انہوں نے عدالت میں آنا چھوڑ دیا ہے۔ یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید نے فوراً آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے پاس بلوایا۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں پہنچے تو خلیفہ نے پوچھا: ''بتاؤ! تم دل برداشتہ کیوں ہو گئے اور کیوں اس عہدہ سے برطرف ہونا چاہتے ہو؟ حضرت سیدنا عبید بن ظبیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سارا واقعہ کہہ سنایا کہ میں نے کئی مرتبہ انتہائی نرمی اور باادب طریقے سے عیسیٰ بن جعفر کو پیغام بھجوایا لیکن اس نے بالکل توجہ نہ دی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے جب قاضی صاحب کی یہ درد بھری داستان سنی تو اسی وقت ابراہیم بن اسحاق سے فرمایا: فوراً عیسیٰ بن جعفر کی رہائش گاہ پر جاؤ اور اس کے گھر کے تمام راستے بند کر دو کوئی شخص بھی نہ تو باہر آ سکے اور نہ ہی اندر جا سکے، جب تک عیسیٰ بن جعفر اس مظلوم حق دار کا حق ادا نہیں کریگا وہ اسی طرح نظر بند رہے گا۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ اسے اس مصیبت سے آزادی مل جائے تو وہ خود چل کر قاضی کی عدالت میں جائے یا پھر اپنے کسی وکیل کو بھیج دے تاکہ عدالت میں شرعی فیصلہ ہو سکے اور حق واضح ہو جائے۔

حکم پاتے ہی ابراہیم بن اسحاق نے پچاس شہسواروں کو لے کر عیسیٰ بن جعفر کی رہائش گاہ کا محاصرہ کر لیا، تمام راستے بند کر دیئے، کسی کو بھی آنے جانے کی اجازت نہ دی گئی۔ جب عیسیٰ بن جعفر نے یہ حالت دیکھی تو وہ بہت حیران ہوا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ مجھے اس طرح کیوں قید کیا جا رہا ہے؟ شاید ہارون الرشید مجھے قتل کروانا چاہتا ہے لیکن کیوں؟ آخر میں نے ایسا کون سا جرم کیا ہے؟ عیسیٰ بن جعفر بہت پریشان تھا، دوسری طرف اہل خانہ پریشان تھے،..........

''..........وہ چیخ و پکار کر رہے تھے اور رو رہے تھے۔عیسیٰ بن جعفر نے ان کو خاموش کرایا اور ابراہیم بن اسحاق کے ساتھ آئے ہوئے سپاہیوں میں سے ایک کو بلایا اور اس سے کہا: ابراہیم بن اسحاق کو پیغام پہنچادو کہ وہ مجھ سے ملاقات کرے میں اس سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔

جب ابراہیم بن اسحاق اس کے پاس آیا تو اس نے پوچھا: خلیفہ نے ہمیں اس طرح قید کیوں کروادیا ہے۔ اس نے بتایا: یہ سب قاضی عبید اللہ بن ظبیان رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی وجہ سے کیا گیا ہے، انہوں نے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے، اور ایک شخص پر ظلم کیا ہے۔ جب عیسیٰ بن جعفر کو سارا معاملہ معلوم ہوگیا تو اسے احساس ہوگیا کہ مجھے کس جرم کی سزا مل رہی ہے، میں نے طاقت وعہدے کے نشے میں ایک مظلوم کی بددعالی جس کی وجہ سے مجھے ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا، واقعی ظلم کا انجام برا ہوتا ہے اور مظلوم کی مدد ضرور کی جاتی ہے مجھے میرے جرم کی سزا مل گئی ہے۔ پھر عیسیٰ بن جعفر نے اس شخص کو بلوایا جس سے پانچ لاکھ درہم لیے تھے، اسے وہ درہم واپس کیے، اس سے معذرت کی اور آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا اب معاملہ بالکل ختم ہو چکا تھا۔ جب خلیفۃ المسلمین ہارون الرشید کو اطلاع ملی کہ عیسیٰ بن جعفر نے مظلوم کا حق ادا کر دیا ہے اور اس سے معافی بھی مانگ لی ہے تو اس نے حکم دیا کہ اب محاصرہ ختم کر دیا جائے اور تمام راستے کھول دیے جائیں۔ پھر آپ نے اسے پیغام بھجوایا کہ کبھی بھی کسی پر ظلم نہ کرنا۔ یہ عہدہ ومنصب سب عارضی چیزیں ہیں، ان کے بل بوتے پر کسی کو تنگ کرنا بہادری نہیں۔ ہمیشہ خوف خدا عزوجل کو پیش نظر رکھو، انصاف کا دامن کبھی نہ چھوڑو، اللہ رب العزت مظلوموں کو بہت جلد ان کا حق دلوادیتا ہے، اچھا ہے وہ شخص جو اللہ عزوجل کی مخلوق کو خوش رکھے اور اس کی وجہ سے کسی بھی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔''

(عیون الحکایات، ص ۲۷۸، مکتبۃ المدینہ)

(اے طالبِ خیر!) آخرت کے لیے اپنا زادِراہ تیار کر، اپنے نفس کو وصیت کر اور لوگوں کو اپنا وصی نہ بنانا، اپنے معاملے کی اہمیت کو سمجھ اور اس غفلت (۳۱) سے بیدار ہو جا!

---

(31)......**غفلت کی تعریف:** علامہ سید شریف جرجانی رحمۃاللہ تعالی علیہ نے غفلت کی تعریف ان الفاظ میں کی: ''نفس کی خواہشات کی پیروی کرنا غفلت ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ حضرت سہل رحمۃاللہ تعالی علیہ نے فرمایا: اپنے وقت کو فضولیات میں برباد کرنا غفلت ہے۔''

(کتاب التعریفات، ص ۲۰۹ ، دارالکتب العربی بیروت)

امام غزالی رحمۃاللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''غفلت یادِالٰہی کی ضد ہے۔''

(احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلوۃ، بیان اشتراط الخشوع، ج ۱، ص ۱۵۹، دارالمعرفۃ بیروت)

غفلت کی مختلف اقسام اور ان کے احکام: غفلتِ مُطلَقہ کفر ہے اور غفلتِ غالبہ فسق اور تذکُّرِ غالب ولایت اور تذکُّرِ مطلق نبوت پھر تذکُّرِ غالب میں بھی مراتب ہیں:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۔ (النور:۳۷)	ترجمۂ کنزالایمان: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوۃ دینے سے، ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔

یہ وہی تذکُّرِ غالب ہے اور غفلتِ مطلقہ یہ ہے جسے حضرت مولانا فرماتے ہیں:

اہلِ دنیا کافرانِ مطلق اند	روز و شب درز قرق و دربق بق اند
اہلِ دنیا چہ کہیں وچہ مہیں	لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن
چیست دنیا از خدا غافل بدن	نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

(الملفوظ، ص ۴۹۶، مکتبۃ المدینہ)

...............کیونکہ تجھ سے تیری عمر کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔(۳۲)حضرت ابوعمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہکاارشاد ہے: "اگر بندے کو معرفت باری تعالیٰ کی دولت نصیب ہو جائے تو یہ اس کے لیے راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں جہاد کرنے سے افضل ہے۔

(اے طالب ہدایت!) یہ بات یاد رکھو کہ جس نے آخرت کو اپنا مقصود بنالیا،....دنیا کے معاملات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی کفایت فرمائے گا،.....جیسا کہ مروی ہے: "جہاں تک ہو سکے دنیا کے معاملات سے پہلو تہی اختیار کرو،.....کیونکہ جس کا سب سے بڑا غم دنیا کی فکر ہوئی اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی مشغولیات میں اضافہ فرمادے گا،.....اور تنگدستی اس کا مقدر بنادے گا اور جس کا سب سے بڑا غم آخرت کی فکر ہوئی،.....اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی حاجات پوری فرمائے گا،.....اور اس کے دل میں غنٰی پیدا فرمادے گا۔ جب بھی کوئی بندہ صدقِ دل کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کی طرف متوجہ ہوتا ہے،.....اللہ عَزَّوَجَلَّ مومنوں کے دلوں کو اس کی طرف جھکا دیتا ہے۔"(۱)

(32)......**پانچ سوال**، حضرت سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے دن بندہ اس وقت تک قدم نہ اُٹھا سکے گا جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے: (۱)......عمر کن کاموں میں گزاری؟ (۲)......جوانی کن کاموں میں صرف کی؟ (۳)......مال کہاں سے کمایا؟ (۴)......کہاں خرچ کیا؟ اور (۵)......اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا؟" (ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب فی القیامۃ، ج ٤، ص ٦١٢، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۱)......جامع الصغیر مع فیض القدیر برقم ۳۳٤۳، ج ۳، ص ۳٤۲، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(اے طالب خیر!) قرآن میں شک کرنے، دین میں جھگڑا کرنے اور تحدید (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے حدبندی کرنا) میں کلام کرنے سے پہلوتہی اختیار کر اور تو ان لوگوں میں سے ہوجا کہ جن کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (فرقان:٦٣) ترجمۂ کنزالایمان: اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔(۳۳)

(اے طالب ہدایت!) ادب کو لازم پکڑلو، خواہشات کی پیروی اور غصہ سے دور رہو اور غفلت سے بیداری کے اسباب اختیار کرو، یاد رکھو کہ مراقبہ تیرے مقصود کا انتہائی درجہ ہے۔(۳۴)

(33)......حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''اس سلام سے مراد ''مُتَارَکَتْ'' کا سلام ہے نہ کہ ''تَحِیَّت'' کا جیسے کہا جاتا ہے کہ: ''تجھے دور ہی سے سلام ہے۔'' اور یہ نرم گفتگو اپنے نفس کے معاملہ میں ہے، اگر اللہ ورسول (عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلَّم) کی عظمت کا معاملہ آپڑے تو پھر سختی کرنی لازم ہے رب (تعالی) فرماتا ہے:

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ (الفتح:۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: کافروں پر سخت ہیں۔

(نور العرفان، ص ۵۸۲)

صدرالافاضل سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْھَادِی مذکورہ آیت کے تحت خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: یہ ''سلامِ مُتَارَکَتْ'' ہے یعنی جاہلوں کے ساتھ ''مُجَادَلَہ'' کرنے سے اِعراض کرتے ہیں یا یہ معنٰی ہیں کہ ایسی بات کہتے ہیں جو درست ہو اور اس میں ایذا اور گناہ سے سالم رہیں۔''

(34)......**مراقبہ کی تعریف:** علامہ جرجانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''بندے کا ہمیشہ یہ بات یاد رکھنا کہ رب تعالٰی میرے تمام احوال سے باخبر ہے۔''

(التعریفات للجرجانی، ص ۲۶۶ دار الکتاب العربی بیروت)

.............شیخ احمد بن عجیبہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''خلوت وجلوت میں رب تعالی کے حقوق کی حفاظت کرنے کا نام مراقبہ ہے۔'' (رسائل لاحمد بن عجیبہ رسالۃ معراج التشوف فی حقائق التصوف، ص ۲۱۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن محمد نیشاپوری مرتعش رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''مراقبہ یہ ہے کہ ہر لحہ اور ہر لفظ کے ساتھ غیب کو ملاحظہ کرتے ہوئے باطن کا خیال رکھنا۔''

(احیاء العلوم، کتاب المراقبہ والمحاسبہ، المقام الاول من المرابطۃ، ج ٤، ص ۳۹۷، دار المعرفۃ بیروت)

سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: ''اُس شخص کا مراقبہ مضبوط ہوتا ہے جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے حاصل ہونے والے انعام کے فوت ہو جانے کا خوف رکھتا ہے۔'' (ایضاً)

حضرت سیدنا محاسبی رضی اللہ تعالی عنہ سے مراقبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا علم ہو۔'' (ایضاً)

ابو حامد محمد بن محمد امام غزالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''مراقبہ کی حقیقت یہ ہے کہ نگرانی کرنے والے کا لحاظ کیا جائے اور اپنی توجہ کو مکمل طور پر اسی کی طرف پھیرا جائے۔ جو شخص کسی دوسرے کی وجہ سے کسی بات سے پرہیز کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں کا خیال اور لحاظ کرتا ہے اور یہاں اس مراقبہ سے مراد دل کی کیفیت ہے جو معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور اس حالت کے حاصل ہونے کے بعد اعضا اور دل میں کچھ اعمال پیدا ہوتے ہیں چنانچہ ہونا یہ چاہیے کہ مراقبہ میں دل نگران ہو یعنی رب تعالی کا خیال کرتا رہے اور اسی کی طرف رجوع کرے۔ اس حالت سے جو معرفت حاصل ہوتی ہے اس سے اس بات کا یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی باتوں پر مطلع ہے اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے بندوں کے اعمال اس کے سامنے ہیں، ہر ایک بندہ جو کچھ کرتا ہے وہ اس سے واقف ہے اس کے حق کے واسطے...............

..........دل کا راز کھلا ہے جس طرح مخلوق کے لیے جسم کا ظاہر کھلا ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ اور جب شک زائل ہو جائے اور یہ معرفت یقین میں بدل جائے تو اسے نگرانِ حقیقی کا خیال رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اس معرفت کا نام یقین رکھتے ہیں وہ مقربین کہلاتے ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں ایک صدیقین ہیں اور دوسرے اصحابِ یمین، لہٰذا ان کے مراقبہ کے بھی دو درجے ہیں۔

پہلا درجہ صدیقین کا مراقبہ: یہ صدیقین مقربین کا مراقبہ ہے اور یہ رب ذوالجلال کی تعظیم اور بڑائی کا مراقبہ ہے یعنی دل اس کی بزرگی وعظمت کے مشاہدے میں گم ہو اور اسکی ہیبت سے لرزاں وترساں ہو اور کسی دوسری طرف توجہ کی کوئی گنجائش نہ ہو۔

دوسرا درجہ اصحاب یمین کا مراقبہ: یہ ان لوگوں کا مراقبہ ہے جو اصحاب یمین اور متقی ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو اس بات کا یقین ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے ظاہر و باطن پر مطلع ہے لیکن ملاحظۂ جلال سے وہ مدہوش نہیں ہوتے بلکہ ان کا دل حد اعتدال پر رہتا ہے۔ لیکن وہ اعمال کے ساتھ مکمل تعلق کے باوجود مراقبہ سے غافل نہیں رہتے البتہ ان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کا غلبہ ہوتا ہے اس لیے وہ کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے ثابت قدمی اختیار کرتے ہیں اور ایسے کام سے اجتناب کرتے ہیں جس کے باعث قیامت کے دن ذلت و رسوائی ہو۔ وہ یوں سمجھتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے تمام احوال پر مطلع ہے۔

ان دونوں درجوں میں اختلاف ایک مثال کے ذریعے معلوم ہوسکتا ہے: مثلاً جب آپ علیحدگی میں کوئی عمل کر رہے ہوں اور کوئی دوسرا آ جائے اور آپ کو معلوم ہو جائے کہ وہ آپ کے کام سے آگاہ ہو چکا ہے تو آپ کو اس سے حیا آتی ہے اور آپ اس کے ساتھ اچھی طرح بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے حالات کا خیال رکھتے ہیں لیکن اس احتیاط کا سبب بزرگی اور تعظیم نہیں ہے..........

....

...........بلکہ حیاو مروت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں، اس لیے کہ اس کا مشاہدہ اگرچہ آپ کو مدہوش نہیں کرتا اور نہ ہی آپ مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن اس کے آنے سے آپ تکلف محسوس کرتے ہیں اور ظاہری رکھ رکھاؤ کا خیال رکھتے ہیں۔

جبکہ بعض اوقات آپ کے پاس کوئی آفیسر یا کوئی بزرگ شخصیت آتی ہے تو آپ اس کی تعظیم کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہو جاتے ہیں حتی کہ اپنی تمام مصروفیات چھوڑ دیتے ہیں اور یہ چھوڑنا محض حیا کی وجہ سے نہیں بلکہ ہیبت اور تعظیم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ بندے کو چاہیے کہ وہ اپنی تمام حرکات وسکنات بلکہ دلی جذبات کی بھی نگرانی کرے بلکہ تمام اختیارات کی حفاظت کرے اور ان امور میں دو پہلوؤں سے نگرانی کی ضرورت ہے ایک عمل سے پہلے اور دوسرا عمل کے دوران۔ عمل سے پہلے یہ ہے کہ وہ دیکھے کہ جو کچھ اس کے سامنے ظاہر ہوا یا دل میں عمل کی خواہش پیدا ہوئی ہے کیا وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے یا نفسانی خواہش اور شیطان کی پیروی میں ہے تو اس سلسلے میں اچھی طرح غور کرے حتی کہ نورِ حق کے ذریعے یہ بات اس پر واضح ہو جائے۔ چنانچہ اگر وہ کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہو تو اسے کر لے اور اگر غیر خدا کے لیے ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرتے ہوئے اس کام سے رک جائے۔ پھر اپنے نفس کو ملامت کرے کہ اس نے کیوں اس کام میں رغبت کی اور کیوں اس کا قصد کیا اور اسے اس کے فعل کی برائی سمجھائے اور بتائے کہ اس (نفس) نے اپنی رسوائی کے لیے یہ کوشش کی ہے اور اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے محفوظ نہ رکھتا تو وہ خود اپنے آپ سے دشمنی کر چکا ہوتا۔'' (احیاء العلوم، کتاب المراقبہ والمحاسبہ، المقام الاول من المرابطۃ، ج ٤، ص ۹۸، ملخصاً، دارالمعرفۃ بیروت)

خواھشات کی پہچان کا ضابطہ: بندۂ مومن پرکھے کہ دل میں عمل کی خواہش پیدا ہوئی کیا وہ خالص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہے یا نفسانی خواہش اور شیطان کی پیروی میں ہے؟.....

.... یہ بات کیسے معلوم ہو؟ کیونکہ دل میں نفس، شیطان اور فرشتے کی طرف سے خواہشات پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

جواب: دراصل خواہشات کی تین اقسام ہیں۔(۱) خواہشِ رحمانی، (۲) خواہشِ نفسانی، (۳) خواہشِ شیطانی۔

(۱)...... **خواہشِ رحمانی**: جو خواہش فرشتے کی جانب سے پیدا ہو۔

(۲)...... **خواہشِ نفسانی**: جو خواہش شیطان کی جانب سے پیدا ہو۔

(۳)...... **خواہشِ شیطانی**: جو خواہش شیطان کی جانب سے پیدا ہو۔

یہاں پر یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ خواہشِ رحمانی اور خواہشِ شیطانی میں التباس نہیں ہوسکتا کیونکہ خواہشِ رحمانی ہمیشہ نیکی پر مشتمل ہوگی جبکہ خواہشِ شیطانی ہمیشہ بالواسطہ یا بلاواسطہ برائی کی جانب لے جانے والی ہوگی۔لیکن خواہشِ نفسانی یہ کبھی خواہشِ رحمانی اور کبھی خواہشِ شیطانی کے ساتھ مُلْتَبِس ہو جائے گی، کیونکہ نفس جس طرح برائی کی جانب بندے کو مائل کرتا ہے تو اسی طرح یہ کبھی نیکی کی جانب بھی رہنمائی کرتا ہے۔اب اگر نفس برائی کی جانب مائل کرے تو اس کی یہ خواہش، خواہشِ شیطانی سے مُلْتَبِس ہو جائے گی، اور اگر نیکی کی جانب رہنمائی کرے تو اس کی یہ خواہش، خواہشِ رحمانی سے مُلْتَبِس ہو جائے گی۔اس التباس سے بچنے کے لیے ان خواہشات میں جو وجہ امتیاز ہے اس کو جان لینا نہایت ضروری ہے۔

اگر خواہشِ نفسانی کو خواہشِ شیطانی سے ممتاز کرنا ہو تو اس کا طریقہ کچھ یوں ہوگا: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: "اس قسم (برائی) کی خواہش یا تو نفسانی ہوا کرتی ہے یا شیطانی جس کے دو امتیاز سہل (یعنی آسان) ہیں، ایک یہ کہ شیطانی خواہش میں بہت جلد کا سخت تقاضا ہوتا ہے کہ ابھی کرلو (جیسا کہ حدیث شریف میں ہے): اَلْعُجْلَۃُ مِنَ الشَّیْطَانِ ۔.........

..........نرمی کو اپنا ساتھی، (۳۵) غور و فکر کو اپنا رفیق، سلامتی کو اپنا ٹھکانا،

......عجلت (یعنی جلدی) شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ (جامع ترمذی، کتاب البر، باب ماجاء فی التانی والعجلۃ، الحدیث: ۲۰۱۲، ج ۳، ص ۳۶۷، دار احیاء التراث العربی) اور نفس کو ایسی جلدی نہیں ہوتی۔ دوسری یہ کہ نفس اپنی خواہش پر جمارہتا ہے جب تک پوری نہ ہو اُسے بدلتا نہیں، اُسے واقعی اُسی شے کی خواہش ہے۔ اگر شیطانی ہے تو ایک چیز کی خواہش ہوئی، وہ نہ ملی، دوسری چیز کی ہوگئی، وہ نہ ملی تیسری کی ہوگئی، اس واسطے کہ اُس کا مقصد گمراہ کرنا ہے خواہ کسی طور پر ہو۔" (الملفوظ، ص ۱۵۸ مکتبۃ المدینہ)

اگر خواہشِ نفسانی کو خواہشِ رحمانی سے ممتاز کرنا ہو تو اس کا طریقہ کچھ یوں ہوگا: اگر وہ خواہش کسی بڑے نیک کام کے مقابلے میں نہ ہو تو وہ خواہش رحمانی ہوگی اور اگر اپنے سے کسی بڑے نیک کام کے مقابلے میں ہو تو وہ خواہش نفسانی ہوگی۔ مثلاً وضو کر کے دو نفل ادا کرنے کی خواہش کے مقابلے میں وہیں بیٹھے بیٹھے ذکر اللہ کی خواہش اگرچہ نیکی کی خواہش ہے مگر ایک بڑی نیکی کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے یہ نفسانی خواہش ہے۔" (شیطان کا بڑا بھائی، ص ۷۱۔۷۲، سولاد پبلی کیشنز)

(35)......**نرمی کی تعریف:** "نرمی سختی کی ضد ہے۔" (لسان العرب، ج ۱۰، ص ۱۱۸، دار صادر بیروت)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "ترجمہ: جس چیز میں نرمی ہوتی ہے اسے زینت بخشتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکل جاتی ہے اُسے عیب دار کر دیتی ہے۔"

(مسلم، کتاب البر، باب فی فضل الرفق، ج ٤، ص ۲۰۰۳، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: "یعنی حقیر آدمی کے دل میں نرمی ہو تو عزیز بن جائے گا، عظیم الشان آدمی کے دل میں سختی ہو تو وہ حقیر بن جائے گا۔" (مرآۃ المناجیح، کتاب الادب، باب الرفق، الفصل الاول، ج ٦، ص ٤٢٨ قادری پبلشرز)

....

اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نرمی کو پسند فرماتا ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''بیشک اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ رفیق ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو نرمی کے علاوہ کسی شے پر عطا نہیں فرماتا۔'' (ایضاً)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''یعنی نرمی سے دنیاو آخرت کے وہ کام بن جاتے ہیں جو سختی سے نہیں بنتے، اکثر سختی سے دوست دشمن بن جاتے ہیں، بنتے ہوئے کام بگڑ جاتے ہیں۔ نرمی سے دشمن دوست ہو جاتے ہیں اور بگڑے ہوئے کام بن جاتے ہیں، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے، ترجمہ: سختی سے روزی نہ کماؤ! عقاب سختی کی وجہ سے مردار ہی کھاتا ہے، شہد کی مکھی نرمی کی وجہ سے پھول چوستی ہے۔''

(مرآۃ المناجیح، کتاب الادب، باب الرفق والحیاء، الفصل الاول، ج۶، ص۶۲۸، قادری پبلشرز)

بھلائی سے محرومی: حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جو نرمی سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا۔'' (ایضاً)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''جس پر رب تعالیٰ مہربان ہوتا ہے اسے نرم دل بنا دیتا ہے، جس پر رب تعالیٰ کا قہر ہوتا ہے اسے سخت دل کر دیتا ہے، سخت دل میں کسی کا وعظ اثر نہیں کرتا۔''

(مرآۃ المناجیح، کتاب الادب، باب الرفق والحیاء، الفصل الاول، ج۶، ص۶۲۸، قادری پبلشرز)

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا: ''.......

.... جسے نرمی میں سے حصہ دیا گیا اسے بھلائی میں سے حصہ دیا گیا اور جو نرمی کے حصے سے محروم رہا وہ بھلائی میں سے اپنے حصے سے محروم رہا۔'' (ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب فی الرفق، رقم ۲۰۱۳، ج ٤، ص ۳٦۷، داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نرمی پر وہ انعام عطا فرماتا ہے جو جہالت وحماقت پر عطا نہیں فرماتا ہے اور جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اسے نرمی عطا فرماتا ہے اور جو گھر نرمی سے محروم رہا وہ محروم ہی ہے۔''

(الفردوس بمأ ثور الاخبار، ج ۱، ص ۱٦۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نور کے پیکر تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے مجھ سے فرمایا: ''اے عائشہ! نرمی اختیار کرو جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی خاندان سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو انہیں نرمی عطا فرما دیتا ہے۔'' (کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، کتاب الثالث فی الاخلاق، الباب الاول، الفصل الثانی، رقم: ۵۰٤۰، ج ۳، ص ۲۵، مؤسسۃ الرسالہ)

سعادت وبدبختی کی پانچ پانچ علامتیں: شقیق بلخی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا سعادت کی پانچ علامتیں ہیں: ''(۱)......دل کی نرمی، (۲)......کثرتِ گریہ (۳)......دنیا سے نفرت، (٤)......امیدوں کا کوتاہ ہونا، (۵)......حیا۔

اور بدبختی کی علامت بھی پانچ چیزیں ہیں: (۱)......دل کی سختی، (۲)......آنکھ کی خشکی یعنی عدمِ گریہ، (۳)......دنیا کی رغبت، (٤)......دراز امیدیں، (۵)......بے حیائی۔''

(خزائن العرفان، پ: ۱۲ ھود: ۱۰۵)

صدر الشریعہ کا حسنِ اَخلاق: صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے حسن اخلاق کے متعلق مفتی خلیل خان برکاتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''تقریباً نو سال کی مدت تک میں نے حضرت (صدرالشریعہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ) کی جوتیاں سیدھی کی ہیں لیکن اس عرصہ میں بداخلاقی کی ایک بھی مثال اس فقیر گناہ گار کی نظروں میں نہ گذری۔''

(سیرت صدالشریعه،ص ۱۰٤ ،مکتبه اعلی حضرت لاهور)

اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ **کی نرمی:** الملفوظ شریف میں ہے: ''مؤلف: اس وقت وہ حافظ صاحب حاضر ہیں جنہوں نے اس وہابی خیال شخص کو پیش کیا تھا جس نے علمِ غیب میں کچھ دریافت کیا تھا۔

عرض: حضور وہ شخص جب یہاں سے گیا تو راستے ہی میں کہنے لگا کہ اعلیٰ حضرت مُدَّظِلُّـہ کی باتیں میرے دل نے قبول کیں اور اب میں اِنْ شَاءَ اللہ تَعَالٰی اُن کا مرید ہوں گا۔

ارشاد: دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے، اگر اُس شخص سے سختی برتی جاتی تو ہرگز یہ بات نہ ہوتی۔ جن لوگوں کے عقائد مُذَبْذَب (یعنی ڈانواں ڈول) ہوں اُن سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں، یہ جو وہابیہ میں بڑے بڑے ہیں اِن سے بھی ابتداءً بہت نرمی کی گئی۔ مگر چونکہ اِن کے دلوں میں وہابیت راسخ (یعنی پختہ) ہو گئی تھی اور مصداق ''ثُمَّ لَا یَعُوْدُوْنَ'' (پھر وہ حق کی طرف رجوع کرنے والے نہیں) حق نہ مانا، اس وقت سختی کی گئی۔''

(الملفوظ،ص ۹۰ ،مکتبة المدینه)

،،،،،،،،،فراغت کو غنیمت (۳۶)،دنیا کو سواری اور آخرت کو اپنی منزل بنالو۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ کا ارشاد ہے:''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومن کے لیے جنت کے سوا کوئی راحت پیدا نہیں فرمائی۔''

---

(36)......دھوکے میں مبتلا کرنے والی دو نعمتیں،حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنھما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے:''دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے اکثر لوگ دھوکے میں ہیں: (ایک) صحت اور (دوسری) فراغت۔''

(بخاری، کتاب الرقاق، باب ماجاء فی ء الصحۃ والفراغ، رقم: ۶۴۱۲ ، ج۵، ص۲۳۵۷، دارابن کثیر)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:''یعنی تندرستی اور عبادت کے لیے موقع مل جانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں ہیں مگر تھوڑے لوگ ہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اکثر لوگ انہیں دنیا کمانے میں صرف کرتے ہیں حالانکہ دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ محنت سے جوڑنا، مشقت سے اس کی حفاظت کرنا، حسرت سے چھوڑنا۔ خیال رہے کہ فراغت اور بیکاری میں فرق ہے، فراغت اچھی چیز ہے بیکاری بری چیز۔ فرمایا نبی کریم صلَّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلَّم نے: جنتی لوگ کسی چیز پر حسرت نہ کریں گے سوائے ان ساعتوں کے جو انہوں نے دنیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کے بغیر صرف کر دیں، (مرقات)۔''

(مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۱۳ قادری پبلیشرز لاھور)

پانچ کو پانچ سے قبل غنیمت جانو، حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلَّم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: پانچ کو پانچ سے قبل غنیمت جانو! جوانی کو بڑھاپے سے قبل، صحت کو بیماری سے قبل، مالداری کو محتاجی سے قبل، فراغت کو مصروفیت سے قبل اور زندگی کو موت سے قبل۔'' (الزھد لابن مبارک، ج۱، ص۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(اے طالب رشدوہدایت!)غفلتوں کی جگہوں،دشمن کے دھوکوں،خواہشات کی خوشیوں،شہوات کی شدتوں اور نفس کی آرزوؤں سے پہلو تہی اختیار کر۔

رسولِ اکرم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:''تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے کہ جو تمہارے پہلوؤں کے مابین چھپا بیٹھا ہے۔''(۳۷)

اور یہ تمھارا بڑا دشمن اس لیے ہے کہ تم اس کی اطاعت کرتے ہو۔

(اے طالب خیر!)کبھی کسی معاملے میں حق تجھ پر مشتبہ ہو جائے تو تُو اس معاملے کو کتاب اللہ،سنتِ رسول اور سلف صالحین کے طریقہ پر پیش کر،اگر پھر بھی وہ معاملہ مخفی رہے تو پھر تو اس میں ایسے شخص کی رائے کو اختیار کر کہ جس کے دین وفہم سے تو مطمئن ہو،اور حق کو قبول کرنے کے لیے اس پر کوئی نہ کوئی شاہد ضرور ہوتا ہے کیا تو نے رسولِ اکرم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کا یہ ارشاد نہیں سنا؟ کہ:،،،،،،،،

---

(37)......(کشف الخفاء للعجلونی برقم:۴۱۲،ج۱،ص۱۴۳،دار احیاء التراث العربی بیروت)

صوفیہ کرام فرماتے ہیں:نفس شیطان کا بڑا بھائی ہے،اس پر ہم نے اپنی کتاب ''**شیطان کا بڑا بھائی**'' میں تفصیلی کلام کیا ہے اور صوفیہ کرام کے اقوال کی روشنی میں پندرہ وجوہات سے یہ بات ثابت کی ہے کہ نفس ایک مومن کے لیے شیطان سے کہیں زیادہ بڑھ کر خطرناک ہے۔ان وجوہات،نفس کی اقسام،ان کی تعریفات،خواہشات کی اقسام،ان کی معرفت،خواہشاتِ خیروشر میں فرق وامتیاز کا طریقہ،مجاہدۂ نفس کے فضائل،مجاہدۂ نفس نہ کرنے کی آفات،نفس کو مغلوب کرنے کے طریقے،نفس کی ہلاکت خیزیوں کے واقعات،اور اس کے علاوہ نفس کے بارے میں بہت کچھ جاننے کے لیے ہماری تالیف ''**شیطان کا بڑا بھائی**''(مطبوعہ میلاد پبلی کیشنز لاہور) کا مطالعہ کریں۔

............''اپنے ضمیر سے فتوی طلب کرو اگرچہ فتوی دینے والے (کسی شے کے جواز کا) فتوی دیں۔''(۳۸)

---

(38)......جامع الصغیر میں یہ حدیث حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے،فرماتے ہیں کہ میں حضور پرنور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا،تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:''تم میرے پاس اس لیے آئے ہو کہ مجھ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھو؟ میں نے عرض کی:جی ہاں،تو فرمایا:اپنے ضمیر سے فتوی طلب کرو اگرچہ فتوی دینے والے (کسی شے کے جواز کا) فتوی دیں۔''(جامع الصغیر مع شرح فیض القدیر،ج۱،ص۶۳۳،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن مراۃ المناجیح میں فرماتے ہیں:''یعنی آج سے اے وابصہ! گناہ اور ان کی کی پہچان یہ ہے کہ جس پر تمہارا نفسِ مطمئنہ جسے وہ نیکی ہوگی اور جسے تمہارا دل اور نفسِ مطمئنہ قبول نہ کرے وہ گناہ ہوگا،یہ حکم حضرت وابصہ رضی اللہ تعالی عنہ کے لیے آج سے ہوگیا۔یہ حضور (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم) کے ہاتھ شریف کا اثر ہوا ہم جیسے لوگوں کو یہ حکم نہیں۔''

(مرآۃ المناجیح،کتاب البیوع،باب الکسب،الفصل الثانی،ج۴،ص۲۵۸،قادری پبلشرز لاھور)

نیکی اور گناہ کی پہچان،حضرت نواس ابن سمعان سے مروی ہے:''فرماتے ہیں کہ میں نے تاجدارِ مدینہ سرورِ قلب سینہ فیضِ گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا،تو فرمایا:''نیکی اچھی عادت ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں چبھے اور تو یہ ناپسند کرے کہ اس پر لوگ خبردار ہوں۔''

(مسلم،کتاب البر،باب تفسیر البر والاثم،رقم:۲۵۵۳،ج۴،ص۱۹۸۰،داراحیاء التراث العربی بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن مراۃ المناجیح میں مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:''یہ فرمان کامل مسلمان کے لیے ہے جیسے ہم کو مکھی ہضم نہیں ہوتی...........

...............فوراً قے ہوجاتی ہے یونہی صالحین کو گناہ ہضم نہیں ہوتا فوراً انہیں دلی قبض روحانی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ عام لوگوں کا یہ حال نہیں ہے بعض تو گناہ پر خوش ہو کر اعلان کرتے ہیں (مَعَاذَاللّٰہ عَزَّوَجَلَّ)۔ حضور حکیمِ مطلق ہیں ہر شخص کو اس کے مطابق دوا عطا فرماتے ہیں یوں ہی (حدیث میں مذکور) ''اَلنَّاس'' سے مراد مقبول بندے ہیں۔''

(مرآۃ المناجیح، کتاب الادب، باب الرفق والحیاء، الفصل الاول، ج۶، ص۴۳۰، قادری پبلشرز لاہور)

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''بعض علما فرماتے ہیں: اگر اس حدیث میں خطاب کو عام کیا جائے تو یہ کلام اس شخص کے بارے میں ہوگا جس کا سینہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نورِ یقین کے ساتھ کھول دیا ہو، تو وہ محض تجربہ یا دلی میلان سے بغیر کسی دلیلِ شرعی کے مسئلہ بتا سکتا ہے۔ لیکن جو ایسا نہ ہو اس کے لیے دلیل کا اتباع لازم ہوگا۔'' (فیض القدیر شرح جامع الصغیر، ج۱، ص۶۳۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''دل سے پوچھنا اس مقام پر ہے کہ جہاں مفتی جواز بتائے اور اگر مفتی نے حرام کہہ دیا تو اس سے احتراز ضروری ہوگا۔ پھر ہم ہر ایک دل کو یہ اختیار بھی نہیں دے سکتے، بہت سے دل تو ایسے وہم اور وسوسہ والے ہوتے ہیں جو ہر کام (خواہ جائز ہو یا ناجائز) کی طرف لپکتے ہیں لہذا ان کا اعتبار نہیں۔ ہاں اس عالم کے دل کا اعتبار ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے باتوفیق ہو اور حالات کی باریکی کو سمجھتا ہو تو یہ کسوٹی ہے جس کے ذریعے سے معاملات کی حقیقت کو پہچانا جا سکتا ہے اور اس طرح کے دل بہت کم ہیں۔''

(احیاء علوم الدین، کتاب تفریق الصلقات، الباب الثالث فی البحث والسوال، ج۲، ص۱۱۸، دارالمعرفۃ بیروت)

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالی علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''اور وہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے دل سے فتویٰ پوچھ! ۔ اس کو وہی جانتا ہے جو وفاداری سے پُر ہوتا ہے،

(اے طالبِ ہدایت!)اپنے اعضا کو احکامِ علم کے تحت کر دے،اپنے ارادے کی حفاظت کر یہ بات یاد رکھتے ہوئے کہ اَللہ عَزَّوَجَلَّ تم سے تمھاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے،اوراس کی بارگاہ میں فریادی غلام کی طرح کھڑا ہوتو اس کو رؤف ورحیم پائے گا۔''(۳۹)

''..................زندہ کے منہ میں اگر ایک تنکا آجائے تو اس کو چین اسی وقت آئے گا جب وہ اسے نکال لے گا۔ ہزار لقموں میں سے جب ایک چھوٹا سا تنکا آیا تو زندہ کو فوراً پتہ چل گیا۔''

(مثنوی روم،ص۶۸،دفتر اول،،خدیجہ پبلی کیشنز لاہور)

(39).....حضرتِ علامہ مولانا نقی علی خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے اپنی کتابِ مستطاب ''اَحسَنُ الْوِعَاءِ لِاٰدابِ الدُّعا'' پر جن لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اُن میں سب سے پہلے نمبر پر لکھا ہے:

اوّل: مُضطَر (یعنی دُکھیارا)اس کے حاشیہ میں سرکارِ اعلیٰحضرت،اِمامِ اَہلسنّت،مولانا شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں:''اس کی طرف(یعنی دُکھیارے اورلاچار وناشاد کی دعا کی قبولیت کی طرف)تو خود قرانِ کریم میں ارشاد موجود ہے:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ .(پ:۲۰،النمل:۶۲)

ترجمۂ کنزالایمان:یاوہ جولاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اوردور کر دیتا ہے برائی۔

(احسن الوعاء لآداب الدعا،ص:۲۱۸،مکتبۃالمدینہ)

ظالم کاعبرت انگیز انجام

ایک شخص کا بیان ہے:میں ''دمشق'' سے ''زبدانی'' تک خچر کرایہ پر چلایا کرتا تھا۔ایک مرتبہ ایک شخص میرے ساتھ خچر پر سوار ہوا،دورانِ سفر ایک غیر معروف راستے سے گزرے تو اس شخص نے مجھے کہا:اس راستے سے چلو!میں نے کہا:میں تو اس راستے کے بارے میں نہیں جانتا۔........

....

..............تو اس نے کہا: یہ راستہ قریب پڑے گا، پس ہم نے وہ راستہ اختیار کیا حتی کہ ہم ایک خوف ناک و گہری وادی میں پہنچے جس وادی میں بہت سارے مقتولین کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔اس نے مجھے کہا: خچر کو روکو تا کہ میں نیچے اتر سکوں۔ میں نے خچر کو روکا تو اس نے نیچے اترتے ہی مجھ پر چاقو تان لیا۔ میں اس سے ڈر کر بھاگا اور اس نے میرا پیچھا کیا، میں اس کو اللہ کی قسم دے کر کہا: میرا خچر ساز و سامان کے ساتھ لے لو، اس نے کہا وہ تو میرا ہی ہے مگر میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے اور قتل کے انجامِ کار سے ڈرایا، لیکن وہ نہ مانا، آخر کار میں نے اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور اس سے کہا: مجھے دو رکعت نماز ادا کرنے اجازت دے دو! اس نے کہا: جلدی سے پڑھ لو۔ میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا تو مارے خوف کے مجھے سارا قرآن بھول گیا حتی کہ اس کا ایک حرف بھی یاد نہ رہا میں اسی حالت میں حیران و پریشان کھڑا رہا ادھر سے وہ شور مچا رہا تھا کہ جلدی کرو! جلدی کرو! اچانک میری زبان پر یہ آیت جاری ہوگئی:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ (پ: ۲۰، النمل: ۶۲)

ترجمۂ کنزالایمان: یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دور کردیتا ہے برائی۔

اچانک میں نے دیکھا کہ ایک گھوڑے سوار وادی کے دہانے سے نیزہ ہاتھ میں لیے نمودار ہوا، اس نے وہ نیزہ اس شخص کو مارا تو وہ ٹھیک اس کے دل پر جا کر لگا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ میں اس گھوڑے سوار کو چمٹ گیا اور اس کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم دے کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا مجھے اس ذات نے بھیجا ہے کہ جو لاچار کی دعا کو قبول فرماتا ہے کہ جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس سے برائی کو دور کر دیتا ہے۔ اس کے چلے جانے کے بعد میں نے اپنے خچر اور سامان کو لیا اور سلامتی کے ساتھ واپس پلٹ آیا۔" (تفسیر ابن کثیر، پ: ۲۰، النمل: ۶۲، ج ۶، ص ۲۰۵، دار طیبہ)

نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بندے کو اسی مرتبہ میں رکھتا ہے جتنی بندے نے اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد کو اپنے دل میں جگہ دی۔''

اور یہ معاملہ اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت اور اس کے خوف کی مقدار پر ہے۔

(اے طالبِ خیر!) یہ بات جان لو کہ جو شخص اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کو اپنے نفس کی خواہش پر مقدم رکھے اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے اپنا قرب عطا فرمائے گا، جو اس کی فرمانبرداری کرے وہ اس کو اپنا محبوب بنالے گا اور جو شخص اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر کسی شے کو ترک کردے گا اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کو عذابِ جہنم سے محفوظ فرمائے گا۔(۴۰)

---

(40)......جنت کی کیاریاں: یہ شعب الایمان میں موجود حدیثِ مبارک کا ایک حصہ ہے، مکمل حدیث ملاحظہ ہو: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم ہمارے پاس تشریف لائے، اور ارشاد فرمایا: اے لوگوں! بے شک اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے کچھ فرشتے زمین پر گھوم پھر کر ذکر کی مجلسوں میں ٹھہرتے ہیں لہٰذا جب تم جنت کی کیاریوں کے قریب سے گزرو تو ان میں سے کچھ پھول چن لیا کرو۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم! جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ فرمایا: ''ذکر کی مجالس۔ اور فرمایا: صبح وشام اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں مشغول رہو اور اس کا تنہائی میں بھی ذکر کیا کرو۔ جو شخص اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اپنا مرتبہ جاننا چاہے تو وہ دیکھے کہ اسکے نزدیک اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا مرتبہ کیا ہے، کیونکہ اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بندے کو اسی مرتبہ میں رکھتا ہے جتنی بندے نے اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد کو اپنے دل میں جگہ دی۔'' (شعب الایمان، کتاب الایمان، باب محبۃ اللہ، فصل فی ادامۃ ذکر اللہ رقم: ۵۲۵، ج ۲ ص ۶۵، مکتبۃ الرشد ریاض)

مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''معلوم ہوا ذکر اللہ روحانی غذا ہے اور ذکر کے حلقے روحانی سبزہ زار، جب انسان باغ، کھیت سے گزرتا ہے تو کچھ کھاتا ہے، لہٰذا جب ذکر اللہ پر گزرے تو کچھ ذکر کرلے یا سن لے۔'' (مرآۃ، کتاب الادب، باب الرفق، ج ۶، ص ۴۲۸ ضیاء القرآن پبلشرز)

جیسا کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: ''اسے چھوڑ دو جو تمھیں شک میں ڈالے،ادھر رجوع کرو جو تمھیں شک میں نہ ڈالے۔''(۴۱) کیونکہ جس کو تم رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کی خاطر ترک کرو گے اسے ضرور پاؤ گے۔

،،،،،،،حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ،قرارِقلب و سینہ،صاحب معطر پسینہ،باعثِ نُزولِ سکینہ،فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے:''جہنم کو نفسانی شہوات سے ڈھانپ دیا گیا ہے اور جنت کو تکالیف سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔''

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق،باب حجبت النار بالشھوات، ج ۵،ص ۲۳۷۹،دارابن کثیر)

(41)......یہ ترمذی شریف میں موجود حدیثِ مبارک کا ایک حصہ ہے،مکمل حدیث ملاحظہ ہو:

امام حسن ابن علی رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں:''میں نے رسول اللّٰہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم سے ایک بات یادرکھی،کہ آپ نے فرمایا:اسے چھوڑ دو جو تمھیں شک میں ڈالے،ادھر رجوع کرو جو تمھیں شک میں نہ ڈالے،کیونکہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ تَرَدُّد ہے۔''

(ترمذی، کتاب صفة القیامة،رقم:۲۵۱۸،ج ٤،ص ٦٦٨،داراحیاء التراث العربی)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ''یعنی جو کام یا کلام تمہارے دل میں کھٹکے کہ نہ معلوم حرام ہے یا حلال،اسے چھوڑ دو اور جس پر دل گواہی دے کہ یہ ٹھیک ہے اسے اختیار کر۔مگر یہ ان حضرات کے لیے ہے جو حضرت حسن رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ جیسی قوت قدسیہ اور علمِ لدنی والے ہوں،جن کا فیصلہ قلب،کتاب وسنت کے مطابق ہو عام لوگ یا نفسانی وشیطانی وہمیات میں پھنسے ہوئے ہیں ان کے لیے یہ قاعدہ نہیں ہے۔(مرقاۃ)بعض لاپرواہ لوگ قطعی حراموں میں کوئی تردد نہیں کرتے اور بعض وہم پرست جائز چیزوں کو بلاوجہ حرام ومشکوک سمجھ لیتے ہیں ان کے لیے یہ قاعدہ نہیں ہے لہذا حدیث واضح ہے۔

حدیثِ مبارک کے حصے ''کیونکہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ تردد ہے'' کے تحت فرماتے ہیں:

....

..............یعنی مومنِ کامل کا دل سچے کام و سچے کلام سے مطمئن ہوتا ہے اور مشکوک اشیا سے قدرتی طور پر متردد ہوتا ہے۔ یہاں لمعات میں فرمایا گیا: جب آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہو تو حدیث کی طرف رجوع کرو اور اگر حدیث بھی متعارض نظر آئیں تو اقوالِ علما کو تلاش کرو، اگر ان میں بھی تعارض نظر آئے تو اپنے دل سے فتوی لو اور احتیاط پر عمل کرو، یہ سارے احکام صاف دل اور پاکیزہ نفوس کے لیے ہیں۔ اگر کسی کو جھوٹ سے اطمینان اور گناہ سے خوشی ہو، نیکیوں سے دل گھبرائے، تو وہ دل کی آواز نہیں بلکہ نفسِ امارہ کی شرارت ہے، نفس اگر دل پر غالب آجائے تو بہت پریشان کرتا ہے اور اگر دل نفس پر غالب ہو تو سُبْحَانَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ یہ ہی حال عقل کا ہے۔

عقل زیریں حکم دل یزدانی است
جو زدل آزاد شد شیطانی است

دل کو نفس و عقل پر غالب رکھے۔ آمین

(مرآۃ المناجیح، کتاب البیوع، باب الکسب، الفصل الثانی، ج ٤، ص ٤٥٦، ٤٥٧، قادری پبلشرز لاھور)

(اے طالب ہدایت!) اچھی تاویل کرکے اپنے دل کو بدگمانی سے بچا(۴۲)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(42)......اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ۔ (الحجرات:۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔

بدترین جھوٹ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالی علیہ واٰلہ وسلّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''بدگمانی سے بچو بے شک بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔'' (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب مایخطب علی خطبۃ اخیہ، الحدیث:۵۱۴۳، ج۳، ص۱۹۷۶، دارابن کثیر بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''یہاں ظن سے مراد مجتہدین علما کا قیاس نہیں بلکہ بلادلیل بلاثبوت مسلمان بھائی کے متعلق بدگمانی کر لینا ہے کہ خواہ مخواہ کسی کو اپنا دشمن سمجھ لینا، اس کے ہر قول ہر کام کو اپنی دشمنی قرار دے دینا یہ برائی ہے کہ یہ لڑائی فساد کی جڑ ہے۔ بعض عورتوں کو بلاوجہ شبہ ہوتا ہے کہ فلاں نے مجھ پر جادو کرایا ہے، اگر گھر میں اتفاقاً کسی کو بخار آگیا یا جانور نے دودھ کم دیا تو اپنے پڑوسیوں پر جادو، تعویذ، گنڈے کی بدگمانی کر کے دل میں گرہ رکھ لی، یہ ممنوع ہے۔ کیونکہ ایسی بدگمانیاں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں اور شیطان بڑا جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ بھی بڑے ہوتے ہیں۔''

(مرآۃ المناجیح، کتاب الادب، باب ما ینھی عنہ من التھاجر والتقاطع، الفصل الاول، ج۶، ص۶۱۰، قادری پبلشرز)

بدگمانی حرام ہے

سرکارِ مدینہ قرارِ قلب وسینہ صلّی اللہ تعالی علیہ واٰلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان کا خون۔۔۔۔۔۔

،،،،،،،،،،،مال اوراس سے بدگمانی (دوسرے مسلمان پر) حرام ہے۔'' (شعب الایمان، باب فی تحریم اعراض الناس، الحدیث: ٦٢٨٠، ج٩، ص ٧٥، مکتبۃ الرشد ریاض)

اچھی عبادت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضور پرنور صلّی اللہ تعالی علیہ واٰلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''حسن الظن من حسن العبادة یعنی: اچھا گمان اچھی عبادت سے ہے۔''

(ابو داود، کتاب الادب، باب فی حسن الظن، رقم: ٤٩٩٥ ج، ص ٤٥٥، دارالکتاب العربی)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''اس فرمان عالی کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ اچھا گمان، اس سے امید وابستہ رکھنا عبادت میں سے ایک اچھی عبادت ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے امید اچھی عبادت سے حاصل ہوتی ہے، جو عبادت کرے اسے یہ امید نصیب ہو گی۔

'' تیسرے یہ کہ عبادت کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اچھی امید رکھو، عبادت سے غافل رہ کر امیدیں باندھنا حماقت ہے، جیسے کوئی جو بو کر گندم کاٹنے کی امید کرے۔

چوتھے یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں یعنی مسلمانوں سے اچھا گمان کرنا، ان پر بدگمانی نہ کرنا، یہ بھی اچھی عبادات میں سے ایک عبادت ہے۔ اس فرمان کے اور معانی بھی ہو سکتے ہیں مثلاً یہ کہ مسلمانوں پر اچھا گمان اچھی عبادات سے حاصل ہوتا ہے، جو عابد ہوگا وہ نیک گمان ہوگا جو خود برا ہوگا دوسروں کو بھی برا سمجھے گا۔

(مرآۃ المناجیح، کتاب الادب، باب ما ینھی عنہ من التھاجر و التقاطع، الفصل الثانی، ج٦، ص ٦١٨، قادری پبلشرز)

ظنّ (گمان) کی تعریف: علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

''اسم لما یحصل عن أمارة یعنی: ظن اس اعتقاد کا نام ہے، جو کسی ،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،

....

،،،،،،،ظاہری علامت سے حاصل ہوتا ہے۔'' (المفردات للراغب،ص ۵۳۹،دارالعلم دمشق)

ظن کی ابتداءً دواقسام ہیں،(۱)......حسنِ ظن (اچھاگمان)،(۲)......سوءِظن (بدگمانی)۔

پھر حسنِ ظن کی دواقسام ہیں،(۱)......واجب،(۲)......مستحب۔

چنانچہ صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃاللہ تعالی علیہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ''گمان کی کئی قسمیں ہیں،ایک واجب ہے،وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا،ایک مستحب وہ مومنِ صالح کے ساتھ نیک گمان۔'' (خزائن العرفان،پ۲۶،الحجرٰت،تحت الآیۃ۱۲)

سوءِظن کی بھی دواقسام ہیں،(۱)......حرام،(۲)......جائز۔

چنانچہ صدرالافاضل رحمۃاللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''ایک ممنوع حرام وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ بُرا گمان کرنا اور مومن کے ساتھ بُرا گمان کرنا ایک جائز،وہ فاسقِ معلن کے ساتھ ایسا گمان کرنا جیسے افعال اس سے ظہور میں آتے ہوں۔'' (خزائن العرفان،پ۲۶،الحجرٰت،تحت الآیۃ۱۲)

جواز کی ایک اور صورت: جب نُقصان میں مُبتلا ہونے کا قوی اِحتمال ہو۔مثلاً کسی کے ساتھ کاروباری شِراکت کی یا خرید وفروخت کی اور سامنے والے کی کسی مشکوک حرکت کی وجہ سے دِل میں بے اِختیار بدگُمانی پیدا ہوئی اور اس نے اس بدگُمانی کی بُنیاد پر ایسی اِحتیاطی تدابیر اِختیار کیں جس سے سامنے والے کو کوئی نقصان نہ پہنچے تو جائز ہے۔''

(بد گمانی،ص ۱۹،مکتبۃالمدینہ)

نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''احترسوا من الناس بسوء الظن یعنی: لوگوں سے سوءِظن کے ذریعے اپنی حفاظت کرو۔''

(المعجم الاوسط للطبرانی،من اسمہ یعقوب،رقم:۹۴۵۸،ج۹،ص ۱۷۵،دارالحرمین قاھرہ)

............تنبیہ: یاد رہے کہ اَہلِ مَعْصِیَت اور علانیہ گناہ کرنے والوں سے بدگمانی جائز ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ان کی بدگوئی یا عیب اُچھالنا شروع کردیں بلکہ ایسی صورت میں رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے لیے صرف دِل میں انہیں بُرا سمجھا جائے۔" (الحدیقۃ الندیۃ، ج ۲، ص ۱۱ ملخصًا)

بدگمانی کب حرام ھے؟ علامہ عینی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: "گمان وہ حرام ہے جس پر گمان کرنے والا مُصِر ہو (یعنی اصرار کرے) اور اسے اپنے دِل پر جما لے نہ کہ وہ گمان جو دِل میں آئے اور قرار نہ پکڑے۔" (بدگمانی، ص ۲۲، بحوالہ: عمدۃ القاری)

ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ تنہا ایک گدڑی پہنے مدینہ طیبہ سے کعبہ معظّمہ کو تشریف لیے جاتے تھے اور ہاتھ میں صرف ایک تاملوٹ (یعنی ڈونگا) تھا۔ شقیق بلخی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے دیکھا (تو) دل میں خیال کیا کہ یہ فقیر اوروں پر اپنا بار (یعنی بوجھ) ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ وسوسہ شیطانی آنا تھا کہ امام نے فرمایا: شقیق! بچو گمانوں سے (کہ) بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ نام بتانے اور وسوسہ دلی پر آگاہی سے نہایت عقیدت ہوگئی اور امام کے ساتھ ہولیے۔ راستے میں ایک ٹیلے پر پہنچ کر امام نے اس سے تھوڑا ریت لے کر تاملوٹ میں گھول کر پیا اور شقیق رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے بھی پینے کو فرمایا، انہیں انکار کا چارہ نہ ہوا۔ جب پیا تو ایسے نفیس لذیذ خوشبودار ستّو تھے کہ عمر بھر میں نہ دیکھے، نہ سنے۔" (الملفوظ: ص ۲۹۵، مکتبۃ المدینہ)

آرزوؤں کو کم کرکے اپنے دل سے حسد کو دور کر (۴۳)..........................

باطنی امراض کا علم سیکھنا فرض ھے۔

اعلیٰ حضرت، امام اَحمد رضا خان عَلَیہ رَحمَۃُ الرَّحمٰن فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳ صفحہ ۶۲۴ پر لکھتے ہیں: ''مُحرَّمَاتِ باطِنِیہ (یعنی باطنی ممنوعات مثلاً) تکبُّر و ریا و عُجب وحَسَد وغیرہا اور اُن کے مُعالَجات (یعنی علاج) کہ ان کا عِلم (یعنی جاننا) بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے۔'' لہٰذا باطنی گناہوں میں سے چند کے متعلق ہم تفصیل کے ساتھ کلام کریں گے۔ اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ (پ: ۱، البقرۃ، ۱۰۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بہت کتابیوں نے چاہا کاش تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں اپنے دلوں کی جلن سے، بعد اس کے کہ حق ان پر خوب ظاہر ہو چکا ہے۔

صدرالافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیہ رَحمَۃُ الہَادِی مذکورہ آیت کے تحت خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ''اسلام کی حقانیت جاننے کے بعد یہود کا مسلمانوں کے کفر و ارتداد کی تمنا کرنا اور یہ چاہنا کہ وہ ایمان سے محروم ہو جائیں حسداً تھا حسد بڑا ہی عیب ہے، حدیث شریف میں ہے: ''سید عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا حسد سے بچو وہ نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو۔ (مسئلہ) حسد حرام ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص اپنے مال و دولت یا اثر و وجاہت سے گمراہی و بے دینی پھیلاتا ہو تو اس کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لیے اس کے زوال نعمت کی تمنا حسد میں داخل نہیں اور حرام بھی نہیں۔''

(خزائن العرفان پ: ۱، البقرۃ، ۱۰۹)

(43)......**حسد کی تعریف:** امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں:

''اپنے مسلمان بھائی سے اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے عطا کردہ کسی ایسی نعمت کے چھن..........

،،،،،،،،،،جانے کی تمنا کرنا جس میں اس کے لیے بہتری ہو۔"

رشک کی تعریف: اگر نعمت کے جانے کا ارادہ تو نہ ہو لیکن ویسی ہی نعمت کا اپنے لیے بھی طالب ہو تو اسے رشک کہتے ہیں۔

غیرت کی تعریف: اگر اس نعمت میں اس کے لیے بہتری نہ ہو تو ایسی نعمت کے چھن جانے کے ارادے کو غیرت کہتے ہیں۔(منہاج العابدین،ص۸۸،مکتبۃ ابن القیم دمشق)

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں:"حسد کے چار مراتب ہیں،

اول: کسی کی نعمت کی زوال کی تمنا کرنا،اگر چہ اس کو وہ نعمت نہ ملے۔

ثانی: یہ تمنا کرنا کہ یہ نعمت اس سے چھن کر مجھے مل جائے۔

ثالث: اس نعمت کی تمنا نہ کرنا بلکہ اس کی مثل کی تمنا کرنا اور اگر وہ اس کی مثل حاصل کرنے سے عاجز رہے تو پھر اس کے زوال کی تمنا کرے تا کہ ان کے مابین تفاوت نہ رہے۔

رابع: اپنے لیے اس نعمت کی مثل کی تمنا کرنا،اگر اس کی مثل حاصل نہ ہو تو اپنے بھائی سے چھن جانے کی تمنا نہ کرنا۔

آخری قسم اگر دنیاوی معاملات میں ہو تو معاف اور دینی معاملات میں ہو تو مستحب ہے۔

(احیاء العلوم،کتاب ذم الغضب والحقد والحسد،بیان حقیقۃ الحسد وحکمہ واحکامہ،ج۳،ص۱۹۲،دارالمعرفۃ بیروت)

حسد کی آفات

﴿1﴾......نیکیوں کی بربادی: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:**اِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ**:"حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔"

(سنن ابی داود،کتاب الادب،باب فی الحسد،رقم ۴۹۰۵،ج۴،ص۳۶۰،دارالکتاب العربی بیروت)

.........حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''یعنی بغض وحسد ذریعہ بن جاتے ہیں نیکیوں کی بربادی کا، یعنی حاسد ایسے کام کر بیٹھتا ہے جس سے نیکیاں ضبط ہوجائیں، حاسد وبغض والے کی نیکیاں محسود کو دے دی جائیں گی یہ خالی ہاتھ رہ جائے گا۔''

(مرآۃ المناجیح، کتاب الادب، باب ما ینھی عنہ من التھاجر و التقاطع ،الفصل الثانی، ج٦، ص٤١٥ قادری پبلشرز)

﴿2﴾......ایمان کے لیے خطرہ: نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''الحسد یفسد الإیمان کما یفسد الصبر العسل ترجمہ: حسد ایمان کو اس طرح خراب کردیتا ہے جس طرح ایلوا (یعنی ایک کڑوے درخت کا جما ہوا رس) شہد کو خراب کردیتا ہے۔''

(کنزالعمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الحدیث: ٧٤٤٠، ج٣، ص٤٦١ مؤسسۃ الرسالۃ)

رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''تم میں پچھلی اُمتوں کی بیماری ضرور پھیلے گی اور وہ بغض وحسد ہے جو کہ استرے کی طرح ہے لیکن یہ اُسترا (یعنی بغض وحسد) دین کو کاٹتا ہے نہ کہ بالوں کو۔''

(کنزالعمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الحدیث: ٧٤٤٣، ج٣، ص٤٦٢ مؤسسۃ الرسالۃ)

﴿3﴾......نعمتوں کا زوال: حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کاد الحسد أن یغلب القدر یعنی: حسد قریب ہے کہ تقدیر پر غالب آجائے۔''

(شعب الایمان، باب الحث علی ترک الغل والحسد، رقم: ٦١٨٨، ج٩، ص١٢، مکتبۃ الرشد ریاض)

مذکورہ حدیث کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''یعنی قریب ہے کہ حسد تقدیر کو بدل دے، کیونکہ حاسد خود محسود کی تقدیر کو بدلنا چاہتا ہے، اس کی نعمت کا زوال چاہتا ہے اس کا تو کچھ نہیں بگڑتا حاسد کی نعمتیں زائل ہوجاتی ہیں۔''

(مرآۃ المناجیح، کتاب الادب، باب ما ینھی عنہ من التھاجر الخ........، الفصل الثالث، ج٦، ص٤١٥ قادری پبلشرز)

﴿4﴾......مجھ سے کوئی تعلق نہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''لیس منی ذوحسد، ولانمیمۃ، ولا کھانۃ، ولاأنامنہ○ حسد کرنے والے، چغلی کھانے والے اور کاہن کے پاس جانے والے کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی میرا اس سے کوئی تعلق ہے۔''

(مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب ماجاء فی الغیبۃ والنمیمۃ، الحدیث:١٣١٢٦، ج٨، ص٥، دارالفکر بیروت)

﴿5﴾......خیر کے زوال کا سبب: حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''لا یزال الناس بخیر ما لم یتحاسدوا○ ترجمہ: لوگ جب تک آپس میں حسد نہ کریں گے ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے۔'' (مجمع الزوائد، الحدیث:١٣٠٤٥، ج٧، ص٣٩٤، دارالفکر بیروت)

﴿6﴾......شرک کے مساوی: حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''ان ابلیس یقول: ابغوا من بنی آدم البغی والحسد، فانھما یعدلان عند اللہ الشرک○ ترجمہ: ابلیس (اپنے چیلوں سے) کہتا ہے: انسانوں سے ظلم اور حسد کے اعمال کراؤ کیونکہ یہ دونوں عمل اللہ عزوجل کے نزدیک شرک کے مساوی ہیں۔'' (کنزالعمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الباب الاول، فصل الثانی، الحدیث٧٣٢، ج٣، ص٥٠٤، مؤسسۃ الرسالۃ)

﴿7﴾......رب تعالٰی کی نعمت کی دشمنی: حدیثِ قدسی ہے: ''الحاسد عدو نعمتی، متسخط لقضائی، غیر راض بقسمتی التی قسمت بین عبادی○ ترجمہ: حاسد میری نعمت کا دشمن، میرے فیصلے پر ناخوش اور میری تقسیم پر ناراض رہتا ہے جو میں نے اپنے بندوں کے درمیان فرمائی ہے۔'' (شعب الایمان، باب فحث علی ترک الغل والحسد، رقم:٦٦١٣، ج٩، ص٢٨، مکتبۃ الرشد ریاض)

﴿8﴾......حکمِ نبوی سے روگردانی: حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''لا تباغضوا ولا تحاسدوا○ ...

.........ترجمہ: آپس میں بغض نہ رکھو اور نہ ہی ایک دوسرے سے حسد کرو۔" (ترمذی، کتاب الادب، باب فیمن یھجر اخاہ المسلم، رقم: ۴۹۱۲، ج ۴، ص ۴۳۰، داراحیاء التراث العربی)

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: "جو میری کسی نعمت سے حسد کرتا ہے میں اس کے سوا ہر شخص کو راضی کرسکتا ہوں کیونکہ حاسد اسی وقت راضی ہوگا جب وہ نعمت مجھ سے زائل ہوجائے گی۔" (الزواجر، مترجم، ج ۱، ص ۱۹۹، مکتبۃ المدینہ)

حسد کے اسباب

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: "حسد کے اسباب کثیر ہیں لیکن یہ سب سات اسباب میں منحصر ہیں، (۱)......دشمنی، (۲)......غیر کو اپنے سے بلند ہونے کو نا پسند کرنا، (۳)......تکبر، (۴)......خود پسندی، (۵)...... پسندیدہ مقاصد کے فوت ہونے کا خوف، (۶)......نفس کی خباثت اور (۷)......اس کا بخل۔ (احیاء العلوم، کتاب ذم الغضب والحقد والحسد، بیان اسباب الحسد والمنافسۃ، ج ۳، ص ۱۹۲، دارالمعرفۃ بیروت)

حسد کی علامات

یادرہے کہ باطنی گناہوں کی جو علامات بیان کی جاتی ہیں وہ اپنے اندر اس مرض کی پہچان کے لیے ہوتی ہیں نہ کہ دوسروں کے اندر جاننے کے لیے، لہٰذا اگر کوئی علامت کسی میں نظر آئے تو اس کے متعلق بدگمانی نہ کی جائے۔

امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اپنی کتاب "مَقَاصِدُ الرِّعَايَة" میں فرماتے ہیں: "حسد کی بہت سی قبیح علامات ہیں، مثلاً اقوال وافعال کے ذریعے محسود (جس پر حسد ہو) کو اذیت پہنچانے کی کوشش کرنا اور اس سے نعمت کے زوال کی کوشش کرنا۔"

(مقاصد الرعایۃ، فائدۃ اخری فی آثار الحسد، ص ۱۵۴، دارالفکر بیروت)

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: "حسد کی علامات یہ ہیں: (۱)......محسود پر طعن وتشنیع کرنا،

،،،،،،،،،(۲)......اس پر برائی چاہنا،(۳)......اس کو فائدہ پہنچانے سے باز رہنا۔"

(ماخوذ من احیاء العلوم، کتاب ذم الغضب والحقد والحسد، بیان الدواء الذی ینفی، ج۳، ص۱۹۲، دار المعرفۃ بیروت)

مزید علامات: (۱)......محسود کے ساتھ سلام و مصافحہ ترک کردینا، (۲)......اس کے لیے بددعا کرنا، (۳)......اس کی غیبت کرنا، (۴)......اس کی مصیبت پر خوش ہونا، (۵)......اس کی خوشی پر غمگین ہونا، (۶)......اس کو حقارت سے دیکھنا، (۷)......لوگوں کو اس کی مذمت پر ابھارنا، (۸)......اس کی تعریف کرنے اور سننے سے باز رہنا۔

حسد کا علاج

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: "بندے کو چاہیے کہ ہر وہ قول یا فعل جس پر حسد ابھارے، نفس پر جبر کرتے ہوئے ہوئے اس کی ضد کو اپنے اوپر لازم کرلے۔ مثلاً اگر حسد طعن و تشنیع پر ابھارے تو کوشش کر کے اس کی (جائز) تعریف بیان کرے، اگر حسد محسود پر برائی چاہنے پر ابھارے تو اس کے ساتھ تواضع سے پیش آئے، اگر حسد محسود کو فائدہ پہنچانے سے باز رہنے پر ابھارے تو اس پر مزید انعام و اکرام کرے۔" (احیاء العلوم، کتاب ذم الغضب والحقد والحسد، بیان الدواء الذی ینفی مرض الحسد، ج۳، ص۱۹۲، دار المعرفۃ بیروت)

حسد کے مراتب وحکم

حاسد کے حسد میں مبتلا ہوجانے کے بعد تین حالتیں ہوسکتی ہیں، (۱) حسد کے مقتضیٰ (جس کا حسد تقاضا کرے) پر عمل نہ کرے بلکہ دل سے اس کو برا سمجھے اور اس کو ختم کرنے کی کوشش میں مشغول ہوجائے۔ یہ قسم معاف ہے کیونکہ بندے پر اتنا ہی لازم ہے۔ (۲) حسد کے مقتضیٰ (جس کا حسد تقاضا کرے) پر عمل نہ کرے، لیکن دل سے اس کو برا بھی نہ سمجھے، اس پر مؤاخذہ ہے۔ (۳) حسد کے مقتضیٰ (جس کا حسد تقاضا کرے) پر عمل کرے اور دل سے اس کو برا بھی نہ جانے،،،،،،،،،،،،،،

....

..........اس پر مؤاخذہ ہے اور یہ قطعاً حرام ہے۔(ماخوذ من احیاء العلوم،کتاب ذم الغضب والحقد والحسد،بیان القدر الواجب فی نفی الحسد،ج۳،ص ۲۰۰،دارالمعرفۃ بیروت)

واہ کیا بات اعلیحضرت کی: اعلیٰ حضرت،امام اَحمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فتاوٰی رضویہ میں فرماتے ہیں:''فقیر میں لاکھوں عیب ہیں مگر میرے رب نے مجھے حسد سے بالکل پاک رکھا ہے، اپنے سے جسے زیادہ پایا اگر دنیا کے مال و منال میں زیادہ ہے قلب نے اندر سے اسے حقیر جانا،پھر حسد کیا حقارت پر؟اور اگر دینی شرف و افضال میں زیادہ ہے اس کی دست بوسی و قدم بوسی کو اپنا فخر جانا،پھر حسد کیا اپنے معظم بابرکت پر؟اپنے میں جسے حمایتِ دین پر دیکھا اس کے نشر فضائل اور خلق کو اس کی طرف مائل کرنے میں تحریراً و تقریراً ساعی رہا۔ اس کے لیے عمدہ القاب وضع کر کے شائع کیے جس پر میری کتاب''المعتمد المستند''وغیرہ شاہد ہیں،حسد شہرت طلبی سے پیدا ہوتا ہے اور میرے رب کریم کے وجہِ کریمہ کے لیے حمد ہے کہ میں نے کبھی اس کے لیے خواہش نہ کی بلکہ ہمیشہ اس سے نفور اور گوشہ نشینی کا دلدادہ رہا۔ جلسوں انجمنوں کے دوروں سے دور رہنا انہیں دو وجہ پر تھا۔''(فتاوی رضویہ،ج ۲۹،ص ۵۹۸،رضا فاؤنڈیشن)

حاسد کا انجام

ایک نیک شخص کسی بادشاہ کے پاس نصیحت کرنے کے لیے بیٹھا کرتا تھا اور وہ اس سے کہا کرتا:اچھے لوگوں کے ساتھ ان کی اچھائی کی وجہ سے اچھا سلوک کرو کیونکہ برے لوگوں کے لیے ان کی برائی ہی کافی ہے۔ ایک جاہل کو اس نیک شخص کی(بادشاہ سے)اس قربت پر حسد ہوا تو اس نے اس کے قتل کی سازش تیار کی اور بادشاہ سے کہا:یہ شخص آپ کو بدبودار سمجھتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب آپ اس کے قریب جائیں گے تو وہ اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لے گا تا کہ آپ کی بدبو سے بچ سکے۔بادشاہ نے اس سے کہا:تم جاؤ میں خود اسے دیکھ لوں گا۔..................

....

''''''''''یہ سازشی وہاں سے نکلا اور اس نیک شخص کو اپنے گھر دعوت پر بلا کر لہسن کھلا دیا، وہ نیک آدمی وہاں سے نکل کر بادشاہ کے پاس آیا اور حسب عادت بادشاہ سے کہا: اچھوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ برے کو اس کی برائی ہی کافی ہوگی۔ تو بادشاہ نے اس سے کہا: میرے قریب آؤ! وہ قریب آیا تو اس نے اس خوف سے اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیا کہ کہیں بادشاہ لہسن کی بو نہ سونگھ لے۔ بادشاہ نے اپنے دل میں سوچا کہ فلاں آدمی سچ کہتا تھا۔ اس بادشاہ کی عادت تھی کہ وہ کسی کے لیے اپنے ہاتھ سے صرف انعام دینے کا ہی فرمان لکھا کرتا تھا، لیکن اب کی بار اس نے اپنے ایک گورنر کو اپنے ہاتھ سے لکھا کہ: جب میرا خط لانے والا یہ شخص تمہارے پاس آئے تو اسے ذبح کر دینا اور اس کی کھال میں بھوسہ بھر کر میرے پاس بھیج دینا۔ اس نیک شخص نے وہ خط لیا اور دربار سے نکلا تو وہی حاسد شخص اسے ملا، اس نے پوچھا: یہ خط کیسا ہے؟ نیک شخص نے جواب دیا: بادشاہ نے مجھے انعام لکھ کر دیا ہے۔ سازشی شخص نے کہا: یہ مجھے ہبہ کر دو۔ تو اس نیک شخص نے کہا: تم لے لو۔ پھر جب وہ شخص خط لے کر عامل کے پاس پہنچا تو اس عامل نے اس سے کہا: تمہارے خط میں لکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر دوں اور تمہاری کھال میں بھوسہ بھر کر بادشاہ کو بھیج دوں۔ اس نے کہا: یہ خط میرے لیے نہیں ہے میرے معاملہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو تا کہ میں بادشاہ سے رابطہ کر سکوں۔ تو عامل نے کہا: بادشاہ کا خط آنے کے بعد اس سے رجوع نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا عامل نے اسے ذبح کر کے اور اس کی کھال بھوسے سے بھر کر بادشاہ کو بھیج دی، پھر وہی نیک شخص حسب عادت بادشاہ کے پاس آیا اور اپنی بات دہرائی: اچھوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ تو بادشاہ نے حیرت زدہ ہو کر اس سے پوچھا: تم نے خط کا کیا کیا؟ اس نے جواب دیا: مجھے فلاں شخص ملا تھا، اس نے مجھ سے وہ خط مانگا تو میں نے اسے دے دیا۔ تو بادشاہ نے کہا: اس نے تو مجھے بتایا تھا کہ تم کہتے ہو کہ میرے جسم سے بُو آتی ہے۔ تو اس نیک شخص نے جواب دیا:''''''''

یہ بات جانتے ہوئے اپنے دل سے تکبر کو دور کر! کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھ پر حاکمِ حقیقی ہے۔(۴۳)

.........میں نے تو ایسا نہیں کہا۔ پھر بادشاہ نے پوچھا: تم نے اپنی ناک پر ہاتھ کیوں رکھا تھا؟ اس نے بتایا: اسی شخص نے مجھے لہسن کھلا دیا تھا اور میں نے پسند نہ کیا کہ آپ اس کی بو سونگھیں۔ بادشاہ نے کہا: تم سچے ہو اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ جاؤ، برے آدمی کی برائی اسے کفایت کر گئی۔"

(الزواجر، مترجم، ج۱، ص۱۹۷۔۱۹۸، مکتبۃ المدینہ)

(44)......تکبر کی تعریف: نبی کریم رؤف ورحیم صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم نے تکبر کی تعریف ان الفاظ میں ارشاد فرمائی: "اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ○ یعنی تکبر حق کی مخالفت اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔" (صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانہ، رقم:۱۴۷، ج۱، ص۹۳، دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے تکبر کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرمائی: "و ذلک ان یری الانسان نفسہ اکبر من غیرہ○ یعنی: انسان اپنی ذات کو دوسرے سے افضل گمان کرے۔" (المفردات للراغب، ص۶۹۷، دار العلم دمشق)

تکبر کی اقسام: (۱)......کفر، (۲)......حرام، (۳)......جائز۔

(۱)......**کفر:** اللّٰہ ورسول کے سامنے غرور (تکبر) کرنا کفر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، کتاب الادب، باب الغضب والکبر، الفصل الاول، ج۶، ص۴۴۳، قادری پبلشرز) نبی (علیہ الصلوۃ والسلام) کے مقابلے میں تکبر کفر ہے، جیسے شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلے میں تکبر کیا کافر ہوا۔"

(مرآۃ المناجیح، کتاب الادب، باب الغضب والکبر، الفصل الاول، ج۶، ص۴۴۱، قادری پبلشرز)

(۲)......**حرام:** مسلمان بھائی سے اپنے کو بڑا سمجھنا اسے ذلیل وحقیر سمجھنا یہ برا ہے۔ (ایضاً)

(۳)......**جائز:** مسلمان کا اپنے کو کفار سے اچھا جاننا انہیں حقیر سمجھنا کہ ان کی ہیبت ہمارے دل میں نہ آئے، یہ اچھا تکبر ہے۔ (ایضاً)

تکبر کی آفات

﴿1﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی: چنانچہ ربِ کائنات عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ۝ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔ (پ:۱٤، النحل:۲۳)

﴿2﴾......سرکارِ دو عالم صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کی ناراضی: چنانچہ نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''قیامت کے دن میرے نزدیک سب سے قابلِ نفرت اور میری مجلس سے دُور وہ لوگ ہوں گے جو واہیات بکنے والے، لوگوں کا مذاق اُڑانے والے اور مُتَفَیْہِق ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یارسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم بے ہودہ بکواس بکنے والوں اور لوگوں کا مذاق اُڑانے والوں کو تو ہم نے جان لیا مگر یہ مُتَفَیْہِق کون ہیں؟ تو آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اِس سے مراد ہر تکبُّر کرنے والا شخص ہے۔''

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلۃ، الحدیث:۲۰۱۸، ج٤، ص۳۷۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

﴿3﴾......قیامت کی رسوائی: چنانچہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''قیامت کے دن متکبرین کو انسانی شکلوں میں چیونٹیوں کی مانند اٹھایا جائے گا، ہر جانب سے ان پر ذلت طاری ہوگی، انہیں جہنم کے ''بُولَس'' نامی قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا اور بہت بڑی آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لیکر ان پر غالب آجائے گی، انہیں ''طِیْنَۃُ الْخَبَال'' یعنی جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔'' (جامع الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ماجاء فی شدۃ ۔۔۔الخ، الحدیث: ۲٤۹۲، ج٤، ص۲۵۵ دار احیاء التراث العربی بیروت)

﴿4﴾......جنت سے محرومی: حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم نے فرمایا: ''لَا یدخل الجنۃ احد''''''''''''''

،،،،،،،فی قلبہ مثقال حبۃ خردل من کبریاء یعنی: جس کے دل میں رائی کے دانے جتنا (یعنی تھوڑا سا) بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔" (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، الحدیث:۱۴۸، ج۱، ص۹۳، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: "اس فرمانِ عالی کے چند معانی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ دنیا میں جس کے دل میں رائی برابر کفر ہوگا وہ جنت میں ہرگز نہ جائے گا، کِبر (تکبر) سے مراد اللہ و رسول کے سامنے غرور کرنا ہے یہ کفر ہے، دوسرے یہ کہ دنیا میں جس کے دل میں رائی کے برابر غرور ہوگا وہ جنت میں اولاً نہ جائے گا، تیسرے یہ کہ جس کے دل میں رائی برابر غرور ہوگا وہ غرور لے کر جنت میں نہ جائے گا، پہلے رب تعالیٰ اس کے دل سے تکبر دور کر دے گا پھر اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔"

(مرآۃ المناجیح، کتاب الادب، باب الغضب والکبر، الفصل الاول، ج۶، ص۶۴۳، قادری پبلشرز)

﴿5﴾......نظرِ رحمت سے محرومی: اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: "من جر ثوبہ مخیلۃ لم ینظر اللہ إلیہ یوم القیامۃ یعنی جو تکبر کی وجہ سے اپنا تہبند لٹکائے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اُس پر نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔" (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، الحدیث:۵۷۸۸، ج۵، ص۲۱۸۳، دار ابن کثیر)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: "پائچوں کا کَعْبَیْن (یعنی دونوں ٹخنوں) سے نیچا ہونا جسے عربی میں "اِسْبَال" کہتے ہیں اگر براہِ عُجب و تکبر (یعنی خود پسندی اور تکبر کی وجہ سے) ہے تو قطعاً ممنوع و حرام ہے اور اُس پر وعیدِ شدید وارِد، اور اگر بوجہ تکبر نہیں تو بحکمِ ظاہر احادیث مَردوں کو بھی جائز ہے مگر عُلَما دَرصورتِ عدمِ تکبر (یعنی تکبر کے طور پر نہ ہونے کی صورت میں) حکمِ کراہتِ تنزیہی دیتے ہیں۔ بالجملہ (خلاصہ یہ کہ) اِسْبَال اگر براہِ عُجب و تکبر ہے، حرام،،،،،،،،،

....

،،،،،،، ورنہ مکروہ اور خلافِ اَولیٰ۔'' (فتاوی رضویہ، ج۲۲،ص۱٦٤۔۱٦٧ ملخصًا)

﴿6﴾......غضبِ الٰہی کا استحقاق: نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''مامن رجل یتعاظم فی نفسہ و یختال فی مشیتہ الا لقی اللّٰہ وھو علیہ غضبان یعنی: جو آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور چلنے میں اِتراتا ہے، وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملے گا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس پر غضب فرمائے گا۔'' (المستدرک، کتاب الایمان، باب من یتعاظم فی نفسہ، الحدیث:۲۰۱ ج۱،ص۱۲۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿7﴾......تکبر نے ہی شیطان کو رسوا کیا: رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''ایاکم والکبر فان ابلیس حملہ الکبر علی ان لا یسجد لآدم یعنی: تکبر سے بچتے رہو کیونکہ اسی تکبر نے ہی شیطان کو اس بات پر اُبھارا تھا کہ وہ حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو سجدہ نہ کرے۔'' (کنزالعمال فی سنن الاقوال، الکتاب الثالث فی الاخلاق، الباب الاول، الفصل الثانی، رقم: ۷۷۳٤۰، ج۳، ص۵۲۵ موسسۃ الرسالۃ)

﴿8﴾......جہنم کا استحقاق: نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''الا اخبرکم باھل النار؟ کل عتل جواظ مستکبر۔ کیا میں تمہیں جہنمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر سرکش، جَوَّاظ، متکبر اور بڑھائی چاہنے والا جہنمی ہے۔'' (بخاری، کتاب الادب، باب الکبر، رقم:۵۷۲۳، ج۵، ص۲۲۵۵، دارابن کثیر) ''جَوَّاظ'' سے مراد مال جمع کر کے روک لینے والا یا اِترا کر چلنے والا یا پھر زیادہ کھانے والا ہے۔ (الزواجر، مترجم، ج۱، ص۲۳۳، مکتبۃ المدینہ)

تکبر کے اسباب: (۱)......علم، (۲)......عمل، (۳)......حسب ونسب، (۴)......حسن، (۵)......قوت وطاقت، (٦)......مال، (۷)......حامیوں کی کثرت۔

(احیاء العلوم، کتاب ذم الجاہ والریاء، بیان مابہ التکبر، ج۳، ص۳٤٧، دارالمعرفۃ بیروت)

تکبر کی علامات: (۱)......اِس بات کو پسند کرنا کہ لوگ مجھے دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو جائیں تاکہ دوسروں پر میری شان وشوکت کا اِظہار ہو۔" (الحديقة الندية، ج ١ ، ص ٥٨٣ ، مكتبة الحقيقة تركی۔احياء العلوم، كتاب ذم الجاه والرياء، بيان اخلاق المتواضعين الخ، ج ٣، ص ٣٥٤، دارالمعرفة بيروت)

(۲)......یہ چاہنا کہ لوگ مرے ساتھ بیٹھنے کے بجائے میری تعظیم کی خاطر میرے سامنے باادب کھڑے رہیں تاکہ لوگوں میں میرا مقام ومرتبہ ظاہر ہو۔(ایضاً،ایضاً)

(۳)......کہیں آتے جاتے وقت یہ خواہش رکھنا کہ میرا کوئی شاگرد، مُرید، عقیدت مند یا کوئی رفیق برابر یا پیچھے پیچھے چلے تاکہ لوگ مجھے معزز سمجھیں۔ہاں اگر دشمن کے خوف کی وجہ سے اس کی خواہش ہو کہ میرا کوئی شاگرد یا مُرید یا عقیدت مند میرے پیچھے چلتا رہے تو اس میں حرج نہیں۔

(الحديقة الندية، ج١ ، ص ٥٨٤ ، مكتبة الحقيقة تركی۔احياء العلوم، كتاب ذم الجاه والرياء، بيان اخلاق المتواضعين الخ، ج٣، ص ٣٥٤، دارالمعرفة بيروت)

(۴)......کسی سے ملاقات کے لیے خود چل کر جانے میں ذلّت سمجھنا، اگرچہ کہ اس کے پاس جانے کی صورت میں اسے علمی ودنیوی فوائد حاصل ہوں۔ہاں اگر کسی سے ملاقات کے لیے نہ جانے کی وجہ یہ ہو کہ علمی مصروفیات یا عبادات میں مشغول رہتا ہے، یا کسی کے پاس جانے کی صورت میں غیبت میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(الحديقة الندية، ج١، ص ٥٨٤ مكتبة الحقيقة تركی۔ احياء العلوم، كتاب ذم الجاه والرياء، بيان اخلاق المتواضعين الخ، ج٣، ص ٣٥٤، دارالمعرفة بيروت)

(۵)......کسی کا برابر میں آکر بیٹھ جانا اِس لیے ناگوار گزرنا کہ میں اِس سے افضل ہوں، بلکہ خواہش یہ ہو کہ لوگ میرے سامنے باادب ہو کر بیٹھیں۔(الحديقة الندية، ج١، ص ٥٨٥ ، مكتبة الحقيقة تركی۔احياء العلوم، كتاب ذم الجاه والرياء، بيان اخلاق المتواضعين الخ، ج٣، ص ٣٥٤، دارالمعرفة بيروت)

(٦)......مریضوں اور معذوروں کو حقیر جانتے ہوئے ان کے پاس بیٹھنے سے اجتناب کرنا۔

(الحديقة الندية، ج ١، ص ٥٨٥ مكتبة الحقيقة تركي۔ احياء العلوم، كتاب ذم الجاه و الرياء، بيان اخلاق المتواضعين الخ، ج ٣، ص ٣٥٥، دار المعرفة بيروت)

(٧)......مسکینوں اور غریبوں کو حقیر جانتے ہوئے ان کے پاس بیٹھنے سے اجتناب کرنا۔(ایضاً)

(٨)......مال یا مرتبہ میں اپنے سے کم مسلمان بھائی سے اس کو حقیر جان کر سلام ومُصافحہ کرنے کو ناپسند کرنا۔(موسوعه فقهيه كويتيه، ج ٣٦، ص ١٦٩، وزارة الاوقاف والشئون الاسلامية، الكويت)

(٩)......کسی معظمِ دینی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونے کو گوارا نہ کرنا۔

(١٠)......اپنے لباس، اٹھنے بیٹھنے اور گفتگو میں امتیاز چاہنا تاکہ دوسروں کو نیچا دکھا سکے۔

(١١)......روٹی کا درمیانی حصہ کھالینا اور کنارے چھوڑ دینا۔

(الاختيار لتعليل المختار، كتاب الكراهية، ج ٤، ص ١٨٦، دار الكتب العلميه بيروت)

(١٢)......نماز میں کپڑا سمیٹنا، مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھالینا، تکبر کی ایک قسم ہے، (ایسا کرنا نماز میں مکروہ تحریمی ہے)۔(المبسوط للسرخسي، ج ١، ص ٦١، دار الفكر، بيروت)

(١٣)......تکبر کی نیت سے چارزانو (آلتی پالتی مارکر) بیٹھنا، اگر کسی حاجت سے ہو تو اس میں حرج نہیں۔(الاختيار لتعليل المختار، كتاب الكراهية، ج ٤، ص ١٦٩، دار الكتب العلميه بيروت)

(١٤)......تکبر کی نیت سے ٹیک لگا کر کھانا کھانا۔(رد المحتار، مسائل شتى، ج ٦، ص ٧٥٦، دار الفكر بيروت)

(١٥)......ایک یا دو انگلیوں سے کھانا کھانا۔

(فيض القدير شرح جامع الصغير، ج ٣، ص ٢٣٦، دار الكتب العلميه بيروت)

(١٦)......یہ بات واضح ہوجانے کے بعد بھی کہ میں غلطی پر ہوں اپنی غلطی کا اعتراف نہ کرنا۔

(الحديقة الندية، ج ١، ص ٥٨٨، مكتبة الحقيقة تركي)

(۱۷)......کسی کی نصیحت یا مشورہ قبول کرنے میں ذلّت محسوس کرنا۔

(۱۸)......اگر کسی کو نصیحت کی یا کوئی مشورہ دیا اور اُس نے کسی معقول وجہ سے قبول نہ کیا تو آپے سے باہر ہوجانا۔ (تکبر، ص ۳۳، مکتبۃ المدینہ)

(۱۹)......مناظرہ ومباحثہ میں غلطی پر ہونے کے باوجود مدِ مخالف کی حق بات کو بھی تسلیم نہ کرنا۔

(الحدیقة الندیة، ج ۱، ص ۵۸۸، مکتبۃالحقیقة ترکی)

(۲۰)......کسی کو حقیر جان کر اُس کے حقوق ادا نہ کرنا اور اگر اُس سے حق کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے تو اسے تسلیم نہ کرنا۔ (تکبر، ص ۳۴، مکتبۃ المدینہ)

(۲۱)......ہر وقت دوسروں کے مقابلے میں اپنی برتری کے پہلو تلاش کرتے رہنا۔

(تکبر، ص ۳۴، مکتبۃ المدینہ)

(۲۲)......اپنے گھر کے کام کاج کرنے میں عار محسوس کرنا۔

(احیاء العلوم، کتاب ذم الجاہ والریاء، بیان اخلاق المتواضعین الخ، ج ۳، ص ۳۵۵، دارالمعرفة بیروت)

(۲۳) اپنے عزیز واقربا کے لیے بازار سے سودا سلف خاص کر کم قیمت اشیا اُٹھا کر لانے کو کسرِ شان سمجھنا۔ (احیاء العلوم، کتاب ذم الجاہ والریاء، بیان اخلاق المتواضعین الخ، ج ۳، ص ۳۵۵، دارالمعرفة بیروت۔ الحدیقة الندیة، ج ۱، ص ۵۸۵، مکتبۃالحقیقة ترکی)

(۲۴)......کم قیمت لباس پہننے میں شرم محسوس کرنا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں میری شان وعظمت کم نہ ہوجائے۔ (الحدیقة الندیة، ج ۱، ص ۵۸۶، مکتبۃالحقیقة ترکی)

(۲۵)......یہ بات ناپسند کرنا کہ ہم عصر وہم مرتبہ لوگ بیٹھنے یا چلنے میں اس سے آگے ہوں۔

(الحدیقة الندیة، ج ۱، ص ۵۸۶، مکتبۃالحقیقة ترکی)

(۲۶)......غریبوں کی دعوت میں شرکت سے اجتناب کرنا جبکہ امیروں اور عہدہ داران کی دعوت میں خوش ہوکر شرکت کرنا، حالانکہ فقیر امیروں سے افضل ہیں اور ان کے،،،،،،،،،،

....

،،،،،،،کھانے میں برکت ہوتی ہے۔(الحدیقۃ الندیۃ، ج ۱، ص ۵۸٦، مکتبۃ الحقیقۃ ترکی)

تکبر کا علاج: (۱)......بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا رہے کیونکہ نبی کریم رؤف ورحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''الدعاء سلاح المؤمن دعا مومن کا ہتھیار ہے۔'' (المستدرک للحاکم، کتاب الدعاوالتکبیر، رقم:۱۸۱۲، ج ۱، ص ٦٦۹، دارالکتب العلمیہ)

(۲)......تکبر علم یا عمل کی وجہ سے ہو تو خود کو شیطان کے حال سے ڈرائے کہ وہ مُعَلِّمِ مَلَکُوت (فرشتوں کا استاذ) اور بہت بڑا عابد تھا لیکن تکبر کی آفت میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوا۔

(۳)......تکبر مال ودولت کی وجہ سے ہو تو بندہ اِس بات کا یقین رکھے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ اُسے یہ سب کچھ یہیں چھوڑ کر خالی ہاتھ دُنیا سے جانا ہے، کفن میں تھیلی ہوتی ہے نہ قبر میں تجوری، پھر قبر کو نیکیوں کا نُور روشن کرے گا نہ کہ سونے چاندی کی چمک دمک۔ الغرض یہ دولت فانی ہے اور چلتی پھرتی چھاؤں ہے کہ آج ایک کے پاس تو کل کسی دوسرے کے پاس اور پرسوں کسی تیسرے کے پاس، آج کا صاحبِ مال کل کا کنگال اور آج کا کنگال کل مالا مال ہوسکتا ہے، تو ایسی ناپائیدار شے کی وجہ سے تکبر میں مبتلا ہو کر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو کیوں ناراض کیا جائے۔

(تکبر، ص ۵۷، مکتبۃ المدینہ)

(۴)......حسب ونسب کی بنا پر تکبر میں مبتلا ہونے والے کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک عزت دار حسب ونسب والا نہیں بلکہ متقی ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پارہ 26 سورۃ الحجرات، آیت 13 میں ارشاد فرماتا ہے: ''بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔''

صدرالافاضل سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی مذکورہ آیت ،،،،،،،،،

"......... کے تحت خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: "اس سے معلوم ہوا کہ مدارِ عزّت وفضیلت کا پرہیزگاری ہے، نہ کہ نسب۔"

(۵)......حسن وجمال کی بناپر تکبر میں مبتلا ہونے والے کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس کی تخلیق ایک ایسے قطرے سے ہوئی ہے کہ جس کے جسم سے خارج ہونے سے غسل کرنا ضروری ہوجاتا ہے اور اس کی انتہاء قبر کے کیڑوں کی غذا بننا ہے تو پھر اکڑنا کس بات پر۔ نیز ان حسینوں کو بھی یاد کرے کہ جو اپنی ناک پر مکھی تک نہ بیٹھنے دیتے تھے لیکن موت نے ان کی ناک کو خاک سے ملا دیا۔

(۶)......قوت وطاقت کی بناپر تکبر میں مبتلا ہونے والے کو یہ بات سوچنی چاہیے کہ یہ قوت وطاقت کب تک میرے ساتھ رہے گی؟ نہ جانے کب موت کا پیغام آپہنچے اور اس قوت وطاقت کا نام ونشان نہ رہے، یا پھر بڑھاپا آکر اس قوت وطاقت کو رخصت کردے، جب یہ بات یقینی ہے تو پھر اس عارضی کمال پر اکڑنا کیسا؟ اور یہ بات بھی سوچنی چاہیے کہ یہ وصف (قوت وطاقت) تو جانوروں میں مجھ سے کہیں زیادہ ہے پھر ایسا وصف کہ جو جانوروں میں بدرجہ کمال پایا جاتا ہے، اس پر تکبر کیسا؟

(۷)......حامیوں کی کثرت کی بناپر تکبر میں مبتلا ہونے والے کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ فرعون کے حامی اس کے حامیوں سے کہیں زیادہ تھے لیکن اس کو اس کے حامی عذابِ خداوندی سے نہ بچاسکے اور وہ پانی میں غرق ہوکر جہنم واصل ہوا اور ان بادشاہوں، وزیروں، اپنے فن کے ماہر افراد کے حالات پر غور کرے کہ ان کے حامیوں کی کثرت ان کو موت کی گھاٹی سے نہ بچاسکی، لہذا حامیوں کی کثرت پر اکڑنا عقلمندی نہیں ہے۔

(۸)......تکبر سے بچنے کے لیے یہ عمل بہت ہی فائدہ مند ہے کہ تکبر کی جو علامات ....

۔۔۔۔۔۔بیان کی گئی ان کا خلاف کرے، مثلاً عاجزی والے افعال کو اپنے اوپر لازم کرلے مثلاً صاف ستھرا سادہ لباس، سادہ نشست گاہ، گھر کا سودا سلف لانا، گھر کے کام کاج کردینا۔ شہنشاہِ مدینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''من حمل بضاعته فقد برئ من الکبر○ جس نے اپنا سامان خود اٹھالیا وہ تکبر سے آزاد ہوگیا۔'' (شعب الایمان، مقاربة اهل الدین ومواداتهم برقم: ۷۸۵۳، ج۱۰، ص۴۹۰، مکتبة الرشد ریاض) کسی سے ملاقات کے لیے خود چل کر جانا، سلام و مُصافحہ میں خود بڑھ کر ابتدا کرنا حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا: ''البادئ بالسلام برئ من الکبر○ جو شخص پہلے سلام کرتا ہے، وہ تکبر سے بری ہے۔'' (شعب الایمان مقاربة اهل الدین ومواداتهم، ج۱۱، ص۲۰۱، مکتبة الرشد ریاض) معظمِ دینی کا کھڑے ہوکر استقبال کرنا، اپنا قُصور ہوتے ہوئے غلطی تسلیم کرلینا اور مُعافی مانگ لینا، کسی کی نصیحت یا مشورہ قبول کرلینا، اگر کسی کو نصیحت کی یا کوئی مشورہ دیا اور اُس نے کسی معقول وجہ سے قبول نہ کیا تو غصہ نہ کرنا، ہر ایک سے بحث کرکے غالب آنے کی کوشش کرنے سے باز رہنا، کسی کو حقیر جان کر اُس کے حقوق ادا نہ کرنے سے گریز کرنا، غریبوں کی دعوت میں بھی شرکت کرنا۔

ہر اس کام کو ترک کر دے جس کی وجہ سے تجھے معذرت کرنی پڑے،،،،، ہر اس کام سے پہلو تہی اختیار کر جو تجھے تکلف میں مبتلا کر دے۔ اقتدا کے ذریعے اپنے دین کی ،،،،، اہلِ حلم کی سیرت کے ذریعے اپنی عقل کی اور طلبِ علم کے ذریعے اپنی امانت کی حفاظت کر۔ ہر مقام پر صبر اختیار،،،،، ذکر اللہ کے لیے خلوت کو اپنا مشرب بنا لے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر بجالا کر نعمتوں کی حفاظت کر۔ (۴۵)

---

(45)،،،،،شکر کے فضائل: اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (پ:۱۳ ابرٰھیم:۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔

صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ مذکورہ آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''اس آیت سے معلوم ہوا کہ شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے۔ شکر کی اصل یہ ہے کہ آدمی نعمت کا تصوّر اور اس کا اظہار کرے اور حقیقتِ شکر یہ ہے کہ مُنعِم (نعمت عطا فرمانے والے) کی نعمت کا اس کی تعظیم کے ساتھ اعتراف کرے اور نفس کو اس کا خُوگر (عادی) بنائے۔ یہاں ایک باریکی ہے وہ یہ کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے طرح طرح کے فضل و کرم و احسان کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے شکر میں مشغول ہوتا ہے اس سے نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں اور بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی مَحبت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہ مقام بہت برتر ہے اور اس سے اعلیٰ مقام یہ ہے کہ مُنعِم کی مَحبت یہاں تک غالب ہو کہ قلب کو نعمتوں کی طرف التفات باقی نہ رہے، یہ مقام صدیقوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں شکر کی توفیق عطا فرمائے۔'' (خزائن العرفان، پ:۱۳ ابرٰھیم:۷)

مزید ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (پ:۲، البقرۃ:۱۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔

صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ مذکورہ آیت کے تحت فرماتے ہیں:

''مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر واجب ہے۔''

(خزائن العرفان، پ:۲، البقرۃ:۱۷۲)

اور ارشاد فرمایا:

وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۔ ترجمۂ کنزالایمان: اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔ (پ:۲، البقرۃ:۱۵۲)

اس آیت کے تحت تفسیرِ خازن میں ہے: ''یعنی: اطاعت کر کے میرا شکر ادا کرو اور نافرمانی کر کے ناشکری نہ کرو، پس جس نے اللہ عزوجل کی اطاعت کی تو تحقیق اس نے اس کا شکر ادا کیا اور جس نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی تو اس نے اس کی ناشکری کی۔''

(خازن، پ:۲، البقرۃ:۱۵۲، ج۱، ص۹۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

صابر و شاکر لکھ دیا جاتا ہے: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں بھی ہوں گی اللہ عزوجل اسے صابر و شاکر لکھ دے گا اور جس میں نہیں ہوں گی نہ اسے شاکر لکھے گا اور نہ ہی صابر (وہ خصلتیں یہ ہیں): (۱) جو اپنے دین میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھ کر اس کی پیروی کرے اور دنیوی معاملہ میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے اور اللہ عزوجل نے اسے اس شخص پر جو فضیلت دی ہے اس پر اللہ عزوجل کا شکر ادا کرے تو اللہ عزوجل اسے صابر و شاکر لکھ لیتا ہے۔ (۲) جو دین میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے اور دنیوی معاملہ میں اوپر والے کو دیکھے پھر اپنی محرومی پر افسوس کرے تو اللہ عزوجل نہ اسے صابر لکھتا ہے اور نہ ہی شاکر۔ (ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، رقم:۲۵۱۲، ج٤، ص٦٦٥، داراحیاء التراث العربی)

شکر کرنے والا دل: رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالی علیہ واٰلہ وسلم کا،،،،،،،،،،،،،،،

.......ہے: ''سب سے افضل مال ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور ایماندار بیوی ہے جو اس کے ایمان میں مددگار ہو۔''

(ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب سورۃ التوبہ، رقم: ٣٠٩٤، ج ٥، ص ٢٧٧، دار احیاء التراث العربی)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے: ''قَیِّدُوا نعم اللہ عَزَّوَجَلَّ بالشکر للہ عَزَّوَجَلَّ یعنی: شکرِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ بجالا کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی حفاظت کرو۔''

(شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب، ج ٦، ص ٢٠٢، مکتبۃ الرشد ریاض)

شکر گزار ہو تو ایسا: ایک صاحبِ دل بزرگ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو بادشاہ نے قید کر لیا، ان کے پاس ان کے ایک دوست نے اپنے قاصد کو بھیجا کہ ان کی خیریت دریافت کر لائے۔ وہ قاصد ان کے پاس پہنچا اور ان کی خیریت دریافت کی تو انہوں نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے۔ کچھ دنوں کے بعد ایک مجوسی قیدی کو لایا گیا جو کہ مرضِ اسہال میں مبتلا تھا اور اس کو ان کے ساتھ ایک ہی ہتھکڑی میں باندھ دیا گیا۔ اب جب کبھی وہ مجوسی حاجت کے لیے جاتا تو اس کے ساتھ مجبوراً ان کو بھی جانا پڑتا، اس کے ساتھ آنے جانے اور اس کے پاخانے کی بدبو کی وجہ سے ان کو انتہا درجہ کی تکلیف ہوتی۔ جب ان کی اس حالت کا علم ان کے دوست کو ہوا تو اس نے ایک مرتبہ پھر اپنے قاصد کو بھیجا کہ ان کی خیریت دریافت کر لائے۔ (جب قاصد نے ان کے پاس حاضر ہو کر ان کی خیریت دریافت کی تو) انہوں نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے۔ (جب ان کے دوست تک ان کی یہ بات پہنچی تو) ان کے دوست نے ان سے (بذریعہ قاصد) کہا: کس چیز پر شکر ادا کرتے ہو؟ جس مصیبت میں تم مبتلا ہو اس سے بڑھ کر اور کون سی مصیبت ہوگی؟ انہوں نے فرمایا: اگر مجوسی کی کمر سے زنار (وہ دھاگہ یا ڈوری جو عیسائی، مجوسی اور یہودی کمر میں باندھتے ہیں۔) کھول کر میری کمر پر باندھ دیا جاتا (یعنی میں مجوسی ہو جاتا) تو یہ اس سے بڑھ کر مصیبت ہوتی۔ اے میرے بھائی!.......

....

۔۔۔۔۔۔۔میں تو اس سے بھی بڑی مصیبت کا حقدار تھا اگر میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے اس مقدار پر اکتفا فرمایا ہے، تو کیا مجھ پر اس کا شکر ادا کرنا واجب نہیں؟ کیا آپ نے نہیں سنا کہ ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے سر پر راکھ کا طشت ڈال دیا گیا تو انہوں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں تو یہ خوف کرتا تھا کہ (میرے اعمال کے سبب) کہیں مجھ پر آگ کا طشت نہ ڈال دیا جائے تو جب مجھ پر آگ کے طشت کے بجائے راکھ کا طشت ڈالا گیا تو کیا مجھ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر لازم نہیں؟۔ (کتاب القلیوبی،حکایت:۱۱۵،ص۹۱،ایچ ایم سعید کمپنی)

چٹائی والا شکر گزار: حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان فرمایا: ''ایک شخص کو دنیا کی دولت سے بہت نوازا گیا اور پھر سب کچھ جاتا رہا تو وہ شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثنا کرنے لگا یہاں تک کہ اس کے پاس بچھانے کے لیے صرف ایک چٹائی رہ گئی، مگر وہ پھر بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثنا میں مصروف رہا۔ ایک دوسرے مالدار شخص نے اس چٹائی والے شکر گزار سے کہا: اب تم کس بات پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کر رہے ہو؟ اس نے جواب میں کہا: میں ان نعمتوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اگر ساری دنیا کی دولت بھی دے دوں تو وہ نعمتیں مجھے نہ ملیں۔ اس نے پوچھا وہ کیا؟ جواب دیا: کیا تم اپنی آنکھ، زبان، ہاتھوں اور پاؤں کو نہیں دیکھتے۔'' (شعب الایمان،باب تعدید نعم اللہ برقم:۴۱۴۸،ج۶،ص۲۶۶ مکتبۃ الرشد ریاض)

سب سے بڑا عبادت گزار: حضرت سیدنا محمد بن معاویہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''ہمیں ہمارے شیخ نے بتایا: ایک مرتبہ حضرت سیدنا یونس علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام کی آپس میں ملاقات ہوئی، حضرت سیدنا یونس علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام سے فرمایا: مجھے کسی ایسے شخص کے پاس لے چلو جو زمین میں سب سے بڑا عبادت گزار ہو۔ چنانچہ حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام آپ علیہ السلام کو ایک ایسے شخص کے پاس لے گئے جو جذام کا مریض تھا اور۔۔۔۔۔۔۔۔

....

"......اس بیماری کی وجہ سے اس کے ہاتھ پاؤں گل سڑ کر جسم سے جدا ہو گئے تھے، اور وہ صابر وشاکر شخص کہہ رہا تھا: اے میرے پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ! جب تک تو نے چاہا ان اعضا سے مجھے فائدہ بخشا اور جب تو نے چاہا لے لیا، تیرا شکر ہے کہ تو نے میری امید صرف اپنی ذات میں باقی رکھی، اے میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ میرا مطلوب تو بس تُو ہی تُو ہے (یعنی میں تیری رضا پر راضی ہوں) اس شخص کو دیکھ کر حضرت سیدنا یونس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا: اے جبریل علیہ السلام! میں نے تو تجھے ایسے شخص کے بارے میں کہا تھا جو، بہت زیادہ نماز پڑھنے والا ہو اور بہت زیادہ نماز پڑھنے والا ہو اور خوب روزے رکھنے والا ہو۔ یہ سن کر جبریل امین علیہ السلام نے کہا: ان مصیبتوں کے نازل ہونے سے پہلے یہ خوب روزے رکھتا اور خوب نمازیں پڑھتا تھا اور اب مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کی آنکھیں بھی لے لوں۔ یہ کہہ کر حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے اس شخص کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا تو اس کی دونوں آنکھیں باہر امنڈ آئیں۔ عابد پھر وہی الفاظ دہرانے لگا: اے میرے مالک حقیقی عَزَّوَجَلَّ جب تک تو نے چاہا مجھے ان آنکھوں سے فائدہ بخشا اور جب چاہا لے لیا اور اپنی ذات میں میری محبت کو باقی رکھا (اے مولیٰ تیرا شکر ہے) میرا مطلوب تو بس تو ہی تو ہے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے اس عظیم صابر وشاکر شخص سے کہا: آؤ، ہم سب مل کر دعا کرتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے تیری آنکھیں، اور ہاتھ پاؤں لوٹا دے اور تجھے اس بیماری سے شفا عطا فرمائے تا کہ تم پہلے کی طرح عبادت کرو اور روزے رکھو۔ وہ شخص کہنے لگا: میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے فرمایا: آخر کیوں تم اس بات کو پسند نہیں کرتے؟ وہ عابد بولا: اگر میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا اسی میں ہے کہ میں بیمار رہوں تو پھر مجھے تندرستی وصحت نہیں چاہیے، میں تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی ہوں، وہ مجھے جس حال میں رکھے میں اسی میں راضی ہوں۔

......ہر معاملہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد طلب کر......ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بھلائی کی بھیک مانگ......تیرے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو ارادہ فرمایا ہے اس پر اعتراض مت کر(۴۶)......جس عمل کے ذریعے تو قربِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ پانے کا آرزومند ہے اس کو اپنے نفس پر لازم کر لے......دوسرے شخص کی جو بات تجھے بری لگے اسے اپنے اخلاق سے جدا کر دے......جس دوست کی صحبت سے تیری نیکیوں میں اضافہ نہ ہو تو اس کی صحبت کو ترک کر دے.........................

جے سوہنا میرے دکھ وچ راضی   میں سکھ نوں چلھے پاواں

اس عابد کی یہ گفتگو سن کر حضرت سیدنا یونس علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلامُ نے فرمایا: اے جبریل علیہ السلام! واقعی میں نے آج تک اس سے بڑھ کر کوئی عبادت گزار شخص نہیں دیکھا۔ حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام نے کہا: "یہ ایسا عظیم راستہ ہے کہ رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے حصول کے لیے اس سے افضل کوئی اور راستہ نہیں۔(عیون الحکایات، حصہ: اول، ص ۱۷۳، ۱۷۴، مکتبۃ المدینہ)

(46)......**ایک تیرا ارادہ ہے اور ایک میرا ارادہ ہے:** حدیثِ قدسی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''اے بندے ایک تیرا ارادہ ہے اور ایک میرا ارادہ ہے، ہوگا وہی جو میرا ارداہ ہے۔ اگر تو اپنے ارادے کو میرے ارادے کے حوالے کر دے تو میں تجھے وہ بھی دوں گا جو تیرا اردہ ہے۔ اگر تو نے اپنے ارادے کو میرے ارادے کے حوالے نہ کیا تو میں تمہیں تھکا دوں گا اس میں جو تیرا ارادہ ہے، اور ہوگا وہی جو میرا اردہ ہے۔''

(تفسیر الصاوی، قصص: ۶۹، ج ۴، ص ۲۹۸، مکتبہ غوثیہ کراچی)

،،،،،،،،اور عفوودرگزر میں سے اپنا حصہ اکٹھا کرلے۔(۴۷)

(47)......عفوودرگزر کے فضائل: اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ ۔ (پ:۱٤،الحجر:۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اچھی طرح درگزر کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ ۔(پ:۱۸،النور:۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللّٰہ تمہاری بخشش کرے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْہُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ○ (پ:٦،النساء:۱٥٦)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم کوئی بھلائی علانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو بے شک اللّٰہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے۔

مذکورہ آیت کے تحت صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃاللّٰہ تعالٰی علیہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ''(یعنی) تم اس کے بندوں سے درگزر کرو وہ تم سے درگزر فرمائے گا۔''
(خزائن العرفان، پ:٦،النساء،۱٥٦)

عزت میں اضافے کا سبب: سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا: ''ما نقصت صدقۃ من مال وما زاد اللّٰہ عبدا بعفو الا عزا وما تواضع احد للّٰہ الا رفعہ اللّٰہ ○ یعنی: صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بندے کے عفوودرگزر کے سبب اس کی عزت میں اضافہ فرمادیتا ہے اور جو اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔'' (مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب العفو والتواضع،رقم:۲۵۸۸، ج٤، ص۲۰۰۱،داراحیاء التراث العربی بیروت)

حساب میں آسانی کے تین اسباب: حضرتِ سیِّدُنا ابوہُریرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے ،رسول اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا: تین باتیں جس شخص میں ہوں گی،،،،،،،،،،

....

"......اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اُس کا حساب بہت آسان طریقے سے لے گا اور اُس کو اپنی رَحمت سے جنّت میں داخِل فرمائے گا۔ صحابہ کرام عَلَیہِمُ الرِّضوان نے عرض کی یارسولَ اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم! وہ کون سی باتیں ہیں؟ فرمایا: جو تمہیں محروم کرے تم اُسے عطا کرو اور جو تم سے قَطعِ تعلُّق کرے (یعنی تعلُّق توڑے) تم اُس سے مِلاپ کرو اور جو تم پر ظُلم کرے تم اُس کو مُعاف کردو۔" (المعجم الا وسط للطبرانی ج٥،ص١٩٦،حدیث ٥٠٦٤ دارالحرمین قاھرہ)

غلام آزاد کردیا: امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے ایک غلام نے ایک طشت میں آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے ہاتھ دھلواتے ہوئے ان پر پانی بہایا تو وہ پانی آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے کپڑوں پر بھی جا گرا، امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اسے تیز نظروں سے دیکھا، غلام نے یہ کہنا شروع کیا: میرے آقا! ﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ (اور غصہ پینے والے)﴾ (ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ) آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ غلام نے پھر کہا: ﴿وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (اور لوگوں سے درگزر کرنے والے)﴾ آپ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا۔ غلام نے عرض کی: ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔) (پ ٤، آل عمران ١٣٤)﴾ تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: جا، تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے آزاد ہے اور میرے مال میں سے ایک ہزار دینار تیرے ہیں۔"

(البحر الدموع، ص ١٠٤، مکتبۃ الشاملۃ)

اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا عفو و درگزر: اِمامِ اَہلسنّت، مولٰینا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن کی خدمت میں ایک بار جب ڈاک پیش کی گئی تو بعض خُطوط مُغَلَّظات (یعنی گندی گالیوں) سے بھرپور تھے۔ مُعتَقِدین برہَم (غصّے) ہوئے کہ ہم ان لوگوں کے خِلاف مُقَدَّمہ دائر کریں گے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ارشاد فرمایا: "جو لوگ تعریفی خُطوط.............

.........لکھتے ہیں پہلے ان کو جاگیریں تقسیم کردو، پھر گالیاں لکھنے والوں پر مقدمہ دائر کردو۔'' (حیات اعلیٰ حضرت ج۱،ص۱۴۳ مُلَخَّصاً) مطلب یہ کہ جب تعریف کرنے والوں کو تو انعام دیتے نہیں پھر بُرائی کرنے والوں سے بدلہ کیوں لیں۔(غیبت کی تباہ کاریاں،ص۴۸۴ مکتبۃالمدینہ)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان رحمۃاللہ تعالی علیہ **کا عفو و درگزر:** آپ رحمۃاللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''میری ایک غیر مقلِّد سے رکعاتِ تراویح کے سلسلے میں خط وکتابت ہوئی، چند خطوط کے بعد ان صاحب نے تحریر میں تلخ کلامی شروع کر دی اور آخر میں خط وکتابت کا سلسلہ ختم کردیا۔ مگر کچھ دنوں کے بعد مجھے ملنے گجرات آگئے، بیٹھک میں جہاں سبق پڑھاتا ہوں آکر بیٹھ گئے میں پہچانتا نہ تھا، خود ہی تعارف کرایا۔ میں نے دل میں سوچا مخالف میرے گھر میں خود چل کر آیا ہے اب اس کے ساتھ خلق محمدی کے مطابق کریمانہ برتاؤ ہونا چاہیے۔ چنانچہ میں نے فوراً چائے تیار کرائی اور ساتھ میں عمدہ قسم کی مٹھائی منگوا کر رکھی اور اصرار سے کھلایا پلایا۔ جب وہ صاحب اٹھے تو میں چند قدم ساتھ چلا گیا۔ کہنے لگے: یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: یہ حدیث اور سنت کے مطابق مشایعت کر رہا ہوں، آپ اہلِ حدیث ہو کر مجھے عمل بالحدیث سے روکتے ہیں۔ جاتے ہوئے بولے: ہم یہ سمجھتے تھے کہ حنفیوں میں حدیث کسی کو نہیں آتی مگر آپ اس سے مستثنیٰ نکلے۔ میں نے جواب میں کہا: صاحب یہ بات نہیں بلکہ دراصل حدیث حنفیوں ہی کو آتی ہے۔

(حالاتِ زندگی حکیم الامت، ص۱۴۳، نعیمی کتب خانہ گجرات)

امیرِ اہلسنّت کا عفو و درگزر: امیرِ اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپ اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام لینے کی بجائے اسے معاف کر دیتے ہیں۔ جب امیرِ اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ موسیٰ لین باب المدینہ (کراچی) میں ایک فلیٹ میں رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ پڑوس میں رہنے والی خاتون کی آپ کے گھر والوں سے کچھ بدمزگی ہوگئی۔ اس خاتون نے.............

''......اسی وقت گھر میں موجود اپنے شوہر کو سارا قصہ اپنے انداز میں جا سنایا۔ وہ اس کی بات سن کر بھڑک اٹھا اور خطرناک تیور لیے آپ کے دروازے پر پہنچا اور آپ سے ملنے کا تقاضا کیا لیکن آپ اس وقت راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں سفر کرنے والے مدنی قافلے میں سفر اختیار کیے ہوئے تھے۔ یہاں سے ناکام ہونے کے بعد وہ اس مسجد میں جا پہنچا جہاں آپ امامت فرماتے تھے اور آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے خلاف واویلا مچانا شروع کر دیا اور مختلف قسم کی دھمکیاں دے ڈالیں۔

جب آپ مَدَنی قافلے سے واپسی پر مسجد میں پہنچے تو آپ کو اس کے بارے میں بتایا گیا۔ آپ نے تحمل مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کوئی انتقامی کارروائی نہ کی بلکہ اس کو منانے کی فکر میں لگ گئے۔ چند دن بعد مسجد سے گھر کی طرف جاتے ہوئے وہی شخص اپنے گھر کے باہر کچھ لوگوں کے ساتھ کھڑا ہوا مل گیا۔ آپ اسے دیکھتے ہی اس کی طرف بڑھ گئے اور سلام کیا۔ آپ کو دیکھ کر اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار نمودار ہوئے لیکن آپ نے اس کے غصے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نہایت نرمی اور شفقت سے کہا: بھائی! آپ تو بہت ناراض دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کا پیار بھرا انداز دیکھ کر اس کا دل پسیج گیا اور اس کی ناراضی دور ہوگئی۔ یہاں تک کہ وہ باصرار آپ کو اپنے گھر لے گیا اور ٹھنڈے مشروب سے آپ کی خاطر داری کی۔''

(تعارف امیر اہلسنّت، ص ۲۰۴۱ ٤، مکتبۃ المدینہ)

(اے طالبِ خیر!) یہ بات یاد رکھو کہ مومن کے سچے ہونے کا ہر حالت میں امتحان لیا جاتا ہے اور اس کو آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، مومن اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے اپنے نفس کا محافظ ہوتا ہے،......پس حق کے راستے پر ثابت قدم رہو......مخلوق کے دل میں تمھاری محبت پیدا ہو جائے گی۔(۴۸) اپنی طلب میں صادق ہو جا تو علم البصائر کو پالے گا......اور معرفت کے راستے تیرے لیے ظاہر ہو جائیں گے۔

---

(48)......سرکارِ دوعالم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام کو بلا کر ارشاد فرماتا ہے: میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو اور زمین و آسمان والوں میں اعلان کر دو کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو، پھر اس کی محبت زمین میں اُتاری جاتی ہے۔'' (صحیح المسلم، کتاب البر والصلۃ، باب باب اذا احب اللہ عبدا حببہ الی عبادہ،رقم:۲۶۳۷،ج٤، ص۲۰۳۰،داراحیاء التراث العربی بیروت)

مذکورہ حدیثِ پاک کی روشنی میں حضرت سیّدُنا ثابت بنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّورَانِی کے متعلق ایک حکایت منقول ہے: ''ایک دفعہ آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ کسی خلیفہ کے پاس تشریف لے گئے۔ خلیفہ نے پوچھا: آپ کے دوست صالح یمانی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ کیا دُعا مانگتے ہیں؟ آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: اُن کی دُعا یہ ہے: اَللّٰھُمَّ حَبِّبْنِیْ اِلٰی قُلُوْبِ عِبَادِکَ یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے بندوں کے دلوں میں میری محبت ڈال دے۔ خلیفہ نے اس دعا کو کم تر سمجھتے ہوئے کہا: یہ اُن کی دعا ہے؟ تو حضرت سیّدُنا ثابت رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: کیا تم اس کو معمولی خیال کرتے ہو؟ میں نے حضرت سیّدُنا انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کو فرماتے سنا، آپ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے سے محبت.........

....

،،،،،،،،فرماتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ندا فرماتا ہے کہ: میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے آخر تک حدیث بیان فرمائی۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب المقۃ من اللہ، الحدیث: ۵۶۹۳، ج۵، ص ۲۲۴۶) حدیث پاک سنتے ہی خلیفہ کہنے لگا: میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ حضرت سیدنا ثابت رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: دوسرے دن جب میں حضرت سیدنا صالح یمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِیْ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کھڑے ہوگئے اور معانقہ فرما کر (یعنی گلے مل کر) میرے سر کا بوسہ لیا اور ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل تجھے خوش کرے جیسے مجھے خوش کیا۔ گذشتہ رات میں نے خواب میں دیکھا گویا میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم میں حاضر ہوں اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں: اپنی اس دعا: اَللّٰھُمَّ حَبِّبْنِیْ اِلٰی قُلُوْبِ الْعِبَادِ پر قائم رہو۔ کیونکہ اولیائے کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام کسی بندے سے تبھی محبت کرتے ہیں جبکہ اللہ عزوجل بھی اس سے محبت کرتا ہو۔ پھر میں نے آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو سلام کیا اور واپس لوٹ آیا۔" (الروض الفائق، مترجم، ص ۴۸۸، مکتبۃ المدینہ)

توفیقِ باری تعالٰی سے تجھے جو علم حاصل ہو اس کو اپنے نفس کا کمال نہ سمجھنا(۴۹) ......کیونکہ کامیابی عمل کرنے والے کے لیے......خشیت(خوفِ خدا) علم والے کے لیے......توکل ذاتِ باری تعالٰی پر اعتماد کرنے والے کے لیے......(آخرت کا) خوف یقین والے کے لیے......اور نعمتوں میں ترقی شکر کرنے والے کے لیے ہے۔

(49)......امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ غالبًا یہاں ''عُجب'' (خود پسندی) کی آفت میں مبتلا ہونے سے بچنے کی نصیحت ارشاد فرما رہے ہیں لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق ضروری باتیں یہاں ذکر کر دی جائیں۔ یاد رہے کہ ''عُجب'' کے متعلق ضروری احکامات کا علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

عُجب (خود پسندی) کی تعریف: **العجب هو استعظام النعمة، والركون اليها، مع نسيان اضافتها الى المنعم** یعنی: مُنْعِمِ حقیقی عَزَّوَجَلَّ کی نعمت وعطا کو بھول کر کسی دینی یا دنیوی نعمت کو اپنا ہی کمال تصور کرنا، اور اس کے زوال سے بے خوف ہو جانا عجب (خود پسندی) ہے۔''

(احیاء العلوم، بیان حقیقة العجب، ج۳، ص ۳۷۱، دار المعرفة بیروت)

عُجب کی آفات: ﴿1﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمان میں ''عُجب'' کی مذمت فرمائی:

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا (پ: ۱۰، التوبہ: ۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی۔

اور ارشاد فرمایا:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (پ: ۴، آل عمران: ۱۸۸)

ترجمۂ کنزالایمان: ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کیے اُن کی تعریف ہو ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

چنانچہ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ''شانِ نزول: یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جو لوگوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے پر خوش ہوتے اور باوجود ناداں ہونے کے یہ پسند کرتے کہ انہیں عالم کہا جائے۔

مسئلہ: اس آیت میں وعید ہے خود پسندی کرنے والے کے لیے اور اس کے لیے جو لوگوں سے اپنی جھوٹی تعریف چاہے جو لوگ بغیر علم اپنے آپ کو عالم کہلواتے ہیں یا اسی طرح اور کوئی غلط وصف اپنے لیے پسند کرتے ہیں انہیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ (خزائن العرفان، پ: ٤، آل عمران: ١٨٨)

﴿2﴾...... **گناہ سے بڑھ کر جرم:** تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''**لو لم تکونوا تذنبون لخشیت علیکم ما ھو اکثر منہ العجب** . یعنی: اگر تم کوئی گناہ نہ کرو تو پھر بھی مجھے ڈر ہے کہ تم اس سے بڑی چیز ''خود پسندی'' میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔'' (المسند البزار برقم: ٦٩٣٦، ج ١٣، ص ٣٢٦ دار الفکر بیروت)

﴿3﴾...... **بدصورت انسان:** سرکارِ دو عالم صلَّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''**لو کان العجب رجلا لکان رجل سوء** ۔ یعنی: اگر ''خود پسندی'' انسانی شکل میں ہوتی تو سب سے بدصورت انسان ہوتا۔'' (کنز العمال، حرف الھمزہ، الکتاب الثالث فی الاخلاق من قسم الاقوال، الباب الثانی، الفصل الثانی برقم: ٧٦٧٠، ج ٣، ص ٥١٤، موسسۃ الرسالۃ)

﴿4﴾...... **ہلاکت میں ڈالنے والی چیزیں:** نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلّم کا فرمان ہے: ''**وثلاث مھلکات: ھوی متبع وشح مطاع، واعجاب المرء بنفسہ** ۔ تین چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں: (۱) لالچ جس کی اطاعت کی جائے (۲) خواہش جس کی پیروی کی جائے (۳) بندے کا اپنے عمل کو پسند کرنا یعنی خود پسندی۔''

(کنز العمال، حرف المیم، الکتاب المواعظ والحکم من قسم الاقوال، الفصل الثالث، رقم: ٤٣٢٦٣، ج ١٥، ص ٨٢١، موسسۃ الرسالۃ)

﴿5﴾......**ستر سال کے عمل ضائع:** نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا:"إن العجب لیحبط عمل سبعین سنۃ عجب (خودپسندی) ستر سال کے اعمال کو برباد کر دیتا ہے۔"

(جامع الصغیر مع فیض القدیر، ج ۲، ص ٤٧٥، دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿6﴾......**دو چیزیں:** حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:"ہلاکت دو چیزوں میں ہے:(۱) مایوسی، (۲) اور خود پسندی میں۔"یعنی مایوس شخص اعمال کے نفع سے ناامید ہوتا ہے جس کا لازمی اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص اعمال چھوڑ دیتا ہے، اور خود پسندی کا شکار اپنے آپ کو خوش بخت اور مراد پا لینے والا سمجھتا ہے لہٰذا عمل کی ضرورت نہیں سمجھتا، اسی لیے اللہ عزوجل نے ارشادفرمایا:

فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۠ (پ:۲۷، النجم:۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

تزکیہ نفس سے یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ نیک ہے، حالانکہ خود پسندی کا بھی یہی مطلب ہے، حضرت سیدنا مطرف رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:"اگر میں رات سو کر گزاروں اور صبح کو اس پر ندامت محسوس کروں تو یہ میرے لیے رات بھر عبادت کرنے اور صبح کو اس پر خوش ہونے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

حضرت سیدنا بشر بن منصور رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے طویل نماز پڑھائی، پھر سلام پھیرنے کے بعد لوگوں سے ارشادفرمایا:"تم نے میرا جو عمل دیکھا ہے اس پر تعجب نہ کرو کیونکہ ابلیس نے ایک طویل مدت تک ملائکہ کے ساتھ اللہ عزوجل کی عبادت کی تھی پھر بھی وہ مردود ہو گیا۔"

(الزواجر مترجم، ج ۱، ص ۲٤۹، ۲۵۰، مکتبۃ المدینہ)

﴿7﴾......علامہ ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:"عجب (خود پسندی)........

....

،،،،،،،،،،،کی بہت سی آفتیں ہیں اس سے کِبْر (تکبر) پیدا ہوتا ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں لہٰذا تکبر کی آفات (جو کہ گذشتہ صفحات میں ذکر کی گئیں) عجب کی بھی آفات ہوئیں کیونکہ وہ اصل ہے، یہ صورت بندوں کے مقابلے میں ہے، جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ان کو سزا ملے گی، یہ عمل بندے کو اپنی عبادات کو عظیم سمجھنے پر ابھارتا ہے، وہ انہیں ادا کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر گویا احسان جتلاتا ہے اور اس کی آفات کو نہ جانتے ہوئے اندھا ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ اپنی تمام یا اکثر عبادات ضائع کر بیٹھتا ہے، کیونکہ عمل جب تک ان برائیوں سے پاک نہ ہوگا نفع نہ دے گا اور عمل کو ان برائیوں سے پاکیزہ رکھنے پر خوف ہی ابھار سکتا ہے، جبکہ خود پسندی کے شکار شخص کو اس کا نفس اپنے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دھوکے میں ڈال دیتا ہے تو وہ اس کی خفیہ تدبیر اور اس کے عقاب سے بے خوف ہو جاتا ہے اور یہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ عمل کرنے کی وجہ سے اس کا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کوئی حق ہے، اس طرح وہ اپنے آپ کو اچھا سمجھنے لگتا ہے، اپنی رائے، عقل اور علم پر فخر کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ اس کا یہ خیال پختہ ہو جاتا ہے اور پھر اس کا نفس علم و عمل میں غیر کی طرف رجوع کرنے سے مطمئن نہیں ہوتا اس لیے وہ نصیحت کی بات پر کان نہیں دھرتا بلکہ غیر کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کی وجہ سے نصیحت حاصل ہی نہیں کر پاتا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ خود پسندی ایسے وصف پر ہوتی ہے جو بندے کی ذات میں کمال کا درجہ رکھتا ہے، مگر بندہ جب تک اس وصف کے چھن جانے سے خوفزدہ رہتا ہے خود پسندی میں مبتلا نہیں ہوتا، اسی طرح اگر وہ اس بات پر خوش ہو کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت ہے اور اسی نے اسے عطا فرمائی ہے تب بھی وہ خود پسندی سے محفوظ رہ سکتا ہے اور اگر وہ اس پر اس لیے خوش ہو کہ اس کی صفت کمال ہے اور اس کی نسبت کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہونے سے آنکھیں بند کر لے تو یہی خود پسندی میں مبتلا ہونا، اس نعمت کو بڑا سمجھنا اور اس کی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف نسبت کو،،،،،،،،،،،،،،،

،،،،،بھول جاتا ہے۔اب اگر اس کے اس اعتقاد کی بنا پر کہ اس کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں کچھ حق ہے، اس کی توقعات کو بھی اس کے ساتھ ملا دیا جائے تو اب وہ بندہ ناز واد اور نخرے کے مقام پر کھڑا ہوگا جو کہ عجب سے بھی خاص ہے۔

تکبر اور عجب میں فرق: تکبر نفس میں پیدا ہونے والی وہ کیفیت ہے جو خود کو کسی سے برتر سمجھنے سے تسکین ہے اور یہ کیفیت دو چیزوں کا تقاضا کرتی ہے (۱) جس پر تکبر کیا جائے (۲) جس کی وجہ سے تکبر کیا جائے۔اسی سے تکبر اور خود پسندی میں فرق واضح ہو جاتا ہے کیونکہ عجب میں یہ دونوں چیزیں ضرورت کی نہیں ہوتیں یہاں تک کہ اگر کسی انسان کے بارے میں فرض کر لیا جائے کہ وہ ساری زندگی تنہا رہا ہو تو یہ تو ممکن ہے کہ وہ خود پسندی میں مبتلا ہو جائے مگر وہ تکبر نہیں کر سکتا کیونکہ فقط کسی شے کو بڑا سمجھنا تکبر کا سبب نہیں ہو سکتا جب تک کہ دوسرا کوئی شخص موجود نہ ہو۔''

(الزواجر، مترجم، ص ۱۵۲، مکتبۃ المدینہ)

عُجب (خود پسندی) کی قبیح ترین قسم: علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

''خود پسندی کی اقسام میں سے قبیح ترین قسم یہ ہے کہ بندہ اپنی عقل و تدبیر اور اپنی خطاؤں (جن کو وہ اپنے گمان میں درست سمجھتا ہو) کے معاملے میں خود پسندی کا شکار ہو جائے۔ایسا بندہ اپنی خطا پر ڈٹا رہتا ہے اور اس کو ترک کرنے کی طرف دھیان ہی نہیں دیتا حالانکہ اس میں اس شخص کے لیے دنیا اور آخرت میں انتہا درجے کا ضرر ہوتا ہے لیکن خود پسندی میں مبتلا شخص اپنی حماقت و جہالت کے سبب اتنے بڑے ضرر سے غافل رہتا ہے، ایسا شخص کسی ناصح (نصیحت کرنے والے) کی نصیحت کو سننا پسند نہیں کرتا بلکہ ایسا شخص اپنے سوا لوگوں کو جاہل سمجھتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

....

اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا○(پ:۱٦،الکھف:۱۰٤)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم گئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

مسلمانوں میں سے جتنے بھی لوگ گمراہ و بدعتی ہوئے اور اپنی بدعتوں پر ڈٹے رہے اس کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے اپنی رائے پر عُجب کیا یعنی انہوں نے اپنے باطل مذاہب کو حق سمجھا۔ امام حارث محاسبی رحمۃاللہ تعالی علیہ ''کتاب الرعایة ''میں فرماتے ہیں: ''اپنی فاسد رائے پر عُجب کرنا مصیبت ورسوائی ہے، جو عُجب گمراہی و بدعت میں ہوگا وہ رسوائی ہے اور جو احکام میں عُجب کرے گا وہ کبھی رسوائی، کبھی گناہ اور کبھی گناہ سے کم درجے پر ہوتا ہے۔'' علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃاللہ تعالی علیہ کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں: ''خود پسندی کی اس قسم (اپنی عقل و تدبیر اور اپنی خطاؤں پر عُجب) کا علاج بقیہ اقسام کے مقابلے میں نہایت مشکل ہے کیونکہ عُجب کی اس قسم میں مبتلا شخص اپنی فاسد رائے درست سمجھتا ہے حتی کہ یہ گمان کر لیتا ہے کہ یہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مجھ پر خاص نعمت ہے، اس لیے وہ اس مرض (خود پسندی) کا علاج کرنے کی کوشش نہیں کرتا اور نہ ہی روحانی طبیبوں (علماءِ کاملین) کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے۔'' (الحدیقة الندیة، ج۱، ص۵۹۸ تا ۵۹۹، مکتبة الحقیقة ترکی)

عُجب (خود پسندی) کے اسباب: خود پسندی کے اسباب وہی ہیں کہ جو تکبر کے اسباب ہیں۔

(الحدیقة الندیة، ج۱، ص۵۹۳، مکتبة الحقیقة ترکی)

اور تکبر کے اسباب یہ ہیں: (۱)......علم، (۲)......عمل، (۳)......حسب ونسب، (۴)......حسن، (۵)......قوت وطاقت، (۶)......مال، (۷)......حامیوں کی کثرت۔ (ان کی تفصیل گزر چکی)

(احیاء العلوم، کتاب ذم الجاہ و الریاء، بیان مابه التکبر، ج۳، ص۳٤۷، دارالمعرفة بیروت)

عُجب (خود پسندی) کا علاج: علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃاللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''خود پسندی کے علاج وہی ہے کہ جو تکبر کے علاج ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سالک پر یہ بھی لازم ہے کہ ہر نعمت علم، عمل، عمل کی توفیق، ہمت وطاقت اور زندگی پر رب تعالٰی کا شکر ادا کرے۔ خود پسندی کے علاجوں میں سے قوی ترین علاج یہ ہے کہ بندہ خود پسندی کی آفات کو اپنے ذہن میں رکھے اور اس کی آفات میں اتنی ہی بات کافی ہے کہ خود پسندی تکبر، اپنے گناہوں کو بھول جانے، اللہ عزوجل کی نعمتوں کو بھول جانے، اللہ عزوجل کی خفیہ تدبیر خوف ہوجانے، اس کے عذاب سے بے خوف ہوجانے، اپنی بے جا تعریف بیان کرنے، کسی سے فائدہ حاصل کرنے سے باز رہنے اور کسی سے مشورہ حاصل کرنے سے باز رہنے کا سبب بنتی ہے۔''

(الحدیقۃ الندیۃ، ج ۱، ص ۵۹۷ تا ۵۹۸، مکتبۃ الحقیقۃ ترکی)

عجب یعنی خود پسندی کا علاج بھی نہایت ضروری ہے اور کلیہ یہ ہے کہ مرض کا علاج ہمیشہ اس کی ضد سے ہوتا ہے جبکہ خود پسندی کی ضد جہلِ محض ہے، جیسا کہ اس کی بیان کردہ تعریف سے ظاہر ہے اور اس کی شفا یہ ہے کہ ایسی بات کو پیش نظر رکھا جائے کہ جس کا کوئی انکار نہ کر سکے اور وہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے تیرے لیے علم وعمل وغیرہ مقدر کردیے ہیں اور وہی تجھے توفیق کی نعمتیں عطا فرماتا، اور تجھے نسب ومال اور جاہ وحشمت والا بناتا ہے، لہٰذا جو چیز نہ اللہ عزوجل کے لیے ہو نہ ہی اللہ عزوجل کی طرف سے ہو اس پر انسان کیسے عُجب (خود پسندی) کرسکتا ہے جبکہ اس کا محل ہونا اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا کیوں کہ محل کے ایجاد اور تحصیل میں کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ اس کے سبب ہونے پر نظر کرنا تفکر کا باعث بن سکتا ہے کیونکہ جب وہ غور و فکر کریگا کہ اسباب میں کوئی تاثیر نہیں ہوتی بلکہ تاثیر تو اسباب پیدا کرنے والے اور ان کے ذریعے بندوں پر انعام فرمانے والے مؤثر حقیقی اللہ عزوجل کے لیے ہے،،،،،،،،،،،،،،،،،،

''''''''لہٰذا بندے کو چاہیے کہ وہ صرف ایسی خوبی پر خود پسندی میں مبتلا ہو جو اس نے نہ کسی کو پہلے عطا فرمائی اور نہ ہی اس شخص کے علاوہ کسی اور کو عطا فرمائے گا۔ اگر کوئی یہ کہے: اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے اندر باطنی صفت محمودہ کو نہ جانتا تو مجھے دوسروں پر ہرگز ترجیح نہ دیتا، اس کا جواب یہ ہے: وہ اوصاف حمیدہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیدا کرنے اور نعمت فرمانے سے ہیں۔

جو اپنے خاتمہ اور عاقبت کو جان لے وہ اس قسم کی کسی بھی شے پر خود پسندی میں کیونکر مبتلا ہو سکتا ہے؟ کیونکہ اس کو جس بھی اچھی صفت کا حامل تسلیم کر لیا جائے وہ شیطان سے زیادہ عبادت گزار، اپنے زمانے میں بلعم بن باعورا سے بڑا عالم اور ابو طالب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کا مقرب نہیں ہو سکتا، نہ ہی وہ جنت اور مکہ مکرمہ سے زیادہ مرتبہ والا بن سکتا ہے، جب کہ تم ان لوگوں کے برے خاتمہ کا حال جان چکے ہو اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ جنت میں حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اور مکہ مکرمہ میں کفار کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تھا، تو نسب، علم، محل وغیرہ پر خود پسندی میں مبتلا ہونے سے ڈرو، یہ سب باتیں تو اس صورت میں تھیں جب تم حق پر عُجب (خود پسندی) کرتے، لہٰذا باطل پر عُجب میں مبتلا ہونے کی برائی کیا ہوگی؟ اور اکثر خود پسندی باطل ہی کی بنا پر ہوتی ہے، چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۖ (پ:۲۲، الفاطر:۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جس کی نگاہ میں اس کا بُرا کام آراستہ کیا گیا کہ اس نے اسے بھلا سمجھا ہدایت والے کی طرح ہو جائے گا اس لیے اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم اس بات کی پہلے ہی خبر دے چکے ہیں کہ یہ عمل اس اُمت کے آخری لوگوں میں غالب ہوگا کیونکہ تمام بدعتی اور گمراہ لوگ اپنی فاسد آراء پر''''''''

(اے طالب ہدایت!) یہ بات جان لو کہ بندے کو فہم اس کی عقل کی درستی اور وجودِ علم کے بقدر ملتی ہے......لہٰذا آدمی کا تقوی و طاعت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے ہونا چاہیے......تو جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فہم عطا فرمائی اور اس نے ایمان کے بعد اس کو علم کے ذریعے پروان چڑھایا اور اپنے نفس کے عیوب کو اس نے پہچان لیا تو خصلت پر (بھلائی کا وصف) اس کا مقدر کر دی جائے گی۔ پس تو خیر کو تقوی میں تلاش کر!

.... خود پسندی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اصرار کریں گے اسی وجہ سے پچھلی اُمتیں ہلاکت میں مبتلا ہو گئیں کیونکہ وہ ٹکڑوں میں بٹ گئے اور ہر ایک اپنی رائے کو پسند کرنے لگا۔"

(الزواجر، مترجم، ج ۱، ص ۲۵۰، ۲۵۲، مکتبۃ المدینہ)

ان بشارات کا بیان جو متقین کے حق میں بیان کی گئیں

قرانِ پاک کے اندر متقین کے لیے بشارات کا متعدد جگہوں پر ذکر ملتا ہے۔

﴿1﴾......دنیاوی خوشخبریوں کی بشارت: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ؕ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ (پ:۱۱، یونس:٦٤)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں۔

اس خوش خبری سے یا تو وہ مراد ہے جو پرہیزگار ایمانداروں کو قرآنِ کریم میں جا بجا دی گئی ہے۔

﴿2﴾......علم و حکمت کی بشارت ﴿3﴾......گناہوں کی مغفرت کی بشارت: چنانچہ ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ یُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ (پ:۹، الانفال:۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! اگر اللہ سے ڈرو گے تو تمہیں وہ دے گا جس سے حق کو باطل سے جدا کر لو اور تمہاری برائیاں اتار دے گا اور تمہیں بخش دے گا۔

﴿4﴾......گناہوں کی مغفرت اور ثوابِ عظیم کی بشارت: چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا۝ (پ:۲۸، الطلاق:۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کی برائیاں اتار دے گا اور اسے بڑا ثواب دے گا۔

﴿5﴾......مغفرت کی بشارت: چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝ (پ:۱۰، الانفال:۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿6﴾......مدد و نصرت کی بشارت: چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۝ (پ:۱۰، توبہ:۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

﴿7﴾......معاملات میں آسانی کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا۝ (پ:۲۸، الطلاق:۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی فرما دے گا۔

﴿8﴾......غم و مشقت سے نجات کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ (پ:۲۸، الطلاق:۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا۔

مذکورہ آیت کے تحت صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ''جس سے وہ دنیا و آخرت کے غموں سے خلاص پائے اور ہر تنگی و پریشانی سے محفوظ رہے۔ سیّدِ عالَم صلَّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلَّم سے مروی ہے کہ جو شخص اس آیت کو پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے شبہاتِ دنیا، غمراتِ موت (موت کی سختیوں) و شدائدِ روزِ قیامت سے خلاصی (نجات) کی راہ نکالے گا اور اس آیت کی نسبت سیّدِ عالَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم،''

،،،،،،،نے یہ بھی فرمایا کہ: میرے علم میں ایک ایسی آیت ہے جسے لوگ محفوظ کرلیں تو ان کی ہر ضرورت وحاجت کے لیے کافی ہے۔(خزائن العرفان،پ:۲۸،الطلاق:۲)

﴿9﴾......رزقِ وسیع کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ (پ:۲۸،الطلاق:۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

﴿10﴾......عذاب سے نجات کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا ؕ (پ:۱٦،مریم:۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم ڈر والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل گرے۔

﴿11﴾......مراد (حصولِ جنت کی کوشش) میں کامیابی کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ یُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ؕ (پ:۲٤،الزمر:٦۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے۔

یعنی: (اللہ عزوجل) انہیں جنت عطا فرمائے گا۔(خزائن العرفان،پ:۲٤،الزمر:٦۱)

﴿12﴾......سچے ہونے کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ؕ (پ:۲،البقرۃ:۱۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔

﴿13﴾......رب تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز ہونے کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ (پ:۲٦،الحجرات:۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

﴿14﴾......محبتِ باری تعالٰی کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ○ (پ: ۱۰، التوبہ: ٤) ترجمۂ کنزالایمان: بیشک پرہیزگار اللہ کو خوش آتے ہیں۔

﴿15﴾......فلاح وکامیابی کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ (پ: ٤، آل عمران: ۱۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرو! اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے۔

﴿16﴾......قربِ خداوندی کے حصول کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ○ (پ: ۱۷، الحج: ۳۷) ترجمۂ کنزالایمان: ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔

﴿17﴾......قبولیت کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ○ (پ: ٦، المآئدہ: ۲۷) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے۔

﴿18﴾......مخلص ہونے کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ○ (پ: ۱۷، الحج: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

﴿19﴾......کمالِ بندگی کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ○ (پ: ٤، آلِ عمران: ۱۰۲) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ سے ڈرو جیسا اُس سے ڈرنے کا حق ہے۔

﴿20﴾......جنت اور اس کی نعمتوں کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ؀ ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ڈر والے باغوں اور چشموں میں ہیں۔ (پ:۱۴، الحجر:۴۵)

﴿21﴾......: مصیبتوں سے امان کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ؀ ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ڈر والے امان کی جگہ میں ہیں۔ (پ:۲۵، الدخان:۵۱)

﴿22﴾......: تمام مخلوق سے فوقیت کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؀ ترجمۂ کنزالایمان: اور ڈر والے ان سے اوپر ہوں گے قیامت کے دن۔ (پ:۲، البقرۃ:۲۱۲)

﴿23﴾......: زوالِ خوف وحزن کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ؀ (پ:۸، الاعراف:۳۵) ترجمۂ کنزالایمان: تو جو پرہیزگاری کرے اور سنورے تو اس پر نہ کچھ خوف اور نہ کچھ غم۔

﴿24﴾......: جنتی بیویوں کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ؀ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ؀ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۔ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے، باغ ہیں اور انگور اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی۔ (پ:۳۰، النبا:۳۱، ۳۲، ۳۳)

﴿25﴾......: جزا کے حصول کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ؀ (پ:۱۳، یوسف:۹۰) ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو پرہیزگاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا نیگ ضائع نہیں کرتا۔

﴿26﴾......رب تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرّب ہونے کی بشارت، چنانچہ ارشافرمایا:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ۙ﴿۵۴﴾ فِىْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۠﴿۵۵﴾ (پ:۲۷،القمر:۵۴،۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک پرہیزگار باغوں اور نہر میں ہیں، سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور۔

(بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز،ص،۵۵۲،۵۵۳،مکتبۃالشاملۃ)

﴿27﴾......عاقبتِ محمودہ کی بشارت، چنانچہ ارشافرمایا:

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ (پ:۹،الاعراف:۱۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور آخر میدان پرہیزگاروں کے ہاتھ ہے۔

یعنی: انہیں کے لیے فتح وظفر ہے اور انہیں کے لیے عاقبتِ محمودہ۔

(خزائن العرفان،پ:۹،الاعراف:۱۲۸)

﴿28﴾......بروزِ قیامت مہمان نوازی کی بشارت، چنانچہ ارشافرمایا:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ (پ:۱۶،مریم:۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر۔

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ مومنینِ متقین حشر میں اپنی قبروں سے سوار کر کے اٹھائیں جائیں گے اور ان کی سواریوں پر طلائی مرصّع زینیں اور پالان ہوں گے۔

(خزائن العرفان،پ:۱۶،مریم:۸۵)

﴿29﴾......بروزِ قیامت قرابت داری کے کام آنے کی بشارت، چنانچہ ارشافرمایا:

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ (پ:۲۵،الزخرف:۶۷)

ترجمۂ کنزالایمان: گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔

مذکورہ آیت کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ مومنوں کی قرابتداریاں اور دوستیاں قیامت میں کام آئیں گی مگر مومنوں کو۔ لہذا اپنی اور ولی کی قرابت ضرور کام آئے گی۔ (نور العرفان، پ:۲۵، الزخرف:۶۷)

﴿30﴾......رب تعالٰی کے دوست ہونے کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ اللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ۝ (پ:۲۵، الجاثیہ:۱۹) **ترجمۂ کنزالایمان:** اور ڈر والوں کا دوست اللہ۔

﴿31﴾......عزت و اکرام کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی بشارت، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ۝ (پ:۲۴، الزمر:۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کی سواریاں گروہ گروہ جنت کی طرف چلائی جائیں گی یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے سلام تم پر تم خوب رہے، تو جنت میں جاؤ ہمیشہ رہنے۔

یہ ان ۳۱ بشارات کا بیان ہے کہ جو قرآن پاک میں متقین کے حق میں بیان کی گئیں ہیں، اسلاف کرام کے تقوی و پرہیزگاری کے واقعات چند صفحات بعد ملاحظہ ہوں۔

علم اہلِ خشیت سے حاصل کر........اور تفکر کے مقامات میں یقین کو مباحثِ صدق سے حاصل کر۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ. (پ۷،الانعام:۷۵)

ترجمہ کنزالایمان: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔(۵۰)

(50)......مذکورہ آیت کے تحت صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: "یعنی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دین میں بینائی عطا فرمائی ایسے ہی انہیں آسمانوں اور زمین کے مُلک دکھاتے ہیں۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: اس سے آسمانوں اور زمین کی خَلق مراد ہے۔ مجاہد اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ آیاتِ سمٰوات وارض مراد ہیں، یہ اس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صخرہ (پتھر) پر کھڑا کیا گیا اور آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لیے سماوات مکشوف کیے گیے یہاں تک کہ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے عرش وکرسی اور آسمانوں کے تمام عجائب اور جنت میں اپنے مقام کو معائنہ فرمایا، آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لیے زمین کشف فرمادی گئی یہاں تک کہ آپ نے سب سے نیچے کی زمین تک نظر کی اور زمینوں کے تمام عجائب دیکھے۔ مفسّرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ رویت بچشمِ باطن تھی یا بچشمِ سر، (دِرِّمنثور وخازن وغیرہ)۔

(خزائن العرفان، پ۷، الانعام:۷۵)

اور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''علمِ یقین حاصل کرو میں بھی اس کو حاصل کرنے والا ہوں۔''

(اے طالب ہدایت!) یہ بات جان لو کہ جس عقل کے تین ساتھی نہ ہوں اس پر شہوت کا غلبہ ہوگا، (وہ تین ساتھی یہ ہیں) (۱) معصیت کو چھوڑ کر طاعت اختیار کرنے کا وصف (۲) جہالت کو ترک کر کے علم حاصل کرنے کا وصف (۳) اور دنیا کو چھوڑ کر دین اختیار کرنے کا وصف۔ ہر وہ علم کہ جس کے تین مصاحب نہ ہوں تو وہ انسان کے خلاف حجت میں زیادتی ہی کرے گا۔ (۱)......خواہشات کو ختم کر کے اذیت پہنچانے سے باز رہنا۔ (۲)......خشیت کے ساتھ عمل کا ہونا (۳)......انصاف کو اپنانا۔

(اے طالب ہدایت!) یہ بات ذہن نشین کر لو کہ عقل سے بڑھ کر کوئی شے مزین نہیں ہو سکتی اور کوئی لباس علم سے بڑھ کر خوبصورت نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت صرف عقل سے ہوگی اور اس کی فرمانبرداری علم ہی سے ہو سکے گی۔ یہ بات بھی ذہن نشین کر لو کہ اہلِ معرفت نے معرفتِ باری تعالیٰ کے احوال پر کچھ اصول مقرر فرمائے کیا تو نے یہ قول نہیں سنا کہ: ''جس نے اپنے علم پر عمل کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کو ایسا علم عطا فرمائے گا کہ جس کو وہ پہلے نہ جانتا تھا۔'' (۵۱)

---

(51)......امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس قول کی نسبت نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی طرف کی ہے لیکن امام ابو نعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ کلام ایک تابعی کے واسطے سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا ہے، لیکن بعض افراد نے یہ گمان کیا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم سے روایت کی ہے اس لیے انہوں نے اس روایت کی ایک سند بھی گھڑ لی، حالانکہ یہ روایت ثابت نہیں ہے۔'' (حلیۃ الاولیاء، ج ۱۰، ص ۱۵، دار الکتاب العربی)

(اے طالبِ ہدایت!) اس کی علامت یہ ہے کہ وہ یہ بات جان لے کہ علم کی زیادتی کا ذریعہ خوفِ خدا ہے،...... اور علم میں ترقی اقتدا کے ذریعے ہوگی،...... لہٰذا جب کسی کے علم میں ترقی ہوگی تو اس کے خوف وخشیت میں بھی ترقی ہوگی۔(۵۲)

(52)...... **اعلٰیحضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا تقویٰ و پرہیزگاری:** انہی (سید ایوب علی صاحب) کا بیان ہے کہ: ایک مرتبہ حضور (اعلٰیحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) مقیم تھے۔ شب کا وقت تھا، جاڑے (سردی) کا زمانہ تھا اور اس وقت دیر سے شدید بارش مسلسل ہو رہی تھی، حضور (اعلٰیحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کو نمازِ عشا کے لیے وضو کرنے کی فکر ہوئی کہ پانی موجود مگر بارش میں کس جگہ بیٹھ کر وضو کیا جائے؟ بالآخر مسجد کے اندر لحاف گدے کی چار تہہ کر کے اس پر وضو کیا اور ایک قطرہ فرشِ مسجد پر نہ گرنے دیا، اور پوری رات جاڑوں (سردی) کی اور اس پر بادو باراں کا طوفان، یونہی جاگ کر ٹھٹھر ٹھٹھر کر گزاری۔"

(حیات اعلیٰ حضرت ج۱، ص ۱۹۰، ۱۹۱، برکاتی پبلیشرز کراچی)

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس مسئلہ: ہر عُضْو دھو کر اس پر ہاتھ پھیر دینا چاہیئے کہ بُوندیں بدن یا کپڑے پر نہ ٹپکیں، خُصُوصاً جب مسجد میں جانا ہو کہ **قطروں کا مسجد میں ٹپکنا مکروہِ تحریمی ہے۔**"

(بہارِ شریعت، جلد۱، حصہ۲، صفحہ۲۹۸، مکتبۃ المدینہ) کی وجہ سے بستر پر وضو کیا تاکہ فرشِ مسجد پر پانی نہ گرے اور ساری رات شدت کی سردی میں بغیر بستر کے گزاری۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کا خوف وخشیت: نماز ان کی طبیعت میں یوں داخل ہوگئی تھی کہ پہلی بار آپریشن کے لیے میو ہسپتال میں داخل ہوئے اور آپریشن ہوا تو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپریشن کے بعد کوئی ساتھ آٹھ نمازیں وقت پہ ادا نہ کر سکے کیونکہ ہلنے جلنے کی ممانعت تھی۔ تو بار بار قلق کے ساتھ کہتے: بھائی یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ میری ہوش میں پہلا واقعہ ہے کہ اتنی نمازیں اکٹھی قضا ہوئی ہیں۔ عرض کیا جاتا: یہ تو واقعی مجبوری اور معذوری،.........

..........کی حالت ہے، آخر شریعت کی طرف سے ایسے ہی مواقع کے لیے رعایت رکھی گئی ہے۔ یہ بات سن کر خاموش تو ہو جاتے مگر ان کی دلی بے قراری چھپائے نہ چھپتی تھی۔ جیسے ہی بیٹھنے کی ہمت آئی اشاروں سے نماز پڑھنا شروع کر دی، اور جب آخری بار (اکتوبر ۱۹۷۱ء) میں آپریشن ہوا تو آپریشن کے بعد پہلی ہی رات مجھے فرمانے لگے: دیکھو آج میری تین نمازیں چھوٹ گئی ہیں عصر، مغرب، عشاء۔ اب بتاؤ! **اگر میں اسی حالت میں مرجاؤں تو ان نمازوں کا کیا بنے گا؟** میں تصویرِ حیرت بنا ان کا سوال سنتا رہا، مگر کچھ جواب نہ دے سکا۔''

(حالاتِ زندگی حکیم الامت، ص ۱۱۷، ۱۱۸، نعیمی کتب خانہ گجرات)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ **کا خوف وخشیت:** ذوقِ عبادت کا یہ عالَم تھا کہ ایک مرتبہ آپ (صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ) علیل ہو گئے، شدت کا بخار تھا، بیہوشی وغنودگی کی حالت طاری تھی، میں (حافظِ ملت مولانا عبد العزیز مبارک پوری) بھی حاضر تھا۔ جب ذرا ہوش ہوا تو دریافت فرمایا: کیا وقت ہے؟ میں نے گھڑی دیکھ کر وقت بتایا تو ظہر کا وقت ختم ہو گیا تھا۔ فوراً آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمانے لگے: آہ میری نمازِ ظہر قضا ہو گئی۔ میں نے عرض کیا: حضور! شریعت کی رو سے غشی کی حالت میں نماز قضا نہیں ہوتی۔ فرمایا: **غم اس کا ہے کہ ایک بار کی حاضری سے محروم رہ گیا۔** (سیرت صدر الشریعہ، ص ۹۶۔۹۷، مکتبہ اعلیحضرت لاھور)

قاطعِ رافضیت شیخ الحدیث شارح موطا امام محمد حضرت علامہ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ تعالی علیہ **کا خوف وخشیت:** آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے بڑے بیٹے قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں: ''ایک بار رمضان شریف کا مہینہ تھا، ان کے چھوٹے بھائی اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کی نعت شریف پڑھ کر لوگوں کو سحری کے لیے جگا رہے تھے، جب وہ اس شعر پر پہنچے: ؎

کریم! اپنے کرم کا صدقہ لئیمِ بے قدر کو نہ شرما تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

(حدائق بخشش، ص ۱۳۳، شبیر برادرز لاھور)

،،،،،،،،تو آپ پر گریہ طاری ہوگیا، آپ اتنا روئے اتنا چیخے کہ گھر والے ڈر گئے کہ کہیں ان کی صحت پر اثر نہ ہو جائے بڑی دیر بعد آپ کی طبیعت سنبھلی اور گریہ ختم ہوا۔''

(شرح مؤطاامام محمد، ج ۱،ص ۳۲،فریدبک سٹال)

اگر آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ لمبے سفر پر روانہ اور ڈر ہوتا کہ اگلی نماز قضا ہو جائے گی اور گاڑی نہیں رکے گی تو آپ آخری منزل تک کا ٹکٹ لینے کے بجائے وہاں تک کا ٹکٹ لیتے جہاں آپ اتر کر وقت پر نماز ادا کر سکیں۔ اس طرح سفر اگرچہ طویل ہو جاتا اور سفر کی صعوبت و تکلیف بڑھ جاتی مگر نماز قضا ہونے سے بچ جاتی۔ ایک بار بس میں سفر کر رہے تھے، نماز کا وقت جا رہا تھا آپ نے ڈرائیور کو بار بار کہا کہ بس روکو! میری نماز جا رہی ہے، مگر وہ نہ مانا تھوڑی ہی دیر بعد وہ ایک پٹرول پمپ پر رکا تا کہ ڈیزل ڈلوائے۔ آپ نے اتر کر نماز ادا کرنا شروع کر دی، ڈیزل ڈلوانے کے بعد بس سٹارٹ نہ ہوئی حتی کہ آپ نے نماز پڑھ لی۔''

(شرح مؤطاامام محمد، ج ۱،ص ۳٦،فریدبک سٹال لاھور)

شہباز لاثانی حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا تقوی و پرہیزگاری: آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے تقوی و پرہیز گاری کے متعلق فیضِ ملّت استاذ العلما مفتی فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''مولوی محمد فاضل چشتی مرحوم حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے متعارف نہ تھے۔ آپ کبھی کبھی ان کی مسجد میں اقامت پذیر ہوتے، مولوی صاحب آپ کو عام مسافر سمجھ کر دو روٹی اور کچے پیاز پیش کر جاتے۔ آپ نے انہیں فرمایا: میرے ہاں اپنا خرچ سفر ساتھ ہوتا ہے لیکن چونکہ دعوت قبول کرنا سنت ہے اس لیے آپ کی روٹی میں لے لیتا ہوں لیکن پیاز نہ لایا کریں اس لیے کہ کچے پیاز کھانا مکروہ ہے اور مسجد میں تو اور زیادہ گناہ۔'' (ذکرِ سیرانی، ص ۵۰، مکتبہ اویسیہ رضویہ بھاولپور)

نوٹ: شہبازِ لاثانی حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزارِ پرانوار بہاولپور کے قصبہ خانقاہ شریف میں ہے۔

مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تقوی و پرہیزگاری: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تقوی و پرہیزگاری کے متعلق مولانا محمد عالمگیر رضوی مصباحی فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جس طرح اپنے دور کے مفتی اعظم تھے وہیں پر وہ متقی اعظم بھی تھے، آپ سے بڑھ کر متقی و پرہیزگار میری آنکھ نے آج تک نہیں دیکھا، یقیناً حضور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عکس پرتو کا نام مفتی اعظم تھا۔'' (جہان مفتی اعظم، ص ۳۱۰، شبیر برادرز لاہور)

مولانا مرغوب حسن قادری اعظمی فرماتے ہیں: ''ایک سفر میں حضور مفتی اعظم اور حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بعد نماز عصر مسجد میں ہی بیٹھ گئے، کسی نے وہیں پر آپ حضرات کی خدمت میں چائے پیش کی۔ حضور محدثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسجد ہی میں بیٹھ کر چائے نوش فرمائی مگر حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چائے کی پیالی لے کر مسجد کے باہر تشریف لے گئے اور چبوترے پر بیٹھ کر چائے نوش فرمائی۔ دیکھنے والوں نے دونوں عظیم ترین علماءِ کرام کا عمل دیکھا، کسی کے پوچھنے پر حضور محدثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: میں جب بھی مسجد کے اندر داخل ہوتا ہوں تو اعتکاف کی نیت کر لیتا ہوں اور معتکف کے لیے مسجد کے اندر کھانے پینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں، مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بھی یہی نیتِ اعتکاف تھی مگر انہوں نے تقوی پر عمل کیا۔ (مذکورہ واقعہ نقل کرنے کے بعد مولانا محمد عالمگیر رضوی مصباحی فرماتے ہیں:) اس واقعہ کے اندر جہاں مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تقوی کا اعلیٰ نمونہ ملتا ہے وہیں سید الخطبا حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان مبارک سے آپ کے تقوی کی بلند پایہ شہادت بھی ملتی ہے۔ بارہا ایسا ہوا کہ نماز کے لئے ٹرین چھوڑ دی حتی کہ آخیر وقت میں وصال سے چند گھنٹے قبل بھی نماز کا،،،،،،،،

....

،،،،،،،،خیال رکھا اور سردی کے موسم میں با قاعدہ وضو کر کے کھڑے ہو کر نمازِ مغرب ادا کی۔“

(جہان مفتی اعظم، ص ۳۱۰ شبیر برادرز لاہور)

مفتی اعظم سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تقویٰ و پرہیز گاری: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقیہِ اعظم بصیرپوری ابوالخیر مفتی محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاذِ محترم ہیں۔آپ کے صاحبزادے فرماتے ہیں: سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شریعت کا لحاظ اس درجہ فرماتے کہ رخصت پر عمل گوارا نہ فرماتے، (ایک مرتبہ) آپ کی آنکھ میں پانی اتر آیا محمد اعظم صاحب نے عرض کی: ڈاکٹر یقین الدین صاحب ماہرِ امراضِ چشم ہیں، میں نے انتظام کردیا ہے وہ آپریشن کردیں گے۔فرمایا: علاج کے دوران تیمم کرنا ہوگا اور نماز مسنون طریقہ پر ادا نہ ہو سکے گی، چنانچہ آپ آپریشن سے گریز فرماتے رہے۔ایک مولانا نور اللہ نعیمی صاحب جو والد صاحب تلامذہ میں ہیں مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے، میں نے ان سے عرض کی والد صاحب قبلہ آپریشن نہیں کروا رہے آپ کچھ کہیں۔انہوں نے عرض کی: عذرِ شرعی کی صورت میں تیمم جائز ہے، ابھی وہ اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ والد صاحب قبلہ فرمایا: آپ فتویٰ دیتے ہیں؟ مولانا صاحب نے عرض کی مسئلہ تو یہی ہے، فقہا احناف نے صاف تصریح کی ہے۔تب جا کر آپ آپریشن کے لیے تیار ہوئے۔“

(مفتی اعظم سید ابوالبرکات اپنے مکاتیب کے آئینے میں، ص ۷۵، فقیہِ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور اوکاڑہ)

مفتی عبدالقیوم قادری ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تقویٰ و پرہیز گاری: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تقویٰ و پرہیز گاری کے متعلق شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ”اس دن (جس دن وصال ہوا) جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہوری دروازہ گئے اپنے حصے کے اسباق پڑھائے، نماز ظہر پڑھائی اور اس کے بعد جامعہ کے ناظم مولانا غلام فرید صاحب کو فرمانے لگے: میں جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ جانا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا: آپ کے،،،،،،،،،،

"،،،،،،صاحبزادے عبدالمجتبی موجود ہیں میں انہیں کہتا کہ گھر سے گاڑی لے آئیں۔ اندازہ فرمائیں کہ ان کو ادارے کی کفایت شعاری کا کتنا خیال تھا، ستر سال کی عمر ٹانگوں میں کسی کسی وقت کھچاؤ کی کیفیت، ایسے وقت میں آدمی آرام کا طلب گار ہوتا ہے۔ مگر مفتی صاحب نے فرمایا: ایک آدمی کے لیے گاڑی لے کر جانا مناسب نہیں ہے، ہاں عبدالمجتبی کو کہیں کہ وہ مجھے بتی چوک چھوڑ آئے۔" (مقالاتِ مفتی اعظم، ص ۱۳، بزمِ رضا جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

خلیل العلما مفتی خلیل احمد قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا تقوی و پرہیز گاری: آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ جامع شریعت و طریقت، عالم اور مفتی شرع متین تھے، احکامِ شرع کی بہت سخت پابندی فرماتے تھے، حلال و حرام کا امتیاز تو تھا ہی مگر شبہ کی چیزوں سے بھی بہت سخت اجتناب فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حجام بال بنانے کے لیے حاضر ہوگیا مگر مدرسہ میں پانی نہ تھا، حجام نے عرض کی: مسجد سے ایک چلو پانی لے کر آتا ہوں۔ آپ نے منع فرمادیا اور فرمایا: مسجد کا پانی مسجد میں استعمال کرنا چاہیے، اس لیے تم کل آجانا۔" (فتاوی خلیلیہ، ج ۱، ص ٤٨، ضیاء القران پبلی کیشنز)

فقیہِ زماں مفتی غلام جان ہزاروی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا تقوی و پرہیز گاری: آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ اللہ تعالیٰ سے سچی محبت رکھتے تھے اسی محبت کی وجہ سے عبادت کے خصوصی ذوق کے حامل تھے۔ آپ کے صاحبزادے قاضی محمد ظفر اقبال رضوی کی بیان ہے کہ حضرت صاحب رات تھوڑی دیر کے لیے سوتے تھے یا یوں کہیے کہ نام کا سونا سوتے تھے، پھر اٹھ کھڑے ہوتے اور ساری رات نوافل اور دوسری مناجات میں گزر دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کا ایک مخالف جو مفتی صاحب کی علمیت اور روحانیت کا قائل نہ تھا تین مرتبہ مسجد کی دیوار پھاند کر فقط یہ دیکھنے آیا کہ آپ کی رات کیسے گزرتی ہے، تینوں مرتبہ اس نے دیکھا کہ قبلہ رو بیٹھے وظائف میں مصروف ہیں یہ دیکھ کر وہ دل سے آپ کی بزرگی کا قائل ہوگیا اور ساری زندگی اپنے احباب سے یہ واقعہ بیان کرتا رہا۔" (حیات فقیہ زماں، ص ۹۰، مکتبہ اعلیحضرت لاہور)

اور جب جب اس کے علم میں اضافہ ہوگا اس کی عاجزی وانکساری میں بھی اضافہ ہوگا۔(۵۳)

برادرِ اعلیٰحضرت مولانا حسن رضا خان رحمۃاللہ تعالی علیہ **کا خوفِ خشیت:** آپ رحمۃاللہ تعالی علیہ نماز ایسے خلوص سے پڑھتے کہ اکثر اوقات ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی، جب مسجد سے تمام نمازی چلے جاتے تو آپ بعد میں مسجد سے نکلتے۔" (رسائل حسن،ص ۲۰ ماکبر بک سیلرز لاھور)

(53)......اَلْحَمْدُلِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ جب ہم اپنے اَسلاف کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہمارے اَسلاف جس طرح علم میں اپنی مثال آپ تھے تو اسی طرح یہ لوگ عاجزی وانکساری میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ کتب سیرت میں ہمیں اس طرح کے بے شمار واقعات ملتے ہیں لیکن ہم یہاں ماضی قریب کے چند اَسلاف کرام کے چند واقعات نقل کرتے ہیں۔

مُحدِّث سورتی رحمۃاللہ تعالی علیہ **کی تواضع وانکساری:** اعلیٰحضرت رحمۃاللہ تعالی علیہ فرمایا کرتے تھے: "مجھے کبھی خواب میں بھی خیال نہیں آیا کہ میں عالم ہوں۔ میرے استاذ حضرت مُحدِّث سورتی رحمۃاللہ تعالی علیہ ہمیشہ اپنے آپ کو طالب علم کہتے تھے کبھی عالم کہتے میں نے نہ سنا۔"

(سیرت صدر الشریعہ،ص ۱۷۹،مکتبہ اعلیحضرت لاھور)

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن **کی تواضع وانکساری:** سیّد ایُّوب علی صاحب رحمۃاللہ تعالی علیہ کا بیان ہے کہ ایک صاحِب جن کا نام مجھے یاد نہیں اعلیٰ حضرت رحمۃاللہ تعالی علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اعلیٰ حضرت رحمۃاللہ تعالی علیہ بھی کبھی کبھی ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور (اعلیٰ حضرت رحمۃاللہ تعالی علیہ) ان کے یہاں تشریف فرما تھے کہ ان کے مَحلّے کا ایک بیچارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پُرانی چارپائی پر جو صحن کے کنارے پڑی تھی جھجکتے ہوئے بیٹھا ہی تھا کہ صاحِب خانہ نے نہایت کڑوے،،،،،،،،

.........تیوروں سے اُس کی طرف دیکھنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جُھکائے اُٹھ کر چلا گیا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃاللہ تعالی علیہ کو صاحِب خانہ کی اِس مغرورانہ روِش پر سخت تکلیف پہنچی مگر کچھ فرمایا نہیں۔ کچھ دنوں بعد وہ آپ کے یہاں آئے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃاللہ تعالی علیہ نے اپنی چارپائی پر جگہ دی، وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش حجام حُضور (اعلیٰ حضرت رحمۃاللہ تعالی علیہ) کا خط بنانے کے لیے آئے، وہ اِس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں؟ اعلیٰ حضرت رحمۃاللہ تعالی علیہ نے فرمایا: بھائی کریم بخش! کیوں کھڑے ہو؟ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور ان صاحب کے برابر میں بیٹھنے کا اشارہ فرمایا، وہ بیٹھ گئے، پھر ان صاحِب کے غصہ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پُھنکاریں مارتا ہے، وہ فوراً اٹھ کر چلے گئے، پھر کبھی نہ آئے۔ خلافِ معمول جب عرصہ گزر گیا تو اعلیٰ حضرت رحمۃاللہ تعالی علیہ نے فرمایا: اب فُلاں صاحِب تشریف نہیں لاتے ہیں! پھر خود ہی فرمایا میں بھی ایسے شخص سے ملنا نہیں چاہتا۔

(حیات اعلیحضرت، ج۱، ص۱۵۲، ۱۵۳، برکاتی پبلیشرز)

ملک المدرسین حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃاللہ تعالی علیہ کی تواضع وانکساری: حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُالرَّحْمٰن واں بھچراں کے ایک جلسے کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''اس جلسے میں تقریر کے لیے میں بھی مدعو تھا، اسٹیج پر عظیم اور جید علما موجود تھے اور علامہ (عطا محمد) بندیالوی (رحمۃاللہ تعالی علیہ) بھی تشریف فرما تھے۔ جب یہ بات شروع ہوئی کہ جلسے کی صدارت کون کرے؟ علامہ بندیالوی (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) بولے: حضرت مفتی صاحب کے ہوتے ہوئے اور کون صدر ہو سکتا ہے۔ بہر حال مجھے تقریر کے لیئے بہ اصرار کرسی پر بٹھایا اور خود دیگر علما سمیت کرسیاں چھوڑ کر نیچے بیٹھ گئے۔ مجھے اس صورتِ حال کو قبول کرنے پر ایسا مجبور کر دیا گیا کہ میں دل ہی دل میں اس متواضعانہ اَخلاق پر متعجب اور اپنے پر نادم ہوتا رہا، اس کے.......

....

،،،،،،،، بعد حضرت صاحب نے زور دے کر ارشاد فرمایا: دیکھو بھائی میری ایک بات لکھ لو

''جہاں کمال ہوگا وہاں تواضع ہوگا اور جہاں کمال نہیں ہوگا وہاں تکبر ہوگا۔''

(حالاتِ زندگی حکیم الامت، ص ۱۵۰، نعیمی کتب خانہ گجرات)

علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ تعالی علیہ علامہ بندیالوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''طلبہ کو یہ تاکیدی حکم تھا کہ میرے آنے پر کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں بیٹھے رہا کرو۔ مبادا کسی وقت تم نہ اٹھو اور میرے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ میری تعظیم کے لیے نہیں ہوئے، تو یہ امر میرے لیے نقصان دہ ہوگا۔ (مزید کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں) مزاج میں حیرت انگیز تحمل تھا، بعض شاگرد بڑی بے تکلفی سے بحث کر جاتے، لیکن کیا مجال کہ ماتھے پر شکن پڑ جائے۔'' (نور نور چہرے، ص ۲۲۵، نوری کتب خانہ لاہور)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی تواضع وانکساری: آپ (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) کی تواضع کا یہ عالم تھا تلامذہ میں بیٹھ کر بھی آپ کو پہچاننا مشکل تھا۔ آپ (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) اگر کسی شہر میں دعوت کے لیے جاتے تو اکثر استقبال کرنے والوں کو پوچھنا پڑتا کہ حضرت حکیم الامت (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) کون ہیں؟ (حالاتِ زندگی حکیم الامت، ص ۱۸۴، نعیمی کتب خانہ گجرات)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ **کی تواضع وانکساری:** آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو گھر کا کام کاج کرنے میں کوئی عار نہ تھا، گھر میں ترکاریں چھیلتے کاٹتے اور دوسرے کام بھی کر دیا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے: **کان رسول اللّٰہ** صلی اللہ تعالی علیہ واٰلہ وسلّم **فی مہنۃ اھلہ** (رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ واٰلہ وسلّم اپنے اہل وعیال کی خدمت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ (بخاری، کتاب الادب، باب کیف کان یکون الرجل فی اہلہ، رقم: ۵۶۹۲، ج ۵، ص ۲۲۴۵، دار ابن کثیر) اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے گھر کے کام کاج سے عار محسوس نہ فرماتے بلکہ،،،،،،،،،

''''''''سنت پر عمل کرنے کی نیت سے بخوشی انجام دیتے۔

(سیرت صدر الشریعہ، ص ۱۰۱، مکتبہ اعلیحضرت لاھور)

قاطعِ رافضیت شیخ الحدیث شارح مؤطا امام محمد حضرت علامہ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ تعالی علیہ **کی تواضع وانکساری:** آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ ارادتمندوں سے فرمایا کرتے تھے: ''میرے آنے پر اعلی کھانے مت پکایا کرو جو گھر میں خود کھایا کرتے ہو وہی میرے لیے لایا کرو کیونکہ تم مہمان نوازی کر کے فارغ ہو جاتے ہو اور میرا اِن نعمتوں کی وجہ سے حساب سخت ہو جاتا ہے۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے ایک مرید مولوی محمد یوسف نے آپ کی عقیدت میں چند اشعار لکھے، جن میں انہوں نے اپنی محبت اور اپنے مرشد کی خوبی ظاہر کی۔ آپ نے اشعار سن کر فرمایا: ''مولوی یوسف! میری تعریف کے نہیں میری مغفرت کے اشعار لکھو جن کا مجھے کچھ فائدہ ہو، تعریف کا مجھے کیا فائدہ؟'' (شرح مؤطا امام محمد، ج ۱، ص ۳۷، فرید بک سٹال)

فقیہِ زماں رحمۃ اللہ تعالی علیہ **کی تواضع وانکساری:** مفتی غلام جان ہزاروی رحمۃ اللہ تعالی علیہ جملہ مریدین کی بڑی تعداد حاضر خدمت رہنے کے باوجود اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتے کسی سے کہتے تک نہ تھے۔ صوفی اللہ دین نقشبندی کا بیان ہے: ''ایک دفعہ مفتی صاحب گھر کے لیے لکڑیاں خود اٹھا کر لا رہے تھے، میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا: حضور! آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں؟ ہم خدام جو حاضر ہیں ہمیں حکم فرما دیا کریں۔ یہ کہہ کر میں جیسے ہی لکڑیاں لینے کے لیے آگے ہوا، آپ نے سختی سے منع فرما دیا اور فرمایا: یہ میرا کام ہے اس لیے میں خود ہی کروں گا۔ مزید فرمایا: اللہ دین! کیا قیامت کے دن میرا بوجھ اٹھالو گے؟ میں یہ سن کر بہت حیران ہوا کہ نیک لوگوں کے خیالات کتنے پاکیزہ اور نیک ہوتے ہیں۔''

(حیاتِ فقیہِ زماں، ص ۹۴، مکتبہ اعلیحضرت)

محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تواضع وانکساری:

قیامِ پاکستان سے پہلے آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کھاریں کے قریب "بیگہ" نامی دیہات میں میلاد النبی کے جلسہ میں خطاب کرنے آئے تھے، اس وقت آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ جامعہ رضویہ منظر الاسلام بریلی شریف میں صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے۔علاقے کے دو سادہ سے دیہاتی مسئلہ پوچھنے کے لیے آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے پاس آئے، اس وقت آپ چارپائی پر جلوہ گر تھے۔دیہاتی نے آپ کے علمی مقام کے پیشِ نظر زمین پر بیٹھنا چاہا مگر آپ نے اصرار کرکے نہ صرف دیہاتی کو چارپائی پر بٹھایا بلکہ انہیں چارپائی کے سرہانے کی طرف بٹھایا۔یہ دیہاتی آپ کے اس عمل سے انتہائی متاثر ہوئے کہ علم وفضل میں اتنا بلند مقام اور تواضع کا عالم یہ کہ سادہ دیہاتیوں کو اپنی چارپائی کے سرہانے پر بٹھاتے ہیں۔یہ اس قاعدہ کی مثال ہے جس شاخ پر جتنا زیادہ پھل لگا ہوتا ہے وہ اسی قدر جھکی ہوتی ہے۔"

(روشن ستارے، ص ۸۳، منہاج القرآن علماء کونسل فیصل آباد)

مفتیِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی وقار الدین رضوی صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تواضع وانکساری: آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تواضع وسادگی کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔(۱)......اپنے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھو کر پہنتے۔

(۲)......پانی خود لے کر پیتے۔

(۳)......اہلیہ اگر آرام کررہی ہوتیں تو کھانا بھی خود گرم کرکے کھالیتے۔

(۴)......نمازِ تہجد کے لیے پانی خود گرم کرتے نیز اپنی زوجہ کے لیے بھی پانی رکھ دیتے اور نمازِ تہجد کے لیے اٹھاتے۔" (وقار الفتاوی، ج ۱، ص ۹، بزم وقار الدین کراچی)

حافظ الحدیث پیر سید جلال الدین شاہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ تعالی علیہ **کی تواضع و انکساری:** آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تواضع وانکساری کے متعلق مولانا مقبول احمد رضوی جلالی فرماتے ہیں: ''آپ کا مقام جتنا بلند وبالا اور ارفع واعلی تھا اتنا ہی آپ نے اپنے آپ کو چھپائے رکھا اور یہ بھی آپ کا خاصہ تھا کہ آپ نے اپنے آپ کو ظاہر کرنا پسند نہ کیا۔ آپ کی موجودگی میں اگر کوئی شخص آپ کا مقام ومرتبہ بیان کرنا چاہتا تو آپ تصرفِ باطنی سے روک دیتے۔ آپ اپنے سامنے اپنی تعریف ہرگز پسند نہ کرتے، بسا اوقات ایسا کرنے والے سے ناراض ہو جاتے اور یہ ناراضی بھی آپ کے مزاج شریف کا واقف ہی سمجھ سکتا تھا، عوام الناس جو آپ کے مزاج شریف سے واقف نہیں تھے وہ یہ ناراضی نہیں سمجھ سکتے تھے کیونکہ زبانِ مبارک سے ناراضی کا اظہار بہت کم ہوتا تھا۔ مجھ (مقبول احمد رضوی جلالی) جیسے عام طالب علم سے اور میرے ہم سبق ساتھیوں سے ایسی حرکات سرزد ہو جاتیں جو کہ بوجہ خلاف ادب موجبِ سزا اور باعثِ زجر وتوبیخ ہوتیں مگر حضور حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس پر کچھ مؤاخذہ نہ فرماتے۔ یہ ناچیز بندہ مقبول احمد اپنی آپ بیتی اور خود برتی عرض کرتا ہے: بندہ سے تحقیقِ مسائل کے سلسلہ میں ایسی بے احتیاطیاں ہو گئیں کہ بندہ پر ساتھیوں نے شیعہ ہونے کا الزام لگا دیا۔ دورانِ بحث زیرِ حدیث:

''انا مدینۃ العلم وابوبکر اساسھا وعمر جدارھا وعثمان سقفھا وعلی بابھا۔''

(میں علم کا شہر ہوں، ابوبکر (رضی اللہ تعالی عنہ) اس کی بنیاد، عمر (رضی اللہ تعالی عنہ) اس کی دیوار، عثمان (رضی اللہ تعالی عنہ) اس کی چھت اور علی (رضی اللہ تعالی عنہ) اس کا دروازہ ہیں، الفردوس بماثور الخطاب، رقم: ۱۰۵، ج۱، ص۴۳، دار الکتب العلمیہ) ساتھیوں نے کہا کہ یہ حدیث اصل میں اس طرح ہے۔ بندہ نے اس کے حدیث ہونے سے انکار کر دیا تو طالب علم ساتھیوں نے کہا کہ: ہم نے یہ حدیث حافظ الحدیث سے سنی ہے تو جذبات کے رو میں بندہ نے اپنی حماقت اور جہالت سے کہہ دیا کہ اُن کو کیا علم ہے، غور کریں حضور والا کی کس قدر بے ادبی تھی۔ جب دوستوں اور ساتھیوں نے،،،،،،،،،

،،،،،،بندہ کے حضرت کی خدمت میں میری شکایت کی تو دیگر باتوں کے علاوہ ہو بہو یہ الفاظ بھی آپ کی خدمت میں بیان اور نقل کردیے۔مگر قربان جائیں حضرت کے صبر وتحمل اور اخلاق عالیہ پر کہ آپ یہ سن کر مسکرا دیے اور آپ کی مسکراہٹ اس قدر جاذب قلب، دلکش اور پیاری ہوتی کہ اس ادا پر مر مٹنے کو جی چاہتا۔غور کریں اگر آپ کی جگہ کوئی اور مدرسے کا مہتمم ہوتا تو بندہ کے ساتھ کیا سلوک کرتا۔" (انوارِ حافظ الحدیث،ص۲۰۶۔۲۰۷،جلالیہ پبلی کیشنز بھکی شریف)

شیر بیشۂ اہلسنّت مولانا حشمت علی خان رضوی صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ **کی تواضع و انکساری:** آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تواضع وانکساری کا اندازہ ان الفاظ سے لگایئے جو آپ نے ایک خط میں تحریر فرمائے:"میرے خط نہ لکھنے کا سبب صرف یہی تھا کہ میں اپنے گناہوں کی شامت کے سبب اکثر سست و کاہل رہا کرتا ہوں اور فرصت بھی بہت کم ہی رہتی ہے۔"

(سوانح شیر بیشۂ سنت،ص۲۵۱،نوریہ رضویہ پبلی کیشنز)

آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تواضع وسادگی کے بارے میں محبوبِ ملّت مفتی محمد محبوب علی خان قادری تحریر فرماتے ہیں:"حضرت سید العلما نے ہی ایک تقریر میں حضرت کی سادگی کے متعلق فرمایا کہ:بسڈیلہ کے مناظرہ کے دوران ایک دن حضرت نے قیام گاہ سے میدانِ مناظرہ کو جانے کا ارادہ فرمایا تو کرتہ شلوار کے بعد شیروانی پہنی اتفاق سے کرتہ شیروانی سے چار انگل نیچے تھا۔میں نے کہا:حضرت یہ کرتا نیچا ہے۔ دوسرا کرتا پہن لیں تاکہ کوئی مذاق نہ اڑائے۔ارشاد فرمایا:حضور!مناظرہ میں کروں گا میرا کرتا مناظرہ نہیں کرے گا۔"

(سوانح شیر بیشۂ سنت،ص۲۵۱،نوریہ رضویہ پبلی کیشنز)

فقیہ اعظم بصیر پوری ابو الخیر مفتی محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ **کی تواضع وانکساری:** آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تواضع وانکساری کا ذکر کرتے ہوئے"فتاوی نوریہ" کے مقدمہ میں محب اللہ نوری صاحب تحریر فرماتے ہیں:"ایک عالم اور فقیہ پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ بلا تحقیق ،،،،،،،،،

....

،،،،،،،،،جواب نہ دے اور اگر کسی مسئلہ میں تحقیق نہ ہو تو اس کی وضاحت کرنے اور اصل صورتِ حال کے برملا اظہار میں اپنی توہین محسوس نہ کرے، جیسا کہ امام دارالہجرۃ حضرت مالک بن انس رحمۃاللہ تعالی علیہ سے ایک بار چالیس سوال دریافت کیے گئے مگر آپ باوصف اپنی جلالت علمی کے صرف چار کا جواب دے سکے اور چھتیس سوالات کے جواب میں فرمایا: ''لَا اَدْرِی''۔ حضرت فقیہِ اعظم کی ذات میں بھی یہی شانِ عجز وانکسار نظر آتی ہے۔ آپ اس وقت تک فتوی نہ دیتے جب تک کامل تحقیق نہ ہو جاتی ۱۳۷۱ھ میں آپ سے مولانا عبدالعزیز ی صاحب مہتمم مدرسہ احیاء العلوم بورے والا نے تین سوالات کے جواب طلب کیے۔ پہلے دو سوالوں کا جواب آپ نے عطا فرما دیا، مگر تیسرا سوال نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کے بارے میں تھا۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا: **واللّٰہ تعالٰی اَعْلَمُ** بعد میں جب تحقیق کامل ہوئی تو اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی۔''

(فتاوی نوریہ، ج ۱، ص ۷۷۔۷۸، فقیہِ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور اوکاڑہ)

مولانا حامد رضا خان بریلوی رحمۃاللہ تعالی علیہ کی تواضع وانکساری: آپ رحمۃاللہ تعالی علیہ کی تواضع وانکساری کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عبدالمجتبی رضوی فرماتے ہیں: ''بنارس کے ایک مرید آپ کے بہت منہ چڑھے تھے اور آپ سے بے انتہا عقیدت ومحبت بھی رکھتے تھے۔ ایک بار انہوں نے دعوت کی، مریدوں کے گھیرے رہنے کے سبب ان کے یہاں وقت سے کھانے میں نہ پہنچ سکے۔ ان صاحب نے کافی انتظار کیا اور جب آپ نہ پہنچے تو گھر میں تالا لگا کر اور بچوں کو لے کر کہیں اور چلے گئے، آپ جب ان کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ تالا بند ہے، مسکراتے ہوئے لوٹ آئے بعد میں ملاقات ہونے پر ناراضی بھی ظاہر نہ کی۔''

(تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، ص ۴۸۵، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز)

....

شہبازِ لاثانی حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تواضع وانکساری:

آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تواضع وانکساری کے متعلق فیضِ ملّت استاذ العلما مفتی فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''آپ سادگی کو بے حد پسند فرماتے اور ہمیشہ سادہ زندگی گزارنے کی تلقین فرماتے، آپ کی ساری زندگی سادگی کا اعلی نمونہ تھی، ایک شلوار قمیص اور موٹے کپڑے (جو کندھے پر رکھا کرتے تھے) سے کبھی تجاوز نہ فرمایا۔ آپ اکثر جو کی روٹی اور ماش کی دال کھاتے تھے اور دورانِ سفر سوکھی و باسی روٹیاں ساتھ رکھتے تھے۔''

(ذکرِ سیرانی، ص ۳۲، مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور)

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں: ''سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو یہ سخت ناگوار تھا کہ آپ کو کسی امیر کی طرف منسوب کر کے کہا جائے کہ آپ فلاں صاحب کے پیرومرشد ہیں۔ ایک دفعہ ایک بڑے زمین دار کے ہاں مریدین سمیت دعوت ہوئی کسی دیہاتی نے ایک ساتھی کے سامنے کہہ دیا کہ: آپ ہمارے زمین دار کے پیر ہیں۔ یہ سن کر آپ کی طبیعت مکدر ہوگئی، نمازِ ظہر سے لے کر عصر تک ''اِسْتِغْفَار'' پڑھتے رہے۔'' (ذکرِ سیرانی، ص ۵۰، مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور)

امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ کی تواضع وانکساری: عظیم مذہبی رہنما ہونے کے باوجود امیرِ اَہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ کی تواضع وانکساری کا یہ عالم ہے کہ اپنے محبین و متعلقین کے درمیان بھی اپنے لیے کسی امتیاز کو پسند نہیں فرماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب امیرِ اَہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ اِحیائے سنت کے لیے سفر پر روانہ ہونے والے مدنی قافلے میں شریک ہوتے تو متعدد بار دیکھا گیا کہ پہلے نشستوں پر اپنے اسلامی بھائیوں کو بٹھاتے اور جگہ نہ ملنے کی صورت میں کبھی کبھی آپ نشست سے نیچے ہی بیٹھ جاتے۔ آپ کی اس قدر عاجزی دیکھ کر بعض اوقات لوگوں کی آنکھوں سے اشک جاری ہو جاتے۔'' (تعارفِ امیر اہلسنّت، ص ٤٧، مکتبۃ المدینہ)

وہ اصول کہ جس کے سبب اہلِ معرفت منزلِ سلوک میں ثابت قدم رہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے صدقِ دل کے ساتھ امر بالمعروف ونھی عن المنکر کو لازم پکڑ لیا۔(۵۴) انہوں نے اپنی خواہشاتِ نفسانیہ پر علم کو مقدم رکھا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہوئے اس کی تمام مخلوق سے مستغنی ہو گئے۔

(اے طالب ہدایت!) ان لوگوں کی اتباع کر جن کے علم نے ان کے خوف وخشیت میں (۵۵)...... عمل نے بصیرت میں اور عقل نے معرفت میں اضافہ کیا......اگر ترکِ ادب تمہیں ان نیک لوگوں کے راستے سے روک دے تو اپنے نفس کو سرزنش کر اور اہلِ علم پر مخلصین کی صفات مخفی نہیں رہ سکتیں۔

---

(54)......رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فإن لم یستطع فبلسانہ ومن لم یستطع فبقلبہ وذلک أضعف الإیمان ترجمہ: تم میں سے کوئی جب کسی برائی کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ برائی کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اور جو اپنے ہاتھ سے بدلنے کی استطاعت نہ رکھے اسے چاہیے کہ اپنی زبان سے بدل دے اور جو اپنی زبان سے بدلنے کی بھی استطاعت نہ رکھے اسے چاہیے کہ اپنے دل میں بُرا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان کی علامت ہے۔" (صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب کون النھی عن المنکر من الایمان، رقم: ۴۹، ج۱، ص۶۹، دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیکی کی دعوت کب واجب ہے: اگر ظنِ غالب ہے کہ سمجھائیں گے تو مان لے گا تو اب اسے سمجھانا واجب ہو گیا نہیں سمجھائیں گے تو گناہ گار ہوں گے۔ (ماخوذ من فیضان سنت، باب نیکی کی دعوت، ص۴۷۸) امر بالمعروف ونھی عن المنکر کی تفصیلی معلومات کے لیے "فیضانِ سنت کا باب نیکی کی دعوت" کا مطالعہ کریں۔

(55)......اسلاف کرام کے خوف وخشیت کے واقعات گزشتہ صفحات میں ملاحظہ ہوں۔

(اے طالبِ ہدایت!) میری بات غور سے سن کہ ہر فکر میں کوئی نہ کوئی ادب...... اور ہر اشارے میں کوئی نہ کوئی علم ضرور ہوتا ہے اور اس کی تمیز وہی کرسکتا ہے کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے اس کی مراد کو سمجھ لے اور اس کے خطاب سے فوائد کو نکال لے۔ایک طالبِ صادق میں اس کی علامت یہی ہے کہ دیکھے تو عبرت حاصل کرے ......خاموش ہو تو غور وفکر کرے......کلام کرے تو ذکر اللہ عَزَّوَجَلَّ کرے......اسے منع کیا جائے تو صبر کرے......اسے دیا جائے تو شکر کرے......آزمائش میں مبتلا ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع کرے......اس پر کوئی معاملہ مخفی ہو جائے تو بردباری سے کام لے......علم حاصل ہو جائے تو تواضع اختیار کرے......کسی کو علم سکھائے تو نرمی اختیار کرے۔(۵۶)

---

(56)......ہمارے اسلاف کرام اس ارشاد کے عملی نمونہ تھے، چنانچہ ذیل میں ہم چند واقعات نقل کرتے ہیں ان کو پڑھیے اور اندازہ لگایئے کہ ہمارے اسلاف علمِ دین سیکھنے والوں پر کتنے شفیق ومہربان تھے۔

اسلافِ کرام کے طلبہ پر شفقت کے واقعات

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی طلبہ پر شفقت: ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا اور اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں اِصلاح کے لیے پیش کیا، حسنِ اتفاق سے صحیح نکلا۔ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس فتوی کو لیے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دستِ مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا! سب سے پہلا فتوی جو میں نے لکھا والدِ ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے شیرینی کھانے کے لیے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو فتوی لکھا ہے یہ پہلا فتوی ہے اور مَاشَآءَ اللہ بالکل صحیح ہے، اس لیے..............

.........اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لیے دیتا ہوں۔ غایتِ مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہوگئی اور میں کچھ بول نہ سکا۔ اس لیے کہ فتویٰ پیش کرتے وقت خیال کررہا تھا کہ خدا جانے فتویٰ صحیح لکھا ہے یا غلط۔ مگر خدا کے فضل سے وہ صحیح اور بالکل صحیح نکلا، اور پھر اس پر انعام، اور وہ بھی ان الفاظِ کریمہ سے کہ میرے والد صاحب نے مجھے اول فتویٰ پر انعام دیا تھا اس لیے میں بھی اول فتویٰ پر انعام دیتا ہوں۔ (حیات اعلیٰحضرت، ج۱، ص ۱۵۴، برکاتی پبلیشرز کراچی)

محدِّث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمۃاللہ تعالی علیہ **کی طلبہ پر شفقت:** آپ رحمۃاللہ تعالی علیہ طلبہ پر ہمیشہ محبت وشفقت اور احسان فرماتے۔ طلبہ کی حوصلہ افزائی فرمانے کے لیے ہر طالب علم کو ''**مولانا**'' یا ''**حافظ صاحب**'' کہہ کر مخاطب فرماتے۔ جامعہ رضویہ کے ناظمِ تعلیمات مولانا مفتی نواب دین رحمۃاللہ تعالی علیہ کو تاکید فرماتے: ''مولانا! طلبہ اللہ کا لشکر ہیں ان کا احترام کریں۔'' آپ کئی طلبہ کی خفیہ واعلانیہ امداد بھی فرماتے۔

(روشن ستارے، ص ۴۷، منہاج القرآن علماء کونسل فیصل آباد)

حافظ الحدیث پیر سید جلال الدین شاہ نقشبندی قادری رحمۃاللہ تعالی علیہ **کی طلبہ پر شفقت:**

آپ رحمۃاللہ تعالی علیہ کے بارے میں ''حافظ محمد اسلم جلالی'' بیان کرتے ہیں: ''آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ ماہر استاد، مُشفِق باپ اور مرشدِ کامل ومربی کی حیثیت کے مالک تھے۔ دور دراز سے طلبہ آپ کے پاس آتے اور اپنے عزیز واقارب، دوست واحباب، علاقہ ووطن کو بھول جاتے۔ جو کبھی چھٹیوں میں اپنے وطن واپس جاتے تو اپنے گھر میں بھی اجنبیت محسوس کرتے۔ حضرت مولانا برکت علی صاحب اپنا حال بیان کرتے ہیں کہ جب میں ۱۹۷۰ء میں پہلی دفعہ حصولِ علم کی غرض سے بھکی شریف حاضر ہوا تو تعلیمی عرصہ کا دورانیہ تقریباً آٹھ سال میں ایک دن بھی طبیعت میں شکستگی نہیں آئی اور جب کبھی آپ سے دور ہو جاتا تو حتی کہ اپنے وطن اور گھر بھی جاتا.........

''.........تو بے چینی بے قراری محسوس کرتا۔''

(انوارِ حافظ الحدیث، ص ۲۰۰، حلالیہ پبلی کیشنز بھکی شریف)

فضلِ امام خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ **کی طلبہ پر شفقت:** آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے فرزند علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ درسیات سے فارغ ہوئے تو والد کے حکم سے مسندِ تدریس کو رونق بخشی۔ مولانا فضل امام خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ایک طالب علم کو علامہ کے پاس سبق پڑھنے بھیجا، یہ طالب علم دراز عمر اور کند ذہن تھے، علامہ نوخیز، نازک مزاج اور ذہین وفطین سبق پڑھانے کے دوران جھنجلا گئے، غصے سے میں آکر طالبِ علم کو برا بھلا کہہ کر درس سے نکال دیا۔ طالب علم روتا ہوا مولانا فضلِ امام رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے پاس پہنچا اور جو بیتی وہ سنائی۔ مولانا فضل امام رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے علامہ (فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ) کو بلایا۔ علامہ غوث علی شاہ جو اس واقعے کے عینی شاہد ہیں فرماتے ہیں: مولوی فضلِ حق صاحب آئے اور دست بستہ کھڑے ہوگئے، مولانا (فضلِ امام خیر آبادی) صاحب نے ایک تھپڑ دیا ایسے زور سے کہ ان کی دستار فضیلت دور جا پڑی، اور فرمانے لگے کہ: تو تمام عمر بِسْمِ اللّٰہ کے گنبد میں رہا، ناز ونعمت میں پرورش پائی، جس کے سامنے کتاب رکھی اس نے خاطر داری سے پڑھایا، طالب علموں کی قدر ومنزلت تو کیا جانے۔ اگر مسافرت کرتا بھیک مانگتا اور طالب علم بنتا تو حقیقت معلوم ہوتی، ارے طالب علم کی قدر ہم سے پوچھ! خبردار تم جانو گے اگر آئندہ ہمارے طالب علموں کو کچھ کہا یہ (امام فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ) چپ کھڑے روتے رہے، کچھ دم نہ مارا۔ خیر قصہ رفع دفع ہوا لیکن پھر کسی طالب علم کو کچھ نہ کہا۔ مولانا فضلِ امام رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی یہی تربیت تھی جو آگے چل کر خیر آبادی مدرسہ کی خصوصیت بن گئی۔ امام فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے بارے میں ان کے تلمیذ (شاگرد) مولانا عبد اللہ بلگرامی لکھتے ہیں:.........

....

''.........آپ رحمۃاللہ تعالی علیہ طلبہ پر بہت شفیق اور ذہین طلبہ پر نہایت مہربان تھے۔ تعلیم وارشاد کے باب میں اپنے بیٹے اور اور جگر گوشے اور عام طلبہ کو برابر سمجھتے۔''

(خیرآبادیات، ص ۴۵۔ ۴۶، مکتبہ اعلیحضرت لاھور)

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃاللہ تعالی علیہ **کی طلبہ پر شفقت:** آپ رحمۃاللہ تعالی علیہ اپنے شاگردوں پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ اس لیے آپ کے تلامذہ آپ کو ''اباجی'' کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ کے شاگرد مفتی محبوب رضا خان صاحب فرماتے ہیں: ''دھوبی کو حضرت (صدرالشریعہ) کے کپڑے دینا، ان کا حساب لکھنا اور اندراج کے مطابق وصول کرنا میری ذمہ داری تھی، سبزی وغیرہ بھی میں خرید کرلاتا کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض چیزیں بغیر اجازت اپنی مرضی سے خرید لاتا، جو کچھ منگوایا گیا اس میں اپنی مرضی سے ردوبدل کر دیتا حتی کہ بعد میں اکثر ایسا بھی ہوتا کہ گھر سے کوئی بچہ پوچھنے کے لیے آتا کہ آج کیا پکایا جائے تو حضرت فرمادیتے کہ قاری (محبوب رضاخان) صاحب سے پوچھو!۔ میں بربنائے خلوص اس قسم کے تصرفات کرتا اور موصوف خلوص کے قدردان تھے۔'' (سیرت صدرالشریعہ، ص ۱۸۹۔ ۱۹۰ مکتبہ اعلیحضرت لاھور)

غزالی زماں حضرت علامہ سیّداحمد سعید کاظمی رحمۃاللہ تعالی علیہ **کی طلبہ پر شفقت:** مولانا اللہ وسایا سعیدی (بہاولپور والے) فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ نئے مکان میں جانے کی تیاریاں شروع ہوئیں، میں بیل گاڑی پر سامان پہنچانے میں مصروف رہا۔ غزالی زمان رحمۃاللہ تعالی علیہ گھٹنوں میں شدید درد کی وجہ سے صاحب فراش رہے، عشاء کے بعد آخری پھیرا لے کر جانے لگا تو غزالی زماں رحمۃاللہ تعالی علیہ نے فرمایا: تانگے کا انتظام کر کے بچوں کو واپس بھیج دینا اور آپ وہیں سو جانا۔ اس مصروفیت میں گھر والوں کو میرا کھانا یاد نہ رہا، سامان لے کر نئے مکان میں پہنچا اور اسے اتارنا شروع کیا، دن بھر کی تھکاوٹ اور ساری رات فاقہ کشی کے تصور.......

....

،،،،،،،، نے پریشانی میں خاطر خواہ اضافہ کردیا۔ اچانک حضرت غزالی زماں کی رس گھولتی ہوئی آواز سنائی دی: اللہ سوسایا! میں حیران وپریشان سڑک کی طرف دوڑا، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت غزالی زماں بڑی تکلیف کے ساتھ سائیکل رکشے سے اتر رہے ہیں اور آپ کے ہاتھ میں کھانے کا ٹفن ہے، آپ نے فرمایا: میں آپ کا کھانا لے کر آیا ہوں یہ لے لو! بندہ نے عرض کی: آپ تکلیف نہ کرتے۔ آپ نے فرمایا: ہمیں آپ کی بھوک کا خیال ہے۔"

(حیات غزالی زماں، ج ۱، ص ۱۰٤۔۱۰۵، مکتبہ مہریہ کاظمیہ ملتان)

عمدۃ المحقیقین حضرت علامہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی اشرفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ **کی طلبہ پر شفقت:** آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے بارے میں مولانا شاہد رضا نعیمی اشرفی فرماتے ہیں: "جامعہ نعیمیہ (مرادآباد، ہند) کے طلبہ کی نگرانی، تربیت اور سرپرستی ہمیشہ ایک شفیق استاذ کی طرح فرمائی، کوئی بیمار ہوجاتا تو بے قرار ہوجاتے، علاج وتیمارداری کا خود انتظام کرتے، طلبہ کی اَخلاقی تربیت میں بے حد دل چسپی لیتے، بے راہ روی کو اولاً نظر انداز کرتے لیکن پھر سختی اور تاکید کرتے، طلبہ کی کوئی شہری توہین کرتا تو ہرگز برداشت نہ کرتے، جامعہ کے معاونین کو ہمیشہ نصیحت فرماتے کہ یہ طلبہ قدر وعزت کے مستحق ہیں۔ جب طلبہ شعبان میں سالانہ تعطیل کے موقع پر گھر جاتے تو ان کو اپنے پاس بٹھا کر ٹرین کے اوقات، سفر کی تفصیلات، سامان کی حفاظت کے بارے میں سمجھاتے۔ فارغ التحصیل ہونے والے علما اور تلامذہ کو جب رخصت کرتے تو رو پڑتے، گلے مل کر شفقت ومحبت سے رخصت فرماتے، ان کو آئندہ زندگی کے لیے پند ونصیحت فرماتے۔ ان میں لائق حضرات کو کسی ادارہ میں بھیجنے کی کوشش فرماتے اور خط وکتابت کے ذریعہ ان سے رابطہ برقرار رکھتے۔" (حبیب الفتاوی، مقدمہ، ص ۱۲، شبیر برادرز لاہور)

آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے بارے میں مولانا عبد الجلیل نعیمی اشرفی فرماتے ہیں: ،،،،،،،،،،،

''۔۔۔۔۔۔شاگردوں کے ساتھ محبت وشفقت کی کوئی انتہا نہ تھی،ان کی ترقی دیکھ کر پھولے نہ سماتے،ہمیشہ طلبہ کو''آپ'' سے خطاب کرتے۔ (حبیب الفتاوی،مقدمہ،ص ۶۲ شبیر برادرز لاھور)

حافظِ ملت شیخ عبدالعزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی طلبہ پر شفقت: آپ رحمۃاللہ تعالی علیہ کے بارے میں علامہ ارشد القادری رحمۃاللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:''شاگردوں پر حافظِ ملت کی شفقت کسی خارجی محرک کا نتیجہ نہیں تھی، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ ان کی پاکیزہ سرشت ہی شفقت ومحبت کی خمیر سے تیار ہوئی تھی، یہی وجہ ہے کہ ہر استاذ صرف اپنے ذہین ومحنتی شاگردوں پر شفیق ہوتا ہے لیکن حافظِ ملت کی خصوصیت یہ ہے کہ غبی سے غبی، بدھو اور بیگانہ شاگرد بھی انہیں اتنا ہی عزیز تھا جتنا ذہین سے ذہین قابل سے قابل اور قریب سے قریب شاگرد۔وہ مقام جہاں ہم حافظِ ملت کو ایک منفرد شفیق استاد کے پیکر میں دیکھتے ہیں یہ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شخص اپنے باغی نافرمان اور بدخواہ کے حق میں اپنی محبت وشفقت کے توازن کو برقرار نہیں رکھ سکتا،لیکن حافظِ ملت کی کتابِ زندگی کا مطالعہ کریں تو ورق ورق پر جہاں آپ انہیں نیازمندوں اور وفاشناسوں کو خلعتِ کریمانہ سے شادکام کرتے ہوئے دیکھیں گے وہیں وہ نافرمانوں اور ناعاقبت اندیشوں پر بھی پھول برساتے ہوئے نظر آئیں گے اور اسے بھی ہم جذبہ شفقت ومحبت کا داعیہ کہیں گے کہ بڑے سے بڑے قصور پر مدرسہ سے طلبہ کا اِخراج حضرت کی طبیعت پر بہت ہی شاق گزرتا تھا۔

آپ فرماتے تھے:مدرسہ سے طلبہ کا اِخراج بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے کو عاق کردے یا جسم کے کسی بیمار عضو کو کاٹ کر الگ کردیا جائے،انتظامی مصالح کے تحت یہ اگرچہ مباح ہے لیکن اسے بھی اَبْغَضُ الْمُبَاحَات سے سمجھتا ہوں۔ایک بار ارشاد فرمایا: نیکوکار اصلاح پذیر اور اچھے طلبہ کو چاہنا استاد کا کمال نہیں بلکہ شاگرد کا کمال ہے کہ اپنے آپ کو چاہنے کے قابل بنالیا، استاد کا کمال تو یہ ہے کہ جو چاہے جانے کے قابل نہ ہو اس کی اصلاح کر کے چاہے جانے۔۔۔۔۔۔''

....

،،،،،،،،،،کے قابل بنادے۔ایک دن مجلس درس میں ارشادفرمایا: استاداپنے شاگردوں کے فکروذہن کا معمار ہوتا ہےاوران کی سیرت وکردار کا معالج ہوتا ہےاورایک معالج کی بہترین جگہ بیماروں کا حلقہ ہے،تندرستوں کوانجمنِ معالج نہیں کہاجائے گا۔

(علامہ ارشدالقادری مزید فرماتے ہیں:)استادشاگرد کاتعلق عام طور پرحلقۂ درس تک محدود ہوتا ہےلیکن اپنے تلامذہ کے ساتھ حافظِ ملت کے تعلقات کا دائرہ اتناوسیع ہے کہ پوری درس گاہ اس کے ایک گوشے میں سماجائے،یہ انہیں کے قلب ونظر کی ناپید کناروسعت اورانہیں کے جگر کا بے پایاں حوصلہ تھا کہ اپنے حلقۂ درس میں داخل ہونے والے طالبِ علم کی بے شمار ذمہ داریاں اپنے اوپر لے لیتے تھے،طالب علم درس گاہ میں بیٹھےتو کتاب پڑھائیں ،،،،،،،،باہر رہے تو اخلاق وکردار کی نگرانی کریں ،،،،،،،،مجلسِ خاص میں شریک ہوتوایک عالمِ دین کے محاسن واوصاف سے روشناس فرمائیں ،،،،،،،، بیمار پڑجائیں تو نقوش وتعویذات سے اس کا علاج کریں ،،،،، ،،،،،تنگدستی کا شکار ہوجائے تو مالی کفایت فرمائیں،،،،،،،،پڑھ کر فارغ ہوجائیں تو ملازمت دلوائیں،،،،،،،،،،اورملازمت کے دوران کوئی مشکل پیش آئے تواس کی عقدہ کشائی فرمائیں،،، ،،،،،،طالب علم کی نجی زندگی ،شادی بیاہ،دکھ سکھ سے لے کر خاندان تک کے مسائل میں دخیل وکارفرما،،،،،،،،طالب علم زیرِ درس رہے یافارغ ہوکر باہر چلاجائے،ایک شفیق باپ کی طرح ہرحال میں سرپرست اورکفیل ،،،،،،،،اس طرح کی ہمہ گیراورہم وقتی ایک باپ سےتو ضرورمتوقع ہے،لیکن آج کی دنیامیں ایک استاد سے ہرگز متوقع نہیں یہی وہ جوہرِ منفرد ہےجس نے حافظِ ملت کواپنے اقران ومعاصرین کےدرمیان ایک معمارِ زندگی کی حیثیت سےممتازاورنمایاں کردیا۔‘‘

(شخصیات،ص۹۹،ضیاء القرآن پبلی کیشنزلاھور)

گزشتہ صفحات میں آپ نے اسلاف کرام کے طلبہ پرشفقت کے واقعات ملاحظہ فرمائے،،،،،،،

........اور راقم الحروف کی یہ تالیف بھی استاذِ محترم قبلہ مفتی عبدالکریم سعیدی صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی شفقتوں ہی کا نتیجہ ہے جس کا ذکر "پیشِ لفظ" میں گزر چکا۔اور بندہ کو اپنے اولین استاد مولانا اکرام الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے وہ احسانات بھی زندگی بھر نہ بھولیں گے کہ جو آپ نے مجھ پر اس وقت کیے کہ جب میں الیکٹریشن کا کام چھوڑ کر حصولِ علمِ دین کے لیے جامعہ میں داخل ہوگیا یقیناً یہ انہی کی شفقتوں کا نتیجہ ہے کہ آج تالیف وتدریس کی سعادت حاصل ہو رہی ہے اگر درسِ نظامی کے ابتدائی دور میں مجھے ان کی عنایتیں حاصل نہ ہوتیں تو شاید آج میں ایک مؤلف ومدرس نہیں بلکہ ایک الیکٹریشن ہوتا۔درسِ نظامی کے بقیہ سفر میں دیگر اساتذہ کے ساتھ ساتھ بالخصوص قبلہ استاذِ محترم مولانا ایاز صاحب اور استاذِ محترم مولانا جنید شاہ صاحب کی شفقتیں شاملِ حال رہیں۔

ہمارے اسلافِ کرام جس طرح طلبہ پر نہایت شفیق تھے اسی طرح وہ اپنے اساتذہ کا انتہا درجہ ادب کیا کرتے تھے،لہذا ذیل میں ہم اس حوالے سے کچھ واقعات ذکر کرتے ہیں۔

استاد کے ادب کے واقعات: ہمارے اَسلافِ کرام اپنے اساتذہ کا کتنا ادب کیا کرتے تھے اس کے بھی بے شمار واقعات کتبِ سیرت میں ملتے ہیں جن کو پڑھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے کہ اس قدر ادب؟

(۱)......امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "کبھی میں نے اپنا پیر ان (استاد) کے گھر کی طرف نہیں پھیلایا، حالانکہ میرے اور ان کے مکان میں سات گلیوں کا فاصلہ ہے۔"

(الخیرات الحسان مترجم،ص ۱۴۲ ،مکتبۃالحقیقۃ ترکی)

(۲)......حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی خدمت میں جب زانوئے تلمذ طے کیے ہوئے ہوتے اگر انہیں کتاب کا ورق پلٹنے کی نوبت آتی تو وہ ورق بھی آہستہ پلٹتے تھے کہ اس کی آواز بھی ان کو سنائی نہ دے۔(کامیاب طالب علم،ص ۷۰ ،زاویہ پبلیشرز)

(۳)......امام ربیعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''اپنے استاد کی نظر کے سامنے مجھ کو کبھی پانی پینے کی جرأت نہیں ہوئی۔'' (ایضاً)

(۴)......امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ادب کی وجہ سے اپنے استاد کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ ان کا ذکر ان کی کنیت کے ساتھ کرتے تھے۔'' (ایضاً)

(۵)......حضرت عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''مجھے اپنے استاد علامہ یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا ہے، دورانِ بیماری جب سارے ساتھ بندیال چھوڑ کر چلے گئے تو میں اکیلا حضرت کی خدمت کے لیے ٹھہر گیا۔ تقریباً چھ ماہ بغیر اسباق کے ٹھہرا استاد صاحب نے دل سے دعا کی کہ میرا خواندہ نہ خواندہ برابر ہوگیا یعنی جو کتابیں میں نے نہیں پڑھی تھیں میں سمجھتا ہوں کہ میں نے پڑھی ہوئی ہیں۔ حقیقت میں میرے اس وقت کتنے ایسے ساتھی تھے جو میرے خیال میں مجھ سے لائق تھے، مگر آج ان کا کہیں نام نہیں اور ہر جگہ عطا محمد بندیالوی، عطا محمد بندیالوی ہورہا ہے، یہ میرے استادِ محترم علامہ یار محمد بندیالوی کی دعاؤں کا اثر ہے۔''

(ایضاً،ص ۸۵)

طلبہ کو دیکھا گیا ہے کہ جب ان کے ذہن میں کوئی بات آجائے تو وہ اس کو کر گزرتے ہیں خواہ استاد کتنا ہی کیوں نہ سمجھائے ایسے طلبہ درج ذیل واقعہ کو بہ غور پڑھیں

(۶)......فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''اس زمانہ میں ناگپور کی کاروباری حالت ٹھیک نہیں تھی، دن بھر محنت سے کام کرنے کے باوجود اپنے اخراجات کے ساتھ والدین کی ماہانہ خدمت کرنے میں ہمیں دشواری پیش آرہی تھی، میں بہت پریشان تھا اس لیے اسماعیل عرسپاہی کے ساتھ احمد آباد جانے کے لیے اس خیال سے تیار ہو گیا کہ میرے یہاں کے بہت سے لوگ وہاں ملوں میں کام کرتے ہیں، میں بھی جا کے کسی مل میں کام کروں گا۔ ہم احمد آباد سفر کے لیے نکل پڑے، ناگپور پہنچ کر ہم نے اپنا تمام سامان اپنے،،،،،،،،،

.... رفیق اسماعیل کے سپرد کرتے ہوئے کہا کہ آپ اسٹیشن چلیں میں اپنے استادِ گرامی حضرت علامہ ارشد القادری صاحب سے ملاقات کر کے آتا ہوں۔ جب میں حضرت علامہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا تو انہوں نے فرمایا: احمد آباد مت جاؤ! جس طرح بھی ہو سکے یہیں رہو۔

میں نے حضرت علامہ کی نصیحت مان لی اور احمد آباد جانے کا ارادہ بالکل دل سے نکال دیا اور اسٹیشن جا کر اسماعیل عمر سپاہی سے کہا آپ جائیے میں نہیں جاؤں گا اور پھر اپنا سامان لے کر میں واپس آ گیا۔ خداوند قدوس کا میں لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے میرے دل میں استاد کا ایسا احترام بخشا کہ میں نے ان کی اجازت کے بغیر احمد آباد کا سفر کرنا مناسب نہ سمجھا اگر ان کی نصیحت پر عمل نہ کرتا تو بے شک آج مِل میں مزدور ہوتا۔'' (خطباتِ محرم، ص۴۴۷۔۴۴۸، اکبر بک سیلرز لاھور)

(۷)......استاذ العلماء یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے ایک استاد مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے استاد تھے یعنی آپ کے داوا استاد تھے، استاذ الکل علامہ عطا محمد بندیالوی نے ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو اپنے استادِ محترم یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی زندگی کا ایک اہم واقعہ سنایا کہ میرے استاد صاحب کسی جاگیردار کو خاطر میں نہ لاتے تھے، مگر ایک مقامی جاگیردار کے ہاں کبھی کبھی تشریف لے جاتے، عام حالات میں بھی اس سے تعلق داری کرتے، میں نے ایک دن عرض کی: استاد جی! یہ کیا راز ہے؟ تو فرمایا: حافظ صاحب! مجھے ان سے ایک دینی لالچ ہے وہ یہ کہ ان کا ایک دوست بہاولپور کا نواب ہے اور اس کی لائبریری میں ''زرقانی شریف'' موجود ہے، میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے میسر آ جائے۔ مگر زندگی نے وفا نہ کی اور آپ کے کتب خانہ تک وہ کتاب نہ پہنچ سکی۔ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جب یہ..........

....

''.......واقعہ سنا تو آب دیدہ ہوگئے اور روتے ہوئے فرمایا: کاش! آج علامہ یار محمد بندیالوی رحمۃاللہ تعالی علیہ زندہ ہوتے تو فقیر قمر الدین اپنی ''زرقانی'' سر پہ اٹھاتا اور بندیال استاد صاحب کی خدمت میں جا کر پیش کرتا۔'' (حیات استاذ العلماء، ص ۳۸، دارالاسلام لاھور)

(۸)......**حضرت علامہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی اشرفی** رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں مولانا شاہد رضا نعیمی اشرفی فرماتے ہیں: ''اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ''میرے حضرت'' کہہ کر اپنے محسن ومربی (اپنے استادِ محترم صدر الافاضل رحمۃاللہ تعالی علیہ) کے نام کا وظیفہ پڑھنا صبح شام ان کا معمول تھا۔ روزانہ بعد نمازِ فجر اور بعد نمازِ عصر مزارِ صدر الافاضل پر تا حیات میں نے ان کو فاتحہ پڑھتے ہوئے دیکھا، تمام طلبہ کو بھی اس کی سخت تاکید فرماتے، خاندانِ صدر الافاضل کا بچہ بھی سامنے آجاتا تو ادب واِکرام کا اِظہار کرتے۔'' (حبیب الفتاوی، مقدمہ، ص ۵، شبیر برادرز لاھور)

(۹)......**حضور حافظِ ملت** رحمۃاللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: عصر کے بعد (صدر الشریعہ رحمۃاللہ تعالی علیہ) مجھے اور مولانا سردار احمد صاحب (رحمۃاللہ تعالی علیہ) کو ایک درس دیتے، ہم لوگ حضرت کی درسگاہ سے نکل کر جب باہر ہونے لگتے، تو ہم میں ہر ایک علامہ صدر الشریعہ رحمۃاللہ تعالی علیہ کے نعلین درست کرنے میں سبقت کرتا حتی کہ ہم لوگ کبھی کبھی ایک دوسرے سے لڑ پڑتے، کچھ روز بعد آپس میں یہ طے پایا کہ ہم دونوں ایک ایک پاؤں کا جوتا سیدھا کر دیا کریں تاکہ دونوں برابر فیض اٹھائیں اور کوئی محروم نہ رہے۔'' (سیرت صدر الشریعہ، ص ۲۰۹، مکتبہ اعلیحضرت)

(۱۰)......**حکیم الامت مفتی احمد یار خان** رحمۃاللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں مدرس تھا، میں اور مفتی امین الدین بدایونی رحمۃاللہ تعالی علیہ بڑے شوق سے قوالی سنا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ (استادِ محترم) سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: تدریس ہوگی یا قوالی۔ میں نے عرض کی میں تدریس چھوڑ سکتا ہوں قوالی نہیں چھوڑ سکتا، یہ سنتے ہی حضرت صدر الافاضل رحمۃاللہ تعالی علیہ جلال میں آگئے اور فرمایا: ''احمد یار خان!.......

....

''......... میں تمہیں حکما کہتا ہوں کہ قوالی سننا چھوڑ دو۔'' چنانچہ اس کے بعد آج تک میں نے قوالی نہیں سنی۔'' (مذکورہ واقعہ بیان کرنے کے بعد علامہ شرف قادری صاحب فرماتے ہیں:) اللہ! اللہ! احترامِ استاد کی ایسی مثالیں آج کہاں ملیں گی۔'' (تذکرہ اکابر اھلسنت، ص ۵۸ ملخصاً ملوبہی بلٹ سٹال گجرانوالہ)

(۱۱)...... بخارا کے آئمہ میں سے ایک امام صاحب دورانِ تدریس کئی بار اٹھے، آخر بار اٹھنے کے بارے ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس ساتھ والی گلی میں میرے استادِ محترم کا صاحبزادہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے، جب (کھیل کے دوران) صاحبزادہ صاحب کو دیکھتا ہوں تو استاد کے احترام میں کھڑا ہو جاتا ہوں۔'' (تعلیم المتعلم، ص ۳۷، مکتبۃ المدینہ)

استاد کے حقوق: اعلیحضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے استاد کے حقوق کے متعلق سوال ہوا، وہ سوال اور اس کا جواب مختصراً ملاحظہ ہو،

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاگرد کے ذمہ استاد معلم کے حقوق کس قدر ہیں اور اس کے ادا نہ ہونے میں کیا مواخذہ ہوگا اور استاد کے احکام کی نافرمانی میں شاگرد کی نسبت کیا حکم ہے اور اس مسئلہ میں کہ شاگردنات کا پردہ استاد سے بعد بلوغ ہونا چاہئے یا قبل بلوغ بھی؟ بینوا توجروا o

الجواب: عالمگیری میں وجیز امام حافظ الدین کردری سے ہے: ''عالم کا جاہل اور استاذ کا شاگرد پر ایک سا حق ہے برابر اور وہ یہ کہ (۱)...... اس سے پہلے بات نہ کرے اور (۲)...... اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت میں بھی نہ بیٹھے اور (۳)...... چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے اور (۴)...... اس کی بات کو رد نہ کرے۔ اس میں غرائب سے ہے: (۵)...... آدمی کو چاہئے کہ اپنے استاذ کے حقوقِ واجبہ کا لحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے، یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔ (۶)...... استاذ کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے،.....

،،،،،،،،(۷)......جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے،(۸)......اپنے استاذ پر کسی کو ترجیح نہ دے اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام سے رشتوں سے ایک رسی کھول دی،اور(۹)......استاذ کی تعظیم سے ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کریاھ۔(فتاوٰی ہندیہ) عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پرنور صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلّم ہے،ہاں اگر وہ کسی خلاف شرع بات کا حکم کرے ہرگز نہ مانے کہ **لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی**(اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ت)(مسند امام احمد بن حنبل) مگر اس نہ ماننے میں گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے **فان المنکر لایزال بمنکر** (گناہ کا ازالہ گناہ سے نہیں ہوتا۔ت) نافرمانی احکام کا جواب اسی تقریر سے واضح ہو گیا اس کا وہ حکم کہ خلاف شرع ہو مستثنٰی کیا جائے گا بکمال عاجزی وزاری معذرت کرے اور بچے اور(۱۰)......اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الوسع اس کی بجا آوری میں اپنی سعادت جانے اور نافرمانی کا حکم معلوم ہو چکا،اس نے اسلام کی گرہوں سے ایک گرہ کھول دی۔علما فرماتے ہیں: **جس سے اس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچی وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا** اور اگر اُس کے احکامات واجبات شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ اُن کا لزوم دوبارہ ہو گیا ان میں اس کی نافرمانی صریح راہ جہنم ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔۔ رہا پردہ اس میں استاذ وغیر استاذ، عالم وغیر عالم، پیر سب برابر ہیں۔نو برس سے کم کی لڑکی کو پردہ کی حاجت نہیں اور جب پندرہ برس کی ہو سب غیر محارم سے پردہ واجب، اور نو سے پندرہ تک اگر آثار بلوغ ظاہر ہوں تو واجب، اور نہ ظاہر ہوں تو مستحب خصوصاً بارہ برس کے بعد بہت مؤکد کہ یہ زمانہ قرب بلوغ وکمال اشتہا کا ہے۔(فتاوی رضویہ،ج۲۳،ص۶۳۱،۶۴۱،۶۴۲)

اس گئے گزرے دور میں بھی ایسے طلبہ کی کمی نہیں ہے کہ جو تہہ دل سے اپنے اساتذہ کا،،،،،،،،،،،

،،،،،،،،ادب بجالاتے ہیں اوران کی خدمت گزاری کوعین سعادت سمجھتے ہیں،راقم الحروف کے پچھلے دنوں لگاتار دوآپریشن ہوئے اور کئی دن تک اسپتال میں صاحب فراش رہنا پڑا،ایسے وقت میں دوتین طلبہ نے خوب حق ادا کیا،بندہ کی دیکھ بھال کے لیے اپنے آرام کوقربان کیا،راتوں کو جاگ کرمیری ضرورتوں کا خیال رکھا،جب میں ان کی اس محبت کو دیکھتا تو بہ چشم نم ان کے لیے دل سے دعانکلتی کہ مولا!ان کو جزاءِ خیر دے۔گذشتہ دنوں کسی معاملہ کی وجہ سے جامعہ سے تبادلہ کروانے کا سوچ لیا،اس کی خبر طلبہ کوپہنچی تو ان کی یہ حالت ہوگئی کہ جیسے ان کا کوئی عزیز انتقال کرگیا ہوحتی کہ بعض طلبہ تو رونے لگے،لیکن معاملات درست ہونے کے سبب پھر میں نے ارادہ ترک کردیا۔اس میں میرا کوئی کمال نہیں یہ تو محض ان کی محبت ہے ورنہ میں کتنے پانی میں ہوں اور میرا کیا کردار ہے اس کو میں بہ خوبی جانتا ہوں بس مولا تعالیٰ کی بارگاہ میں یہی دعا ہے کہ جس طرح دنیا میں عزت دی عیبوں پر پردہ ڈالا اسی طرح آخرت میں بھی پردہ رہے۔

کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما   تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

ایک اہم عرض: جس طرح ایک طالب علم پراپنے استاد کے حقوق لازم ہیں اسی طرح ایک استاد پر بھی اپنے طالب علم کے حقوق لازم ہیں لیکن!

آہ!آہ!آہ!آج ہرایک اپنے حق کی بات کرتا ہے استاد چاہتا ہے کہ میرا ادب کیا جائے اور طالب علم چاہتا ہے کہ مجھ پر شفقت کی جائے،اگر ہرایک یہی خواہش کرتا رہا تو معاملہ حل نہ ہوگا ضرورت اس امر کی ہے کہ استاد طالب علم پر شفقت کرتا رہے اور اس چیز کی خواہش نہ رکھے کہ طالب علم میرا ادب کریں اور طالب علم استاد کو اپنا روحانی باپ سمجھ کر اس کا خوب ادب واحترام بجالائے اور ایسے امور بجالائے جن کی وجہ سے وہ استاد کی شفقت کا مستحق بن جائے،اس معاملہ میں میرے خیال میں زیادہ ذمہ داری استاد کی بنتی ہے،کیونکہ وہ استاد ہے اس کی عقل طالب علم کے مقابلہ کامل ہے اور ہرایک طالب علم کتابِ ادب پڑھ کرآیا ہو یہ ضروری نہیں،،،،،،،،،،،،،،

....

،،،،،،،،،اس نے تو اپنے آپ کو استاد کے حوالے کر دیا اب استاد نے ہی اس کے اخلاق سنوارنے ہیں۔ایک استاد کا صرف اتنا کام نہیں کہ مقررہ وقت میں سبق پڑھا کر چلا جائے، یا اپنی توجہ کا مرکز صرف اور صرف مروجہ نصاب پر رکھے، بلکہ ایک اچھے استاد کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ وہ اپنے طلبہ کو علمی واَخلاقی لحاظ سے سنوارے ابتدائی درجات کے طلبہ اور اساتذہ کے درمیان ایک حد تک اچھے تعلقات ضرور نظر آتے ہیں لیکن انتہائی درجات کے طلبہ اور اساتذہ کے درمیان تعلقات نہ جانے کیوں کمزور ہو جاتے ہیں؟ حالانکہ اس موڑ پر ایک طالب علم کو استاد کی شفقتوں کی حاجت کچھ کم نہیں ہوتی، اپنے استاد ہی کے مشوروں سے وہ فارغ ہونے کے بعد عمدہ طریقہ پر اپنی خدمات پیش کر سکتا ہے۔

دینی اداروں میں تو اب بھی کافی حد تک استاد و شاگرد کا تقدس باقی ہے لیکن دنیوی اداروں میں اس تقدس کو ڈھونڈنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ دنیوی اداروں میں اس تقدس کے فقدان کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ طلبہ کا مقصود علم نہیں بلکہ اعلیٰ ڈگری، انسانیت کی خدمت نہیں بلکہ اعلیٰ منصب و مرتبہ، معاشرے کی تعمیر نہیں بلکہ روپے پیسے کا حصول ہے۔اور اساتذہ کا مقصود علم کی خدمت نہیں بلکہ اس علم کے ذریعے پیسے کا حصول ہے یہی وجہ ہے کہ دنیوی اداروں میں ''ٹیوشن سسٹم'' اور ''اکیڈمی سسٹم'' کو بڑی پذیرائی حاصل ہے، (جبکہ دینی اداروں میں اس سسٹم کا تصور تک نہیں ہے۔) اور ''ٹیوشن سنٹر'' و ''اکیڈمیز'' آپ کو بارونق نظر آئیں گی، اسی لیے معلم و متعلم میں استاد و شاگرد کا نہیں بلکہ بائع و مشتری کا تعلق نظر آتا ہے۔

،،،،،،،،اور اس سے سوال کیا جائے تو بخل نہ کرے۔(۵۷)

(57)......علم چھپانے کی وعیدات: اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (پ:۵،النساء:۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کے لیے کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اُسے چھپائیں اور کافروں کے لیے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

شانِ نزول: یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جو سیّدِ عالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی صفت بیان کرنے میں بخل کرتے اور چھپاتے تھے۔ مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ علم کو چھپانا مذموم ہے۔

آگ کی لگام: رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''من سئل عن علم فکتمہ جیئ بہ یوم القیامۃ و قد ألجم بلجام من نار یعنی: جس سے علم کی بات پوچھی گئی اور اس نے اسے چھپایا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائے گا۔'' (المستدرک، کتاب العلم، باب من سئل عن علم ۔۔۔۔الخ، رقم:۳۴۴، ج۱، ص۱۸۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

علم چھپانے کی مختلف صورتیں: شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر مکی ہیتمی شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''بہت سے متاخرین علماکرام رحمۃ اللہ تعالی علیہم نے اس (علم چھپانے) کے کبیرہ گناہ ہونے کی صراحت کی ہے اس لیے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا شاید کہ ان کے پیش نظر بھی بیان کردہ سخت وعید پر مبنی روایات ہی ہیں حالانکہ یہ وعید مطلق نہیں کیونکہ کبھی علم چھپانا واجب ہوتا ہے، کبھی اس کا اظہار واجب ہوتا ہے اور کبھی مستحب، مثلاً طالب علم کی عقل جس بات کی متحمل نہ ہو اور کسی عالم کو اس بات کا خوف ہو کہ اگر اسے یہ بات بتائی گئی تو یہ فتنہ میں مبتلا ہو جائے گا تو ایسی صورت میں علم چھپانا واجب ہے اور بصورت دیگر یعنی ،،،،،،،،،،

.......اس کے علاوہ دوسرے افراد ہوں تو اب اگر وہ بات فرضِ عین ہو یا اس کے حکم کا تعلق ان سے ہو تو اس کو ظاہر کرنا واجب ہے وگرنہ اس کا اظہار مستحب ہے جب تک کہ اس کا حصول کسی ناجائز ذریعہ سے نہ ہو۔ **حاصل کلام یہ ہے کہ** علم سکھانا چونکہ علم کا وسیلہ ہے پس واجب کے معاملہ میں علم کا اِظہار واجب، فرضِ عین کے معاملہ میں فرضِ عین، فرضِ کفایہ کا علم سکھانا فرضِ کفایہ، مستحب کا علم سکھانا مستحب ہے جیسے عروض وغیرہ کا علم اور اسی طرح حرام چیز کا علم سکھانا بھی حرام ہے جیسے جادو اور شعبدہ بازی وغیرہ

بعض مفسرینِ کرام رحمۃاللہ تعالی علیہم ارشادفرماتے ہیں: ''اہلِ حق سے مناظرہ کرنے کے لیے بدعتی کو مناظرہ یا دلائل سکھانا جائز نہیں، نہ ہی فریقین میں سے ایک کو دوسرے کا مال دبا لینے کے لیے حیلہ سکھانا جائز ہے اور اسی طرح جاہلوں کو گناہوں کے ارتکاب اور واجبات چھوڑنے کے طریقوں میں رخصتیں بیان کرنا بھی جائز نہیں۔ (الزواجر مترجم، ص ۳۰۸۔۳۰۹، مکتبۃ المدینہ)

نااہلوں کو حکمت سکھا کر ظلم نہ کرو: نبی کریم صلّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلّم نے ارشادفرمایا: ''**لا تمنعوا الحکمۃ اھلھا فتظلموھم ولا تضعوھا فی غیر اھلھا فتظلموھا** ۔یعنی: حق داروں سے علم روک کر ان پر ظلم نہ کرو اور نااہلوں کو حکمت سکھا کر ان پر ظلم نہ کرو۔''

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، البقرۃ: ۱۵۹، ج ۲، ص ۱۸۵، دار عالم الکتب ریاض)

خنزیر کے گلے میں جواہرات: سرکارِ دوعالم صلّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلّم نے ارشادفرمایا: ''**واضع العلم عند غیر اھلہ کمقلد الخنازیر الجوھر واللؤلؤ والذھب** ۔یعنی: نااہل کو علم سکھانے والا خنزیر کے گلے میں جواہرات، موتیوں اور سونے کا ہار پہنانے والے کی طرح ہے۔''

(سنن ابن ماجہ، ابواب السنۃ، باب فضل العلماء ۔۔۔۔۔ الخ، رقم: ۲۲۴، ج ۱، ص ۸۱، دار الفکر بیروت) (الزواجر، مترجم، ج ۱، ص ۳۰۸۔۳۰۹، مکتبۃ المدینہ)

صدرالشریعہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''کتمانِ علم (علم چھپانا) حرام ہے۔''

(بہار شریعت، جلد ۲، حصہ ۱۲، ص ۹۱۰، مکتبۃ المدینہ)

ان صفات کا حامل شخص قاصدین کے لیے شِفا...... ہدایت کے طلبگاروں کے لیے مددگار ...... صدیقین کے لیے سچائی کا دوست...... خائفین کے لیے پر امن پناہ گاہ...... نیکوکار...... اپنے حق کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضامندی کے قریب رہنے والا...... اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق میں اپنے خواہشات میں سے دور رہنے والا ہوگا۔ (جس میں مذکورہ صفات موجود ہوں تو) اس کی نیت اس کے عمل سے افضل ہوگی (۵۸)...... اس کا عمل اس کے قول سے زیادہ مؤثر ہوگا...... سچائی اس کا ٹھکانا ہوگا...... اس کی پناہ گاہ حیاء...... اس کا علم پرہیزگاری اور تقوی اس کی پہچان ہوگی۔ وہ نورانی بصیرت سے ملاحظہ کرے گا...... حقائقِ علم سے بولے گا ...... اور یقینی دلائل کو تعبیر کرے گا۔ لیکن مذکورہ اوصاف وفضائل محض اس شخص کو حاصل ہونگے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر اپنے نفس سے جہاد کرے...... ہمیشہ اطاعت گزار رہے...... اس کی نیت درست رہے...... خلوت وجلوت میں خوفِ خدا رکھے...... امیدوں کو کم کرے...... رب تعالی کی ناراضی سے بچنے کے لیے خود کو تیار رکھے...... نجات کی بادِ صبا کے ساتھ مناجات کے سمندر میں ڈوب جائے...... تو اس کے اوقات غنیمت ہونگے ...... اس کے احوال سلامت رہیں گے ...... دنیا کی رنگینیوں کے سبب وہ دھوکہ میں مبتلا نہیں ہوگا...... اور نہ ہی بادِ نسیم کے سراب کی چمک اس کو قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے غافل کرے گی۔

---

(58)...... نبی کریم صلَّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نیۃ المؤمن خیر من عملہ○ یعنی: مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔'' (کنز العمال فی سنن الاقوال،الکتاب الثالث فی الاخلاق،الباب الاول، الفصل الثانی رقم:۷۲۳۶، ج۳،ص۴۱۹ مؤسسۃ الرسالۃ)

(اے طالب ہدایت!) یہ بات ذہن نشین کرلو کہ عقل مند شخص کا علم جب نافع ہو اور اس کا یقین مضبوط ہو تو اس کو اس بات کا یقینِ کامل حاصل ہوجاتا ہے کہ اسے رب تعالیٰ کے عذاب سے محض سچائی ہی نجات دلا سکتی ہے،،،،، لہٰذا وہ اس کی طلب وجستجو میں رہتا اور اہلِ صدق کے اَخلاق کی تحقیق کرتا ہے تاکہ وہ مرنے سے قبل زندہ ہوجائے اور وفات کے بعد دائمی گھر کے لیے تیار رہے۔ پس وہ اپنی جان ومال کو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بیچ دیتا ہے کیونکہ اس نے رب عَزَّوَجَلَّ کا یہ ارشاد سن رکھا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَ اَمْوٰلَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ (پ:۱۱، توبہ:۱۱۱)

ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔(۵۹)

---

(59)......مذکورہ آیت کے تحت صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ''راہِ خدا میں جان و مال خرچ کر کے جنّت پانے والے ایمان داروں کی ایک تمثیل ہے جس سے کمال لطف وکرم کا اظہار ہوتا ہے کہ پروردگارِ عالَم نے انہیں جنّت عطا فرمانا، ان کے جان ومال کا عوض قرار دیا اور اپنے آپ کو خریدار فرمایا، یہ کمال عزّت افزائی ہے کہ وہ ہمارا خریدار بنے اور ہم سے خریدے کس چیز کو؟ جو نہ ہماری بنائی ہوئی نہ ہماری پیدا کی ہوئی، جان ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی، مال ہے تو اس کا عطا فرمایا ہوا۔ **شانِ نُزول:** جب انصار نے رسول کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم سے شبِ عُقبہ بیعت کی تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم) اپنے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) کے لیے اور اپنے لیے کچھ شرط فرما لیجئے جو آپ چاہیں۔ فرمایا: میں اپنے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) کے لیے تو یہ شرط کرتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے لیے یہ کہ جن چیزوں سے تم اپنے جان ومال کو بچاتے اور محفوظ رکھتے ہو اس کو میرے لیے بھی گوارا نہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا ملے گا، فرمایا جنّت۔'' (خزائن العرفان، پ:۱۱، توبہ:۱۱۱)

پس ان کو جہالت کے بعد علم، فقر کے بعد غنیٰ ......وحشت کے بعد انسیت......دوری کے بعد قربت اور تھکاوٹ کے بعد راحت نصیب ہوتی ہے۔اس کے معاملات وارادے جمع ہوجاتے ہیں......تقویٰ اس کا شعار اور مراقبہ اس کا حال بن جاتا ہے۔کیا تو نے رسولِ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کا یہ فرمان نہیں سنا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے (تو کیا ہوا) وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔''(۶۰)

---

(60)......یہ روایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ایک حدیث کا جز ہے،اس کو امام مسلم وامام بخاری رحمۃاللہ تعالیٰ علیہما۔نے روایت کیا ہے۔مکمل حدیث ملاحظہ ہو، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:''فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک صاحب ہمارے سامنے نمودار ہوئے، جن کے کپڑے بہت سفید اور بال خوب کالے تھے ان پر آثار سفر ظاہر نہ تھے اور ہم میں سے کوئی اُنہیں پہچانتا بھی نہ تھا یہاں تک کہ حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کے پاس بیٹھے اور اپنے گھٹنے حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کے گھٹنوں شریف سے مس کر دیئے اور اپنے ہاتھ اپنے زانوں پر رکھے اور عرض کیا، اے محمد! (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم) مجھے اسلام کے متعلق بتائیے۔فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو، زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، کعبہ کا حج کرو اگر وہاں تک پہنچنے کی طاقت ہو۔عرض کیا: سچ فرمایا۔ہم کو اُن پر تعجب ہوا کہ حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم سے پوچھتے بھی ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں۔عرض کیا: مجھے ایمان کے متعلق بتائیے۔فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخری دن کو مانو اور اچھی بری تقدیر کو مانو۔عرض کیا: آپ سچے ہیں۔عرض کیا:..............

،،،،،،،، مجھے احسان کے متعلق بتائیے، فرمایا: اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت ایسے کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ نہ ہو سکے تو خیال کرو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

عرض کیا: قیامت کی خبر دیجئے۔ فرمایا: جس سے پوچھ رہے ہو وہ قیامت کے بارے میں سائل سے زیادہ خبردار نہیں۔ عرض کیا: قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتا دیجئے۔ فرمایا: لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور ننگے پاؤں، ننگے بدن والے فقیروں، بکریوں کے چرواہوں کو محلوں میں فخر کرتے دیکھو گے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: پھر سائل چلے گئے میں کچھ دیر ٹھہرا حضور صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلّم نے مجھے فرمایا: اے عمر (رضی اللہ تعالی عنہ)! جانتے ہو یہ سائل کون ہے؟ میں نے عرض کیا: اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور رسول صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلّم جانیں۔ فرمایا: یہ حضرت جبریل (علیہ الصلوۃ والسلام) تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔"

(صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب الایمان والاسلام، ج ۱، ص ۳٦، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن حدیث کے الفاظ "اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت ایسے کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو" کے تحت فرماتے ہیں: "کہ اگر تو خدا کو دیکھتا تو تیرے دل میں کس درجہ اس کا خوف ہوتا اور کس طرح تو سنبھل کر عمل کرتا، ایسے ہی خوف کے ساتھ دل لگا کر درست عمل کر۔"

اور حدیث کے الفاظ "اگر یہ نہ ہو سکے تو خیال کرو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔" کے تحت فرماتے ہیں: "یوں تو ہر وقت ہی سمجھو کہ رب تمہیں دیکھ رہا ہے مگر عبادت کی حالت میں تو خاص طور پر خیال رکھو، تو اِنْ شَآءَ اللّٰہ عبادت آسان ہوگی، دل میں حضور اور عاجزی پیدا ہوگی، آنکھوں میں آنسو آئیں گے اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہم سب کو اخلاص نصیب کرے۔"

(مراٰۃ المناجیح، کتاب الایمان، باب الایمان والاسلام، ج ۱، ص ٤٤ قادری پبلی کیشنز لاھور)

(اے طالب ہدایت!) جاہل آدمی اپنے گمان کے مطابق خاموش رہنے والے شخص میں عیب سمجھتا ہے حالانکہ کسی حکمت کی وجہ سے وہ خاموش رہتا ہے اور احمق اس شخص کو بولنے کے وقت بے ہودہ بکنے والا گمان کرتا ہے، حالانکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم پر بولتا ہے۔(۶۱)

خاموشی کے فضائل

(61)......سرکارِ دوعالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مَن صَمَتَ نَجَا یعنی: جو خاموش رہا نجات پا گیا۔'' (السنن للترمذی، کتاب الصفة القیامة، رقم:۲۵۰۱، ج۴، ص۶۶۰، داراحیاء التراث العربی بیروت)

مذکورہ حدیث کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''(اس فرمان کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا کہ) جس نے خاموشی اختیار کی وہ دونوں جہاں کی بلاؤں سے محفوظ رہا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''کلام چار قسم کے ہیں، (۱) خالص نقصان دہ، (۲) خالص مُفید، (۳) نقصان دہ بھی اور مُفید بھی، (۴) نہ نقصان دہ اور نہ مُفید۔ خالص نقصان دہ سے ہمیشہ پرہیز ضروری ہے، خالص مفید کلام ضرور کرے، جو کلام نقصان دہ بھی ہو اور مُفید بھی اس کے بولنے میں احتیاط کرے بہتر ہے کہ نہ بولے اور چوتھی قسم کے کلام میں وقت ضائع کرنا ہے، ان کلاموں میں امتیاز کرنا مشکل ہے لہٰذا خاموشی بہتر ہے۔'' (مراۃ المناجیح، کتاب الاداب، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، ج۱، ص۳۲۰، قادری پبلی کیشنز لاھور)

نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرا أو لیصمت یعنی: جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔'' (السنن للترمذی، کتاب الصفة القیامة، رقم:۲۵۰۰، ج۴، ص۶۵۹، داراحیاء التراث العربی بیروت)

رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''إملاء الخیر خیر من السکوت، والسکوت خیر من إملاء الشر بھلائی کا سکھانا خاموشی سے بہتر ہے اور برائی کی تعلیم سے خاموشی بہتر ہے۔'' (شعب الایمان، رقم:۴۵۷۴، ج۷، ص۹، مکتبۃ الرشد ریاض)

..........احمق شخص اس کو بے نیاز گمان کرتا ہے حالانکہ پرہیزگاری نے اسے بے نیاز کردیا ہوتا ہے......اور احمق اس کو محتاج گمان کرتا ہے حالانکہ تواضع نے اس کو جھکا دیا ہوتا ہے......جس چیز سے اس کو کوئی مطلب نہیں ہوتا اس کے درپے نہیں ہوتا...... بقدرِ کفایت سے زیادہ کے حصول کے لیے تکلف نہیں کرتا......جس شے کی اسے حاجت نہ ہو اس کو نہیں لیتا......جس کام کی حفاظت اس کے ذمہ لگائی گئی ہوگی اس کی حفاظت کرے گا......لوگ اس کی طرف سے راحت میں ہوں گے لیکن وہ خود اپنے نفس کی طرف سے تنگی میں ہوگا...... پرہیزگاری کے ذریعے حرص......تقوی کے ذریعے طمع اور نورِ علم کے ذریعے شہوات کو مٹا دے گا۔

پس (اے طالبِ ہدایت!) تو بھی اس کی مثل ہو جا اور اس کی مثل لوگوں کی صحبت اختیار کر، ان کے نقشِ قدم پر چل......ان کے اَخلاق کے ذریعے اپنے اَخلاق کو سنوار لے، یہی لوگ ایسا خزانہ ہیں کہ جن میں خیر ہی خیر ہے ان کی صحبت کو دنیا کے بدلے میں بیچنے والا دھوکے میں مبتلا ہوگا۔ یہ لوگ آزمائش کے لیے تیار رہتے ہیں......اور پرہیزگاری ان کے رفقا میں سے ہوتی ہے......اگر تو محتاج ہوگا تو یہ لوگ تیری حاجت کو پورا کریں گے......اگر اپنے رب سے دعا کریں گے تو تمہیں نہ بھولیں گے۔

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔

ترجمہ کنزالایمان: یہ اللّٰہ کی جماعت ہے، سنتا ہے اللّٰہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔(۶۲) (پ۲۸، المجادلۃ:۲۲)

---

(62)......مذکورہ آیت کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام اللّٰہ عزوجل کی جماعت ہیں اور تاقیامت جو ان کے ساتھ ہو وہ اللّٰہ عزوجل کی جماعت ہے جو ان سے علیحدہ ہو وہ شیطانی جماعت میں داخل ہے۔''

(نور العرفان، پ۲۸، المجادلۃ:۲۲، ص۸۷۹، پیر بھائی کمپنی)

(اے طالب ہدایت!) اللہ عَزَّوَجَلَّ عقل وفہم سے تیرے اور میرے سینہ کو کشادہ فرمائے ......علم سے تمہارے اور میرے دل کو منور فرمائے......یقین میں میرے اور تمہارے ارادے کو جمع فرمائے۔ بے شک میں نے یہ بات قطعی طور پر پائی ہے کہ دل میں داخل ہونے والی ہر آزمائش فضولیات کی وجہ سے ہوتی ہے......اور اس کی اصل یہ ہے کہ جہالت کی وجہ سے آدمی دنیا میں مستغرق ہو جائے اور جاننے کے باوجود حشر و نشر کو بھول جائے اس سے نجات کا طریقہ یہ ہے کہ پرہیز گاری کے مقامات پر مجہول ومشتبہ شے کو چھوڑ دیا جائے......اور یقین کے مقامات پر چیز کو حاصل کر لیا جائے۔

(اے طالب ہدایت!) یہ بات جان لو کہ میں نے فسادِ قلب کو فسادِ دین میں پایا ہے کیا تو نے رسولِ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کا یہ فرمان نہیں سنا: ''جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست ہو جائے تو تمام جسم درست رہے گا اور جب اس میں فساد آجائے تو تمام جسم میں فساد آجائے گا، خبردار! وہ (گوشت کا لوتھڑا) دل ہے۔''(۶۳) مذکورہ حدیث میں جسم سے مراد دین ہے کیونکہ دین ہی کی وجہ سے اعضا کی درستی اور فساد ہوتا ہے۔

---

(63)......امام بخاری رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے یہ روایت حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔'' (صحیح البخاری، کتاب الایمان،باب فضل من استبرأ لدینہ،رقم:۵۲،ج۱،ص۲۸ مدار ابن کثیر)

مذکورہ روایت کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''یعنی دل بادشاہ ہے جسم اس کی رعایا ہے جیسے بادشاہ کے درست ہو جانے سے تمام ملک ٹھیک ہو جاتا ہے ایسے ہی دل کے سنبھل جانے سے تمام جسم ٹھیک ہو جاتا ہے۔ دل ارادہ کرتا ہے جسم اس پر عمل کی کوشش کرتا ہے، اس لیے صوفیہ کرام دل کی اِصلاح پر بہت زور دیتے ہیں۔ صوفیہ فرماتے ہیں: دل کو اپنی منزلوں میں رکھو اس کی منزلیں فرض، واجب، سنت، مستحب، آداب، مباح ہیں ان حدود میں رہا تو خیر ہے، اگلی منزلیں خطرناک ہیں ادھر نہ جانے دو، اگلی منزلیں مکروہ تنزیہی......

،،،،،،،،،،،،،،،،،(اے طالب ہدایت!) فسادِ قلب کی اصل میرے نزدیک نفس کے محاسبہ کو ترک کردینا اور لمبی امیدوں کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا ہونا ہے۔ پس جب تو اپنے قلب (دل) کی اصلاح کا ارادہ کرلے تو ہر ارادے کے وقت اس کے بارے میں تھوڑا غور وفکر کر جو چیز رب تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو اس کو لے لو اور جو شے غیرِ خدا کے لیے ہو اس کو ترک کردو اور کثرت کے ساتھ موت کو یاد کرتے ہوئے اپنی آرزؤوں کو کم کرو۔

(امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:) کان، آنکھ، زبان، غذا، لباس اور مَسْکَن پر دل کی طرف سے جو فضولیات وارد ہوتی ہیں ان کی اصل میں نے ان چیزوں کو پایا ہے:

(۱)......فضول بولنا آدمی کو غفلت اور سہو کی طرف لے جاتا ہے۔

(۲)......فضول دیکھنا آدمی کو غفلت کی طرف لے جاتا ہے۔

(۳)......فضول بولنا آدمی کو بہ تکلف فصیح بننے کی طرف لے جاتا ہے۔

(۴)......فضول کھانا آدمی کو حرص اور رغبتِ طعام کی طرف لے جاتا ہے۔

(۵)......فضول لباس آدمی کو فخر اور تکبر کی طرف لے جاتا ہے۔

(۶)......اور فضول مَسْکَن آدمی کو فخر اور اسراف کی طرف لے جاتا ہے۔

(اے طالب ہدایت!) یہ بات تجھے معلوم ہونی چاہیے کہ اعضا کی حفاظت فرض ہے اور فضولیات کو ترک کردینا فضیلت ہے اور اس سے قبل توبہ فرض ہے کیونکہ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرض فرمایا ہے،

،،،،،،،،مکروہ تحریمی، حرام وکفر ہیں۔ مکروہ تنزیہی سے بچاؤ تا کہ آگے بڑھنے کی ہمت نہ کرے۔"

(مرآۃ المناجیح، کتاب البیوع، باب الکسب، ج ٤، ص ٢٥٢ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (التحریم:۸) ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اللّٰہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔

توبہ نصوح یہ ہے کہ جس گناہ سے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر لی اس کو دوبارہ نہ کرے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "مرنے سے قبل اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کر لو اور مشغولیت سے قبل نیک اعمال کے ذریعے اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کر لو۔" (۶۴)

(اے طالبِ ہدایت!) چار چیزوں کے بغیر توبہ درست نہیں ہو سکتی،

(۱)......گناہوں پر اصرار نہ کرنا۔

(۲)......نادم ہو کر مغفرت طلب کرنا۔

(۳)......حقوق ان کے مستحقین کے حوالے کرنا۔

(۴)......ساتوں حواس کی حفاظت کرنا یعنی سننا، دیکھنا، بولنا، سونگھنا، چھونا، چلنا اور دل جو کہ تمام اعضا کا امیر ہے اسی کی وجہ سے جسم کی اصلاح وفساد ہے۔

---

(64)......اس روایت کو امام ابن ماجہ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔

(السنن لابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب فی فرض الجمعۃ، رقم:۱۰۸۱، ج۱، ص۳۴۳، دارالفکر بیروت)

بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر عضو پر اوامر ونواہی مقرر فرمائے ہیں جو کہ اس کی طرف سے بندۂ مومن پر لازم ہیں اور اوامر ونواہی کے درمیان ایسی وسعت واباحت کو رکھا ہے کہ جس کو چھوڑ دینا بندے کے لیے افضل ہے۔

دل پر لازم کیا ہوا عمل

قلب (دل) پر لازم کیا ہوا عمل یہ ہے کہ ایمان وتوبہ کے بعد ہر عمل خالصۃً اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے کیا جائے شبہہ کے وقت حسنِ ظن کا اعتقاد رکھا جائے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وعدہ پر یقینِ کامل رکھا جائے، اس کے عذاب کا خوف اور اس کے فضل کی امید رکھی جائے۔ قلب کے معنی کے بارے میں کئی احادیث مروی ہیں ان میں سے چند ملاحظہ ہوں، چنانچہ رسولِ محتشم شفیعِ امم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک بعض مومنوں کے لیے میرا دل نرم پڑ جاتا ہے۔''(۶۵) اور ارشاد فرمایا: ''بے شک حق اس حال میں آتا ہے کہ اس پر ایک نور ہوتا ہے پس تم پر قلوب (دلوں) کے بھیدوں کو جاننا لازم وضروری ہے۔''

حضرت سیّدنا ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''قلوب (دلوں) میں شہوت اور پیش قدمی کرنا ہے اسی طرح ان میں سستی کرنا اور پیٹھ پھیرنا بھی ہے پس تم شہوت و پیش قدمی کے وقت قلوب (دلوں) کی حفاظت کرو اور سستی و پیٹھ پھیرنے کے وقت ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو۔''

---

(65)......مجمع الزوائد، کتاب الزہد، باب فیمن تلین لہم القلوب، الحدیث: ۱۷۹۹۳، ج۱۰، ص۴۸۷، دارالفکر بیروت۔ کنز العمال، حرف الہمزہ، الکتاب الاول فی الایمان،، الباب الاول، الفصل السابع، رقم: ۶۷۰، ج۳، ص۵۱۴، مؤسسۃ الرسالۃ۔ الفردوس بماثور الخطاب، ج۵، ص۳۵۴، دارالکتب العلمیہ بیروت۔

حضرت سیدنا ابنِ مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''دل آئینہ کی مثل ہے کہ آئینہ زیادہ دیر تک ہاتھ میں رہے تو اس کو زنگ لگ جاتا ہے اور دل چوپائے کی مثل ہے کہ اس کا مالک اگر اس سے غافل ہو جائے تو جانور کمزور پڑ جاتا ہے۔''

بعض حکما کا قول ہے: ''قلب اس گھر کی طرح ہے کہ جس کے چھ دروازے ہوں پھر تجھ سے کہا جائے کہ ہوشیاری سے کام لینا کہیں ان دروازوں میں سے کوئی شے گھر میں داخل ہو کر اس کو تباہ و برباد نہ کر دے۔''

زبان پر لازم کیا ہوا عمل

زبان پر لازم کیا ہوا عمل یہ ہے کہ خوشی و ناراضی میں سچ بولے...... خلوت و جلوت میں کسی کو تکلیف نہ دے، اور خیر و شر میں لوگوں کے لیے زینت اختیار نہ کرے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان جنت نشان ہے: ''جو شخص مجھے دونوں جبڑوں والی چیز (زبان) اور دونوں پاؤں کے درمیان والی چیز (شرم گاہ) کی ضمانت دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''(٦٦)

---

(66)...... صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، رقم: ٦١٠٩، ج ٥، ص ٢٤٧، دار ابن کثیر۔

مذکورہ حدیث کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''دو جبڑوں کے درمیان کی چیز زبان و تالو وغیرہ ہے اور اور دو پاؤں کے بیچ کی چیز شرمگاہ ہے، یعنی زبان کو جھوٹ، غیبت ناجائز باتیں کرنے سے بچائے، اپنے منہ کو حرام غذا سے محفوظ رکھے، اپنی شرمگاہ کو زنا کے قریب نہ جانے دے۔ ظاہر بات ہے کہ ایسا مسلمان مومن متقی ہوگا، خیال رہے کہ تقریبا اسی فیصد گناہ زبان سے ہوتے ہیں جو اپنی زبان کو بند کرے وہ تو چوری، ڈکیتی، قتل بھی نہیں کرتا۔ انسان جرم جب ہی کرتا ہے جبکہ جھوٹ بولنے پر آمادہ ہو جائے کہ اگر میں پکڑ گیا تو انکار کر دوں گا، جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ خیال رہے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی یہ ضمانت تاقیامت انسانوں کے لیے ہے اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم)''''''''''''''''''''

حضرت سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں کو جہنم میں منہ کے بل ان کی زبان کی کاٹ (فحش وبدکلامی) گرائے گی۔''(۶۷)

حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں فضول کلام کرنے سے ڈراتا ہوں تم میں سے ہر ایک کو اتنا ہی کلام کافی ہے کہ جو اس کی حاجت کو پورا کرے (۶۸) کیونکہ آدمی سے جس طرح فضول مال کے متعلق پوچھا جائے گا اسی طرح اس سے فضول کلام کے بارے میں پوچھا جائے گا۔'' اور رسول اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر ایک کے کلام کو جانتا ہے جو شخص اپنے قول کو جانتا ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا رہتا ہے۔''(۶۹)

''................ کی ضمانت خدا تعالیٰ کی ضمانت ہے۔''

(مرآۃ المناجیح، کتاب الادب، باب حفظ اللسان، الفصل الاول، ج ۶، ص ۳۰۹، قادری پبلشرز لاہور)

(67)......ترمذی، کتاب الایمان، باب حرمۃ الصلاۃ، رقم: ۲۶۲۶، ج ۵، ص ۱۱، دار احیاء التراث العربی بیروت۔

مذکورہ حدیث کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''کیونکہ ہاتھ پاؤں سے اکثر گناہ ہی ہوتے ہیں، مگر زبان سے کفر، شرک، غیبت، چغلی، بہتان سب کچھ ہوتے ہیں جو دوزخ میں ذلت خواری کے ساتھ پھینکے جانے کا ذریعہ ہیں۔''

(مرآۃ المناجیح، کتاب الایمان، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۶۵، قادری پبلشرز لاہور)

(68)......کتاب الصمت لابن ابی الدنیا، باب النھی عن فضول الکلام، رقم: ۷۷، ج، ص ۸۰، دار الکتاب العربی۔

(69)......حلیۃ الاولیاء، وہیب بن الورد، ج ۸، ص ۱۶۰، دار الکتاب العربی بیروت۔

....

زبان کی آفات:

(۱)......کفریہ کلمات کا صادر ہو جانا۔(۲)......جھوٹ بولنا۔(۳)......جھوٹی گواہی دینا۔(۴)......جھوٹے خواب گھڑ کر سنانا۔(۵)......چغلی کرنا۔(۶)......غیبت کرنا۔(۷)......بہتان لگانا۔(۸)......کسی پر لعنت ملامت کرنا۔(۹)......گالیاں دینا۔(۱۰)......فحش کلامی کرنا۔(۱۱)......طعنہ زنی کرنا،(۱۲)......تقدیر کے متعلق بحث کرنا۔(۱۳)......بغیر علم کے فتویٰ دینا۔(۱۴)......مسجد میں دنیا کی باتیں۔(۱۵)......گانے گانا۔(۱۶)......نوحہ کرنا۔(۱۷)......مسلمانوں کے راز فاش کرنا۔(۱۸)......بلاحاجت سوال کرنا۔(۱۹)......دورخی اختیار کرنا (دودشمنوں کے درمیان لگائی بجھائی کرنا)۔(۲۰)......ناجائز سفارش کرنا۔(۲۱)......برائیوں کی ترغیب دینا۔(۲۲)......سخت کلامی۔(۲۳)......خطبہ کے دوران بولنا۔(۲۴)......تلاوتِ قرآن سنتے وقت بولنا۔(۲۵)......قضائے حاجت کے وقت باتیں کرنا۔(۲۶)......لوگوں کے برے نام پکارنا۔(۲۷)......کھانے میں عیب نکالنا۔(۲۸)......بلاوجہ مسلمان کو ڈرانا دھمکانا۔(۲۹)......اجنبی عورت سے گفتگو کرنا۔(۳۰)......تیسرے شخص کی موجودگی میں ایک کا دوسرے کے کان میں باتیں کرنا۔(۳۱)......گناہ کی دعوت واجازت دینا۔(۳۲)......مسلمان کا مذاق اڑانا۔(۳۳)......عورت کا بلاوجہ طلاق مانگنا۔(۳۴)......تین اکٹھی طلاقیں دینا۔(۳۵)......شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانا۔(۳۶)......اپنی عبادات کا(بغیر کسی اچھی نیت کے) اظہار کرنا۔(۳۷)......جھوٹا وعدہ کرنا۔(۳۸)......احسان جتلانا۔(۳۹)......نجومی سے فال پوچھنا۔

زبان کے فوائد

(۱)......تلاوتِ قرآن کرنا۔(۲)......ذکر اللہ کرنا۔(۳)......درود پاک پڑھنا۔(۴)......نعت شریف پڑھنا۔(۵)......علمِ دین سکھانا۔(۶)......صالحین کا ذکر خیر کرنا۔(۷)......نیکی کی دعوت دینا۔(۸)......مختلف کاموں کی دعائیں پڑھنا۔......................

..........(۹)......نعمتوں کا شکر ادا کرنا۔(۱۰)......مسلمانوں کے درمیان صلح کروانا۔(۱۱)......
مسلمانوں کی غم خواری کرنا۔(۱۲)......مسلمانوں کی تعزیت کرنا۔(۱۳)......سچ بولنا۔
(۱۴)......سچی گواہی دینا۔(۱۵)......جائز سفارش کرنا۔(۱۶)......اذان واقامت کا جواب دینا۔
(۱۷)......دعا مانگنا۔(۱۸)......نرم گفتگو کرنا۔(۱۹)......چھینک کا جواب دینا۔(۲۰)......سلام
کرنا جواب دینا۔(ماخوذ از جنت کی دو چابیاں، ص ۳۷۔۱۰۹۔ملخصاً، مکتبۃ المدینہ)

بصر (دیکھنے) پر لازم کیا ہوا عمل

بصر پر لازم کیا ہوا عمل یہ ہے کہ آدمی حرام کردہ اشیاء سے اپنی نظر کی حفاظت کرے جو شے اس سے مخفی ہو اس کو جاننے کی کوشش ترک کردے۔ {نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے تو جس نے خوفِ خدا کی وجہ بدنگاہی کو ترک کردیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کو ایسا ایمان عطا فرمائے گا کہ جس کی حلاوت اپنے دل میں محسوس کرے گا۔"}(۷۰)

(70)......بریکٹوں میں موجود عبارت ایک حدیث کا مضمون ہے، جسے امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔" (المستدرک للحاکم، رقم: ۷۸۷۵، ج ٤، ص ۳٤۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

آنکھ کا زنا: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "زنا العین النظر ○ آنکھوں کا زِنا بد نگاہی ہے۔(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ دینہ، رقم: ۵۲، ج ۱، ص ۲۸، دار ابن کثیر)

بدنگاہی کا وبال: ایک مؤذن جس نے چالیس سال تک منارے پر چڑھ کر اذان دی، ایک دن اذان دینے کے لیے منارے پر چڑھا، اذان دیتے ہوئے جب "حَیَّ عَلَی الْفَلَاح" پر پہنچا تو اس کی نظر ایک نصرانی عورت پر پڑی، اس کی عقل اور دل جواب دے گئے۔ اذان چھوڑ کر نصرانی عورت کے پاس جا پہنچا اور اسے نکاح کا پیغام دیا تو وہ کہنے لگی: میرا مہر تجھ پر بھاری ہوگا۔ اس نے کہا: تیرا مہر کیا ہے؟ نصرانی عورت نے کہا: دین اسلام کو چھوڑ کر میرے مذہب میں ''''''''

حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنی آنکھ کو نظر حرام سے بچائے رکھا اللہ عَزَّوَجَلَّ حوروں میں سے اس کی من پسند حور سے اس کا نکاح فرمادے گا اور جو لوگوں کے گھروں میں جھانکتا رہا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بروز قیامت اندھا اٹھائے گا۔

حضرت سیدنا داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک ایسے شخص کو کہ جو کسی کے گھر میں جھانک رہا تھا ارشاد فرمایا: ''اے شخص اپنی نظر کو واپس پھیر لو بے شک مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آدمی سے جس طرح فضول عمل کے متعلق پوچھ گچھ کی جائے گی اسی طرح اس سے فضول نظر کے متعلق بھی پوچھا جائے گا۔''

حدیث شریف میں ہے: ''(نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت علی کَرَّمَ اللہ تعالیٰ وَجْهَهُ الْكَرِيم سے فرمایا) پہلی نگاہ معاف ہے اور دوسری نگاہ پر مؤاخذہ ہے۔''(۷۱) لہٰذا آدمی کی جو نظر اچانک پڑ جائے وہ معاف ہے اور اگر یہ جاننے کے باوجود کہ وہ دیکھنا حرام ہے اپنی نظر نہ ہٹائے تو اس میں اس کا مؤاخذہ ہوگا۔

،،،،،،،داخل ہوجا۔ تو مؤذن نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا انکار کر کے اس عورت کا مذہب اختیار کرلیا۔ نصرانی عورت نے اسے کہا: میرا باپ گھر کے سب سے نچلے کمرے میں ہے، تم اس سے نکاح کی بات کرو۔ جب وہ اترنے لگا تو اس کا پاؤں پھسل گیا جس کی وجہ سے وہ کفر کی حالت میں گر کر مر گیا اور اپنی شہوت بھی پوری نہ کرسکا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ سُوْءِ الْخَاتِمَةِ یعنی ہم برے خاتمے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔'' (روض الفائق، مترجم، ص ۴۲ مکتبۃ المدینہ)

(71)......ترمذی، کتاب الادب، باب نظرۃ المفاجاۃ، رقم: ۲۷۷۶، ج ۵، ص ۱۰۱، دار احیاء التراث العربی۔

مذکورہ حدیث کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''پہلی نگاہ سے مراد وہ نگاہ ہے جو بغیر قصد اجنبی عورت پر پڑ جائے اور دوسری نگاہ سے مراد،،،،،،،،،،،،،،،،

سمع (سننے) پر لازم کیا ہوا عمل

(اے طالب ہدایت!) سمع (سننا) کلام ونظر کے تابع ہے پس جس چیز کے بارے میں کلام کرنا جائز نہیں تو اس کے بارے سننا بھی تمھارے لیے جائز نہیں اسی طرح جس چیز کو دیکھنا تمھارے لیے حلال نہیں ہے اس کو سننا اور اس کی لذت حاصل کرنا بھی تمھارے لیے حلال نہیں ہے۔"

(اے طالب خیر!) جس شے کو تجھ سے چھپایا گیا ہے اس کے بارے تفتیش کرنا تجسس ہے، گانے، باجے سننا اور مسلمانوں کو اذیت دینا مردار اور خون کی طرح حرام ہیں۔

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے: "ہمیں غیبت کرنے، سننے اور چغلی کرنے و سننے سے منع کیا گیا ہے۔"

حضرت قاسم بن محمد (۷۲) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے گانے باجے کے بارے میں سوال کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: "بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ جب حق و باطل کو جدا جدا فرمائے گا تو گانے باجے کہاں ہوں گے؟"،،،،،،،،،،،،،،

،،،،،،،،،،،دوبارہ اسے قصداً دیکھنا ہے اگرچہ پہلی نگاہ بھی جمائے رکھے تو بھی دوسری نگاہ کے حکم میں ہوگی اس پر بھی گناہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ علما مشائخ کو بھی جائز نہیں کہ اپنی شاگردنی یا مریدنی کو قصداً دیکھیں۔ حضرت علی کَرَّمَ اللہ تعالیٰ وَجْہَہُ الْکَرِیم علما و اولیا کے سردار ہیں ان کو یہ حکم ہو رہا ہے غور کرا اور ڈر! ان سے بڑھ کر پاکباز کون ہو سکتا ہے؟

(مرآۃ المناجیح، کتاب النکاح، باب النظر الی المخطوبہ، ج۵، ص۳۲، قادری پبلی کیشنز لاہور)

(72)......حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار اکابر تابعین میں ہوتا ہے، اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے سات فقہا میں ایک ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۳۷ھ اور وفات ۱۰۶ھ میں ہوئی۔ (التعلیقات علی رسالۃ المسترشدین، ص۱۸۰، دار السلام)

،،،،،،،،،،اس نے عرض کی : باطل کے گھڑے میں۔تو ارشاد فرمایا: پس تم اپنے آپ سے اس سوال کا جواب طلب کرو۔''(۷۳)

(اے طالب ہدایت!) آدمی کے حق میں زبان کے بعد سب سے نقصان دہ چیز سمع (سننا) ہے کیونکہ سننا سب سے جلد دل تک پہنچتا ہے اور سب سے زیادہ فتنہ میں مبتلا کرتا ہے۔

حضرت وکیع بن جراح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا:''میں نے ایک بدعتی شخص سے اس کی ایک بات سن لی تھی ،بیس برس ہوگئے میں اس کی اس بات کو اپنے کانوں سے نہیں نکال سکا۔''

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جب کوئی بدعتی آتا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے کانوں کو بند فرمالیتے تاکہ اس کا کلام نہ سن سکیں۔

شم(سونگھنے)پر لازم کیا ہوا عمل

یہ بھی سمع وبصر (سننے،دیکھنے) کے تابع ہے لہذا جن کا سننا اور دیکھنا جائز ہے ان کا سونگھنا بھی جائز ہے،حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بیت المال کی مُشک لائی جاتی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی ناک کو بند کرلیتے،آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس کے بارے،،،،،،،،

(73)......معرفۃ السنن والآثار،کتاب الشہادات، باب شہادۃ اہل الغناء،رقم:۵۹۶۲، ج۷، ص۴۳۵،دارالکتب العلمیہ بیروت۔

میں عرض کی گئی تو ارشاد فرمایا: ''اس (مشک) سے خوشبو ہی تو حاصل ہوتی ہے۔'' (۷۳)

(74)......حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''آپ پانچویں خلیفہ ہیں، حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں: خلفا پانچ ہیں، (۱) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴) حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم (۵) حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ کی ولادت ۶۱ یا ۶۳ ہجری کو مصر کے ایک گاؤں ''حلوان'' میں ہوئی، اور وفات ۱۰۱ ہجری کو سمعان میں ہوئی۔'' (تاریخ الخلفاء، ۲۰۱۱، ۲۱۵، ملخصاً مصر)

(74)......حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''آپ پانچویں خلیفہ ہیں، حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں: خلفا پانچ ہیں، (۱) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴) حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم (۵) حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ کی ولادت ۶۱ یا ۶۳ ہجری کو مصر کے ایک گاؤں ''حلوان'' میں ہوئی، اور وفات ۱۰۱ ہجری کو سمعان میں ہوئی۔'' (تاریخ الخلفاء، ۲۰۱۱، ۲۱۵، ملخصاً مصر)

ہاتھوں اور پاؤں پر لازم کیا ہوا عمل

ان پر لازم یہ ہے کہ ان کو ممنوعہ اشیا کی طرف نہ بڑھایا جائے اور حق بات سے نہ روکا جائے۔ حضرت سیّدنا مسروق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا ارشاد ہے: ''آدمی جو بھی قدم اٹھاتا ہے اس کے لیے اس پر کوئی نہ کوئی نیکی یا برائی ضرور لکھی جاتی ہے۔'' سلیمان بن عبدالملک کی بیٹی نے عَبْدَہ بنتِ خالد بن معدان کی طرف خط لکھا کہ میرے پاس ملاقات وغیرہ کے لیے آؤ۔ اس خط کے جواب میں عبدہ نے لکھا: ''اَمّا بعد! بے شک میرے والد صاحب کو یہ بات ناپسند تھی کہ وہ ایسا سفر کریں جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد ان کے شامل حال نہ ہو، یا وہ ایسا کھانا کھائیں جس کے بارے میں بروزِ قیامت سوال کیا جائے تو ان کے پاس اس سے خلاصی کی کوئی سبیل نہ ہو۔ تو جس کو میرے والد صاحب نے ناپسند فرمایا میں بھی اس کو ناپسند کرتی ہوں، اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر سلامتی نازل فرمائے۔''

اگر کوئی سوال کرنے والا یہ سوال کرے کہ ان پر عمل کا کیا راستہ ہے؟ تو اس سے کہا جائے گا ان پر عمل کا راستہ یہ ہے:

(۱)......ائمہ متقین کے نقشِ قدم پر چلنا۔ (۲)......صراطِ مستقیم کی معرفت کے لیے مسترشدین کی سیرت کو اختیار کرنا۔ (۳)......محاسبۂ نفس کرتے ہوئے بیدار رہنا۔ (۴)......انصاف کے ساتھ عمل کرنا۔ (۵)......اذیت پہنچانے کو ترک کر کے زمانہ کے مصائب پر صبر کرنا (۶)......احسان جتلانے کو ترک کر کے قناعت اختیار کرنا۔ (۷)......حسد کو ترک کر کے اچھا راستہ اختیار کرنا۔ (۸)......سلامتی میں رغبت کرتے ہوئے اکثر خاموش رہنا۔ (۹)......مخلوق کے لیے تواضع اختیار کرنا۔ (۱۰)......خلوت میں ذکر اللہ کر کے انسیت حاصل کرنا۔ (۱۱)......خدمت کے لیے

دل کو فارغ رکھنا۔(۱۲)......مراقبہ وارادہ کو جمع کرنا۔(۱۳)......اور استقامت کے راستوں میں نجات طلب کرنا۔اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔(الاحقاف:۱۳)

ترجمہ کنزالایمان: بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے نہ ان پر خوف نہ ان کو غم۔

حضرت سیّدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بارگاہِ نبوت میں عرض کی:''یارسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم مجھے کوئی ایسی بات ارشاد فرمایئے کہ میں اس کو مضبوطی سے تھام لوں،اس پر آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:''تو کہہ کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لایا پھر اس پر ثابت قدم رہ۔''(۷۵)

---

(75)......(شعب الایمان،القول فی زیادۃ الایمان،رقم:۴۵۷۲،ج۷،ص۸،مکتبۃ الرشد ریاض۔ مسلم، کتاب الایمان،باب جامع اوصاف الاسلام،رقم:۳۸،ج۱،ص۶۵،داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت سیّدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کنیت ابوعمر اور آپ کا تعلق قبیلہ بنی ثقیف سے ہے،اہل طائف میں سے ہیں۔زمانہ فاروقی میں طائف کے حاکم بھی رہے،کل پانچ حدیثیں آپ سے مروی ہیں،بڑے متقی وعابد تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے سے مراد سارے عقائد اسلامیہ ماننا ہیں لہذا اس میں توحید ورسالت حشر ونشر، ملائکہ، جنت دوزخ سب پر ایمان لانا داخل ہے،استقامت سے مراد سارے اعمال اسلامیہ پر سختی وپابندی سے عمل کرنا ہے،لہذا یہ حدیث ایمان وتقوی کی جامع ہے اور اس پر عامل یقیناً جنتی ہے،رب تعالٰی فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ۔(پ:۲۶،الاحقاف:۱۳)

ترجمہ کنزالایمان: بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے۔

(مراۃ المناجیح، کتاب الایمان،باب الایمان والاسلام،ج۱،ص۵۱ قادری پبلی کیشنز لاہور)

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر اس کی اطاعت وفرمانبرداری پر استقامت حاصل کرو اور لومڑی کی طرح ادھر ادھر بھٹکتے نہ پھرو۔''

(اے طالب ہدایت!) استقامت کی اصل تین اشیا میں ہے:

(۱)......کتاب اللہ کی اتباع۔

(۲)......سنت نبوی کی اتباع۔

(۳)......اور اہلسنت (وجماعت) کی پیری کرنا۔

یہ بات بھی یاد رکھو کہ بندہ کی نجات کے لیے سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ اپنے علم پر عمل کرے،(۷۶) خوف خدا کے سبب پرہیزگاری کو اختیار کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات پر توکل کرے۔

---

(76)......**اپنے علم پر عمل نہ کرنا:** اپنے علم پر عمل نہ کرنے کو علماءِ کرام نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''الکبیرۃ الخامسۃ والأربعون: عدم العمل بالعلم، کبیرہ نمبر ۴۵، اپنے علم پر عمل نہ کرنا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن ایک شخص کو لاکر جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی اور وہ ان کے گرد اس طرح گھومے گا جس طرح گدھا اپنی چکی کے گرد گھومتا ہے، تو جہنمی اس کے گرد جمع ہو کر پوچھیں گے: اے فلاں! تجھے کیا ہوا؟ کیا تو ہمیں نیکی کی دعوت نہ دیتا تھا اور کیا تو ہمیں برائی سے منع نہ کرتا تھا؟ تو وہ کہے گا: میں تمہیں تو نیکی کی دعوت دیا کرتا تھا مگر خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا اور تمہیں تو برائی سے منع کرتا تھا مگر خود برائی میں مبتلا رہتا تھا۔'' (صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ النار وانھا مخلوقۃ، رقم: ج۳، ص۱۱۹۱، دار ابن کثیر)

،،،،،،،،،(علامہ ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:) ان احادیثِ مبارکہ سے ظاہر شدید وعیدوں کی بنا پر اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔

سوال: وعید کی شدت تو اسی وقت ہو گی جب کوئی شخص واجبات کو ترک کرے یا حرام کام کا ارتکاب کرے، علم پر مطلقاً عمل نہ کرنا مراد نہیں، اگرچہ مستحبات کا ترک اور مکروہات پر عمل ہو۔ اس صورت میں اگر اُن کا یہ بیان مان لیا جائے کہ علم پر عمل نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے تو پھر اسے ایک الگ کبیرہ گناہ شمار کرنا درست نہ ہوگا جیسا کہ فرض نماز کو ترک کرنا وغیرہ بھی ایک کبیرہ گناہ ہے۔

جواب: اس کی توجیہ ممکن ہے اگرچہ میں نے کسی کو اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے نہیں پایا کہ علم ہونے کے باوجود گناہ کرنا جہالت میں گناہ کرنے سے زیادہ برا ہے جیسا کہ احادیثِ مبارکہ بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ نیز حرمِ مکہ میں گناہ کے بیان میں اس کی نظیر آئے گی کیونکہ مکہ مکرمہ کا شرف و مرتبہ اسی بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس میں کیا جانے والا گناہ زیادہ فحش ہو، اگرچہ وہ گناہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا عالم جب صغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو تو وہ بھی باقی افراد کے صغیرہ گناہوں سے زیادہ فحش شمار کیا جائے گا اور یہ بات بعید بھی نہیں کیونکہ اس کا یہ صغیرہ گناہ ایک واسطے سے کبیرہ ہی بن جاتا ہے وہ اس طرح کہ وہ ان علوم و معارف کو جانتا ہے جو اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ وہ مکروہات سے بھی رک جائے چہ جائیکہ محرمات کا ارتکاب کرے۔''

(الزواجر، مترجم، ج ۱، ص ۳۱۳، مکتبۃ المدینہ)

پس (اے طالب خیر!) تو اپنے حال کی اصلاح میں مشغول ہو جا......اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے رکھ......شبہات سے پرہیز کر......لوگوں کے پاس اپنی حاجتیں کم سے کم پیش کیا کر......ان کے لیے صرف وہی بات پسند کر کہ جو بات تو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور جو چیز تو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے اسے دوسروں کے لیے بھی ناپسند کر۔اسی طرح کسی گناہ کو ہلکا نہ جاننا......اپنے کسی راز کو ظاہر نہ کرنا......اپنے نفس کو برائی کا مشورہ نہ دینا......کسی بھی گناہ پر اصرار نہ کرنا خواہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو، ہر حالت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد طلب کرنا، ہر حالت میں اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے رکھنا اور ہر معاملے میں اس کی ذات پر توکل کرنا۔(77)

---

(77)......**توکل کے فضائل:** رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۔ **ترجمہ کنزالایمان:** اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ (پ:۲۸،الطلاق:۳)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

3)) اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ ۔ **ترجمہ کنزالایمان:** بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ (پ:٤،آل عمران:۳)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لو أنکم کنتم توکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقتم کما یرزق الطیر تغدو خماصا وتروح بطانا ○ یعنی: اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اس طرح بھروسہ کرو جیسے اس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے، تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے گا جیسے پرندے کو عطا فرماتا ہے کہ وہ صبح کے وقت خالی پیٹ نکلتا اور شام کو سیر ہو کر لوٹتا ہے۔'' (جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب فی التوکل علی اللہ، رقم:٤ ٤ ٢٣، ج٤، ص٥٧٣، داراحیاء التراث العربی بیروت)

....

''''''''' نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یدخل الجنة من أمتی سبعون الفا بغیر حساب ھم الذین لا یسترقون ولا یتطیرون وعلی ربھم یتوکلون''

یعنی: میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب جنت میں جائیں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو منتر جنتر نہیں کرتے، فال کے لیے چڑیاں نہیں اڑاتے، اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔''

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ومن یتوکل علی اللہ الخ، رقم: ٦١٠٧، ج٥، ص ٢٢٧٥، دار ابن کثیر)

توکل کی تعریف: حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''توکل کی تعریف میں صوفیہ کرام نے بہت کچھ لکھا ہے اور ان پر ہر ایک کی عبارات جدا جدا ہیں غور سے دیکھا جائے تو ہر ایک نے اپنے نفس کے مقام کو لکھا۔''

(احیاء العلوم، کتاب التوحید والتوکل، بیان حال التوکل، ج٤، ص ٢٥٩، دار المعرفة بیروت)

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات پر بھروسہ کرنے کا نام توکل ہے۔'' (التعرف لمذھب اھل التصوف، ص ٧١، دار صادر بیروت)

علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ توکل کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے اسی پر امید رکھنا اور جو لوگوں کے پاس ہے اس سے ناامید ہو جانا۔''

(التعریفات، ص: ٩٧، دار الکتاب العربی بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''توکل دو قسم کا ہے،

(١)..... **توکل عوام:** اسباب پر عمل کر کے نتیجہ خدا کے حوالے کر دینا۔

(٢)..... **توکل خواص:** اسباب چھوڑ کر مسبب الاسباب پر نظر کرنا۔

(مراۃ المناجیح، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، الفصل الاول، ج٧، ص ٩٢، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاھور)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''اکثر فقہا کا موقف یہ ہے:...................

.... توکل کا معنی یہ ہے کہ اسی کی ذات پر اعتماد رکھا جائے اور اس بات کا یقین رکھا جائے کہ اس کا فیصلہ ہو کر رہے گا، اس کے ساتھ کھانے، پینے، دشمن سے حفاظت کے ضروری اسباب میں نبی کریم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے سعی کی جائے، اور یہی موقف محقق صوفیہ کرام کا ہے لیکن ان کے نزدیک جو اسباب پر بھروسہ کر لے اور اس کا دل انہی اسباب کی طرف مائل رہے تو ایسا شخص متوکل نہیں ہے، کیونکہ حقیقۃً اسباب نہ تو نفع لا سکتے ہیں اور نہ ہی ضرر کو دور کر سکتے ہیں بلکہ مسبب الاسباب ذات تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی ہے اور سب اس کے ارادے سے ہوتا ہے، لہٰذا جب کسی شخص نے ان اسباب پہ بھروسہ کیا تو وہ متوکل نہ رہا۔

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی"پ:٤، آل عمران، ج٤، ص١٨٦، دارعالم الکتب ریاض)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''توکل یہ ہے کہ بندہ ظاہری اسباب اختیار کرے لیکن ان اسباب پر بھروسہ نہ کرے بلکہ بھروسہ رب تعالیٰ کی ذات پر رکھے۔''

(تفسیر کبیر، ج ٩ ص ٤١٠، داراحیاء التراث العربی بیروت)

توکل کے مراتب

ابو حامد محمد بن محمد امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور سیّدی احمد بن عجیبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ توکل کے مراتب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''**عوام کا توکل:** توکل کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ ایسے ہو جیسے مؤکِّل اپنے وکیلِ مُشفِق کے ساتھ ہوتا ہے، یہ عوام کا توکل ہے۔

خواص کا توکل: توکل کا وسطانی درجہ یہ ہے کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ ایسے ہو جیسے بچہ ماں کے ساتھ کہ بچہ اپنے تمام معاملات میں اپنی ماں ہی کی طرف رجوع کرتا ہے، اور یہ خواص کا توکل ہے۔

اخص الخواص کا توکل: توکل کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ...............

....

،،،،،،،،،،،ایسے ہو جیسے غسّال کے ہاتھ میں مردہ،اور یہ اخص الخواص کا توکل ہے۔

(رسائل لاحمد بن عجیبہ ،رسالۃ:معراج التشوف الی حقائق التصوف،ص ۲۱۷،دارالکتب العلمیہ بیروت،احیاء العلوم ملخصاً)

کیا متوکل اسباب اختیار کرسکتا ہے: اس کے متعلق امام غزالی رحمۃاللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:''توکل کے تیسرے درجے (اخص الخواص کا توکل) میں تو سرے سے تدبیر ہی نہیں رہتی جب تک کہ حالتِ مذکورہ باقی رہتی ہے بلکہ اس حالت میں حیرانوں کی طرح رہتا ہے۔دوسرے مقام (خواص کا توکل) میں اور تو کوئی تدبیر نہیں رہتی مگر خدا تعالیٰ سے فریاد کرنا اور دعا وسوال سے اس کی طرف التجا رہتی ہے جیسے بچہ اپنی ماں سے صرف پیار کا تعلق رکھتا ہے اور مقامِ اول (عوام کا توکل) میں نہ تدبیر ختم ہوتی ہے اور نہ ہی اختیار ختم ہو جاتا ہے ہاں بعض تدابیر جاتی رہتی ہیں،جیسے مؤکل اپنے وکیل پر اعتماد کر کے بعض تدابیر جو غیر وکیل سے متعلق ہوں نہیں کرتا مگر جو تدابیر اس کا وکیل بتاتا ہے یا خود اس کو عادت و تجربہ سے معلوم ہوتی ہیں انہیں عمل میں لاتا ہے۔''

(احیاء العلوم،کتاب التوحیدو التوکل،بیان حال التوکل،ج٤،ص ۲٦۲،دارالمعرفۃ بیروت)

متوکلین کے تین درجات

(۱)......**اعلیٰ درجہ:** یہ خواص کا مقام ہے ان کی مثال وہ لوگ ہیں جو بغیر توشہ کے جنگلوں میں پھریں لیکن ان کو فضلِ الٰہی پر اعتماد ہو کہ ان کو ایک ہفتہ یا اس سے بھی زائد صبر کی طاقت عنایت فرمائے گا یا کچھ گھاس وغیرہ غذا مل جائے گی اور کچھ نہ ملے تو فاقے سے مرنے پر راضی اور ثابت قدم رہے۔

(۲)......**اوسط درجہ:** توکل کا اوسط درجہ یہ ہے کہ اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھا رہے لیکن وہ مسجد یا گھر شہر یا کسی آبادی میں ہو،اس متوکل کا درجہ گذشتہ سے کم ہے مگر یہ بھی متوکل ضرور ہے،،،،،،،

....

،،،،،،،، کیونکہ یہ کسب اورظاہری اسباب ترک کر کے فضلِ الٰہی پر اعتماد کرتا ہے کہ وہ خفیہ اسباب سے میرا کام بنادے گا۔لیکن یہ شہر میں رہ کراسباب کے درپے ضرور ہورہا ہے مگر اس سے اس کا توکل باطل نہیں ہوتا بشرطیکہ اس کی نظر اس ذات کی طرف ہو جو شہر کے باشندوں سے اس کو رزق دلواتی ہے۔

(۳)......ادنی درجہ: توکل کا ادنی درجہ یہ ہے کہ بندہ کسب معاش شریعت کے اصولوں کے مطابق کرے، اس طرح کے کمانے سے بھی بندہ مقاماتِ توکل سے خارج نہ ہوگا بشرطیکہ اپنا اطمینان اپنی کفایت اور قوت اور جاہ اور بضاعت پر نہ ہو اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ یہ چیزیں آناً فاناً فنا کردیتا ہے بلکہ یہ ہو کہ نظر کفیلِ حقیقی کی طرف ہو کہ اس نے یہ چیزیں بچارکھی ہیں اور رزق کا سامان پیدا کرتا ہے، اور اپنے کسب وبضاعت اور کفایت کو خدا تعالیٰ کی قدرت کی نسبت ایسا جانے جیسے بادشاہ کے ہاتھ میں قلم لکھتا ہے کہ وہاں نظر قلم کی طرف نہیں بادشاہ کی طرف ہوتی ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب التوحیدو التوکل،بیان حال التوکل،ج٤،ص٢٦٨،دارالمعرفۃ بیروت)

توکل کے ادنی درجہ کی پہچان: توکل کے ادنی درجے کی پہچان یہ ہے کہ کسی سبب وغیرہ پر بھروسہ نہ کرے، نہ اپنی بضاعت پر نہ کسی اپنے سامان پر۔اگر اس کا مال چوری ہوجائے یا تجارت میں گھاٹا ہوجائے یا کوئی اور کام بند ہوجائے تو اس پر راضی رہے دل کا اطمینان باطل نہ ہو نہ دل میں اضطراب پائے ، بلکہ دل کو قرار جیسے پہلے تھا ویسے ہی رہے کیونکہ دستور یہ ہے کہ جسد کا دل جس چیز سے وابستہ نہیں ہوتا اس کے جانے پر اس کا دل مضطر نہیں ہوگا اور جو کسی چیز کے جانے سے بے قرار ہوتا ہے تو وہ اس چیز سے تسکین پاتا ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب التوحیدو التوکل،بیان حال التوکل،ج٤،ص٢٦٨،دارالمعرفۃ بیروت)

عیال دار کا توکل: عیال دار کا توکل تنہا انسان سے جدا حکم رکھتا ہے،اس کا اپنے عیال،،،،،،،،

....

،،،،،،،،،،،، پر دباؤ دینا کہ بھوک پر صبر کرو! درست نہیں اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے سامنے توحید کے عقیدے کی تقریر کی جائے اور یہ کہ فاقے سے مرنا ایک رزق عمدہ ہے اور واقع میں رشک کرنے کے لائق ہے، اس طرح کے اعتقادات بزور نہیں سمجھائے جاسکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عیال کے بارے میں انسان کا توکل کمانے والے، کام کرنے والے کے توکل کی طرح ہونا چاہیے، جو کہ توکل کا تیسرا درجہ ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توکل تھا کہ آپ کسب معاش کے لیے نکلتے تھے۔ عیال دار شخص کا اپنے عیال کو چھوڑ کر جنگلوں میں چلے جانا اور ان کی خبر گیری نہ کرنا اور بہانہ توکل کا ہونا حرام ہے کہ بعض اوقات یہ معاملہ ان کی تباہی کا موجب بنتا ہے اور اس کا مواخذہ عیال دار ہی پر ہوگا۔ ہاں اگر عیال بھی چند روز بھوکا رہنا منظور کریں اور بھوک سے مرنے کو رزق اور غنیمت اخروی جانیں تو جائز ہے کہ ان کے بارے میں بھی توکل کرے۔''

(احیاء العلوم، کتاب التوحید والتوکل، بیان حال التوکل، ج ٤، ص ۲۷۲، دار المعرفۃ بیروت)

حضرت سیِّدُنا ابو عامر واعظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''ایک رات میں ایک پہاڑ میں چل رہا تھا کہ میں نے ایک زخمی دل والے کی چیخ و پکار سنی جو کہہ رہا تھا: اے بیابانوں میں حیرت زدوں کی رہنمائی فرمانے والے! اے خلوتوں میں وحشت محسوس کرنے والوں کی وحشت دور کرنے والے! جب بہادروں کو توانائی کی تلاش ہوتی ہے میں تجھ سے توانائی کا سوال کرتا ہوں اور جب جاہل فخر و ناز کرتے ہیں تو میں تجھ سے فخر طلب کرتا ہوں۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں جلدی سے اس طرف بڑھا اور اس شخص کو جا کر سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: اس رات کی تاریکی میں آپ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جانا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا: سیدھی راہ سے بھٹکا ہوا ہوں، میں نے آپ سے،،،،،،،،

........ایسا کلام سنا ہے کہ جس نے میرے دل کے زخموں کو تازہ کردیا ہے اور وجد وغم کو حرکت دے دی ہے۔ یہ سن کر اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑا، ہوش آنے کے بعد رونے لگا۔ میں نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا: میں تمناؤں اور فانی زندگی میں وقت ضائع کرنے کو ناپسند کرتا ہوں، پھر وہ منہ پھیر کر چل دیا۔ میں بھی اس کے پیچھے ہولیا۔ ایک وادی میں جھک کر بیٹھنے کے بعد وہ دوبارہ رونے لگا تو میں نے کہا:

اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے، مجھے بھی راستہ دکھائیے۔ تو اس کی آہ وبُکا میں زیادتی ہوگئی اور کہنے لگا: افسوس ہے تجھ پر! کہاں ہے راستہ؟ کہاں ہیں دائیں طرف والے اور کہاں ہیں اعلیٰ علیین کے مراتب؟ پھر اس نے میرے ہاتھ پر ضرب لگائی اور آگے لے گیا تو اچانک ہم ایک وادی کنارے پر پہنچ گئے۔ میں نے کہا: فجر طلوع ہوگئی ہے اور ہمیں وضو کرنا ہے۔ تو اس نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا جس سے میٹھے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا اور مجھے کہا: لیجئے، وضو کرلیجئے۔ ہم دونوں نے وضو کیا پھر اس نے اذان واقامت کہی اور ہم نے نماز پڑھی، جب سلام پھیرا تو اس نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے! تم سلامت رہو، اب جدائی کا وقت آگیا ہے۔ میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کے لیے اپنی بارگاہ تک رسائی آسان فرمادی ہے! میرے لیے دعا فرمائیں۔ پھر میں نے اپنے توشہ دان کی طرف اشارہ کیا تو اس نے پوچھا: کیا آپ بھوک سے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ تو اس نے کہا: غذا طلب کرکے آپ نے اپنے دل کو کائنات میں غور وفکر سے غافل کردیا ہے، اگر آپ یقین کا ذائقہ چکھ لیتے اور متقین کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تیار کی گئی نعمتیں ملاحظہ کرلیتے تو آپ کا خشوع ہمیشہ رہتا اور آپ کی بھوک ختم ہوجاتی۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا تو یکایک گرم گرم روٹی برآمد ہوئی گویا کہ آگ سے نکلی ہو اور اس نے مجھ سے کہا: کھائیے۔ میں نے حیران ہوکر اسے کھایا اور دل میں اس کے متعلق پوچھنے کا ارادہ ہی کیا تھا،،،،،،

(اے طالب ہدایت!) نفسانی خواہشات سے دور رہ،،،،،، اگر تیرا نفس کسی کی برائی کا

منتظر رہے تو اس پر خوش نہ ہو، نام ونمود کو چھوڑ کر گمنامی کو اختیار کر،،،،،، ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکرادا کر،،،،، استغفار کی کثرت کر،،،،،، غوروفکر کرکے عبرت حاصل کر،،،،،، علم کی وجہ سے فتنوں میں واقع ہونے کے لیے تیار رہ۔

(اے طالب ہدایت!) عجلت کی جگہوں میں میانہ روی،،،، اور لوگوں کے ساتھ میل جول میں تجھ پر حسنِ ادب لازمی ہے۔ اپنے نفس کی وجہ سے لوگوں پر غصہ نہ کرو،، بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے اپنے نفس پر غصہ کرو،،،، کسی کو برائی کے ساتھ بدلہ نہ دے۔ کسی جاہل کی مدح وتعریف نہ کر،،،، اور اپنے لیے بھی مدح وتعریف پسند نہ کر!(۷۷) ،،،،،،،،، ہنسنے میں کمی کر،،،،،، مزاح سے پہلوتہی اختیار کر،،،،،، بھوک کو چھپا،،، ،، ،، پاک دامنی کو شائع کر،،،،،، باطن میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل اختیار کر،،،،،، مایوسی کا،،،،،،

،،،،،،،، کہ وہ خود ہی کہنے لگا: اے نوجوان! بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ایسے بندے بھی ہیں جنہوں نے سچے دل سے خواہشاتِ نفسانیہ کو ترک کیا تو اب پوری کائنات زندگی وموت میں ان کی خدمت کرتی ہے۔ اس کے بعد اچانک وہ میرے پاس سے غائب ہو گیا پھر میں اس کو نہ دیکھ سکا۔"

(الروض الفائق مترجم، ص ۲۰۹، ۲۱۰، مکتبۃ المدینہ)

(77)......حبّ جاہ کی تعریف: أصل الجاه هو انتشار الصيت والاشتهار یعنی: لوگوں میں شہرت اور ناموری چاہنا حبّ جاہ ہے۔" (إحياء العلوم، كتاب ذم الجاه والرياء، ج ۳، ص ۲۷۵، دارالمعرفة بیروت)

حبّ جاہ کی آفات

سرکارِ دوعالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشادفرمایا: "حب الثناء من الناس يعمي ويصم ○ لوگوں سے تعریف سننے کی خواہش انسان کو اندھا اور گونگا کر دیتی ہے۔" (کنزالعمال فی سنن الاقوال، الكتاب الثالث في الاخلاق، الباب الثاني، الفصل الثاني برقم: ۷۴۲۹، ج ۳، ص ۴۵۹، مؤسسة الرسالة)

....

،،،،،،،،،،،، نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''دو بھوکے بھیڑیے اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ مال و دولت کی حرص اور حبِ جاہ انسان کے دین کو نقصان پہنچاتے ہیں۔'' (جامع الترمذی ، کتاب الزھد،باب حدیث ماذئبان جائعان برقم:۲۳۷٦،ج٤، ص۵۸۸، داراحیاء التراث العربی بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''مقصد یہ ہے کہ مومن کا دین گویا بکری ہے اور اس کی حرصِ مال، حرصِ عزت گویا دو بھوکے بھیڑیے ہیں، مگر یہ دو بھوکے بھیڑیے مومن کے دین کو اس سے زیادہ برباد کرتے ہیں جیسے ظاہری بھوکے بھیڑیے بکریوں کو تباہ کرتے ہیں کہ انسان مال کی حرص میں حرام و حلال کی تمیز نہیں کرتا، اپنے عزیز اوقات کو مال حاصل کرنے میں ہی خرچ کرتا ہے پھر عزت حاصل کرنے کے لیے ایسے جتن کرتے ہیں کہ جو بالکل خلافِ اسلام ہیں جیسے آج ممبری وزارت چاہنے والوں کو دیکھا جا رہا ہے۔''

(مراۃ المناجیح، کتاب الرقاق، باب، الفصل الثانی، ج۷،ص۲٦ قادری پبلی کیشنز لاھور)

شکار ہونے سے پہلوتہی اختیار کر،،،،، فقر کو اچھا سمجھ،،،،،مصیبت پر صبر کر،،،،،اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تقسیم پر راضی رہ،،،،،اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وعدہ پر یقین رکھ،،،،،اس کی وعید سے خوف رکھ،،،،،بقدرِ کفایت سے زیادہ میں تکلف نہ کر،،،،،جس کی طلب تیرے ذمہ ہے اس کو ضائع نہ کر،،،،،اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہر عطا میں اس کی طرف محتاج رہ اوراس سے نجات طلب کرنے میں رغبت رکھ۔

(اے طالب ہدایت!) جو تجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کر،،،،،جو تجھے محروم کرے اسے عطا کر، جو تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کر(۷۸)،،،،،اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر اس پر نرمی کر جو تجھ سے محبت رکھتا ہے،،،،،اپنی جان ومال اپنے بھائیوں پر خرچ کر،،،،،اپنے دین کے معاملے میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حقوق کی رعایت کر،،،،،کسی بھی نیکی کو اپنی نظر میں بڑا نہ سمجھ خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو،،،،،اپنے سے سرزد ہونے والی برائی کو حقیر نہ سمجھ خواہ وہ کتنی چھوٹی کیوں نہ ہو،،،،،اور دل کے مکروفریب سے باخبر رہ،،،،، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے سزائیں مقرر ہیں۔

---

(78)......رسولِ اکرم،شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''تین باتیں جس شخص میں ہوں گی اللہ تعالٰی (قیامت کے دن) اُس کا حساب بہت آسان طریقے سے لے گا اور اُس کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوان نے عرض کی: وہ کون سی باتیں ہیں؟ فرمایا: تعطی من حرمك و تعفو عمن ظلمك و تصل من قطعك ۔ یعنی: (۱) جو تمہیں محروم کرے تم اُسے عطا کرو اور (۲) جو تم سے قطعِ تعلّق کرے (یعنی تعلّق توڑے) تم اُس سے مِلاپ کرو اور (۳) جو تم پر ظُلم کرے تم اُس کو مُعاف کردو۔'' (المستدرک للحاکم، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الانشقاق برقم: ۳۹۱۲، ج۲، ص ۵۶۳، دارالکتب العلمیہ)

(اے طالب ہدایت!) علم کے ذریعے نام و نمود حاصل کرنے سے پرہیز کر جیسا کہ تو عمل کے ذریعے عجب (خود پسندی) میں مبتلا ہونے سے بچتا ہے، اور باطن میں کسی ایسے علم کا اعتقاد نہ رکھنا کہ جو ظاہری علم کے مخالف ہو۔

لوگوں کی نافرمانی کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری کر! لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کر کے لوگوں کی فرمانبرداری نہ کر...... اپنی کوشش و ہمت میں سے کوئی بھی شے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بچا کر نہ رکھ...... اپنے نفس کے کسی بھی عمل پر راضی نہ ہو...... نماز میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں خشوع و خضوع کے ساتھ کھڑا ہو...... اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تجھ پر جو زکوۃ فرض کی ہے اس کو نشاط و رغبت کے ساتھ ادا کر...... اپنے روزے کو جھوٹ و غیبت سے بچا کر رکھ...... پڑوسی، مسکین اور قریبی رشتہ دار کے حق کی رعایت کر...... اپنے اہل و عیال کو ادب سکھا...... اپنے غلاموں کے ساتھ نرمی سے پیش آ...... تیرے رب تبارک و تعالیٰ نے جس طرح انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح عدل و انصاف قائم کر...... جب تو کسی نیکی کے کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو بجالانے میں جلدی کر۔(i)

(i) سیدی اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "سیدنا امام ابن الامام، کریم ابن الکریم حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قبائے نفیس (عمدہ شیروانی) بنوائی، طہارت خانے میں تشریف لے گئے، وہاں خیال آیا کہ اسے راہِ خدا میں دیجئے فوراً خادم کو آواز دی۔ قریب دیوار حاضر ہوا، حضور نے قبائے معلّٰی اتار کر دی کہ فلاں محتاج کو دے آ۔ جب باہر رونق افروز ہوئے، خادم نے عرض کی: اس درجہ تعجیل (جلدی) کی وجہ کیا تھی؟ فرمایا: کیا معلوم تھا باہر آتے آتے نیت میں فرق آ جاتا۔ سبحان اللہ! یہ اُن کی احتیاط ہے جو ﴿اِنَّ عِبَادِی لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (بلاشبہ میرے بندوں پر تیری حکومت نہیں چلے گی۔ت)﴾................

،،،،،،،،،، جو شے تجھ پر مشتبہ ہو اس کو ترک کردے،،،،، گناہ گاروں کے ساتھ نرمی کر ،،،،، مومنوں کو نصیحت کر،،،،، ہر مقام پر حق بات کہہ،،،،، کثرت کے ساتھ قسمیں نہ کھا اگرچہ کہ تم سچ ہی پر کیوں نہ ہو،،،،، کسی سے جھگڑا نہ کر اگرچہ تو حق پر ہو،،،،، زیادہ کلام کرنے سے پرہیز کر،،،،، اگرچہ تو فصیح و بلیغ ہی کیوں نہ ہو،،،،، دین کے معاملات میں جھگڑا کرنے سے اجتناب کر،،،،، اگرچہ تو عالم ہی کیوں نہ ہو،،،،، ہر بات کرنے سے قبل اس کو علم کے ترازو میں تول،،،،، کسی معاملہ میں اجتہاد کے بعد خوف کو لازم رکھ (کہ کہیں اجتہاد میں خطا نہ ہوگئی ہو)، جب تک تیرا دین سلامت ہے لوگوں کے ساتھ نرمی کر اور مداہنت (خلاف باطن ظاہر کرنا) کو بالکل ترک کردے۔

(اے طالب رُشد و ہدایت!) لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آ،،،،، جس شے کے متعلق تجھے علم نہیں (اس کے بارے میں تجھ سے پوچھا جائے تو) اَللّٰہُ اَعْلَمُ کہنے سے نہ شرما،،،،، جو نصیحت سننے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس کو نصیحت نہ کر

،،،،،،،،، کی آغوش میں پلے اور ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا﴾ ۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اے اہلبیتِ نبوی اثم سے پلیدی کو دور کرے اور تمہیں خوب پاک فرمادے۔﴾ کے دریا میں نہائے دُھلے۔(فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۸۴ رضا فاؤنڈیشن لاھور)

(80)...... حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی "اَیُّهَا الْوَلَد" میں فرماتے ہیں: "اب میں ایک بہت اہم بات بتا رہا ہوں توجہ سے سنو! مشکلات و مسائل کے بارے میں سُوال کرنا گویا طبیب کے سامنے اَمراضِ قلب کو بیان کرنا ہے۔ اور اس کا جواب دینا گویا دل کی بیماری کی شفا کے لیے کوشش کرنا ہے۔ یقین کرلو! کہ جاہل لوگ ایسے مریض ہیں جن کے دل بیمار ہیں جبکہ علما طبیب اور حکیم کی مانند ہیں۔ ناقص عالم صحیح علاج نہیں کرسکتا اور کامل عالم بھی ہر مریض کا،،،،،،،،،،،،،

....

،،،،،،،۲،،،،،،،، علاج نہیں کرتا بلکہ اس مریض کا علاج کرتا ہے جس کے بارے میں امید غالب ہو کہ وہ تجاویز وعلاج قبول کرے گا، اگر مریض کی بیماری پرانی اور دائمی ہو تو اس کا مرض ،علاج قبول نہیں کرتا ،تو اچھا طبیب وہ ہے جو اس موقع پر یہ کہہ دے کہ تیرا علاج ممکن نہیں ۔کیونکہ ایسے مریض کو دوا دینے میں مشغول ہونا قیمتی عمر ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

پھر اس بات کو بخوبی سمجھ لے! کہ جہالت میں مبتلا مریضوں کی چار قسمیں ہیں جن میں سے ایک کا علاج ممکن ہے، باقی تین لا علاج ہیں۔

(۱)......**پہلا مریض حاسد:** نا قابل علاج مریضوں میں سے پہلا مریض وہ ہے، جو اعتراض اور حسد و بغض کی غرض سے سُوال کرتا ہے۔اگر چہ تُو اس کا جواب بڑے اَحسن طریقہ سے، نہایت ہی عمدگی اور وضاحت سے دے گا ،لیکن اس کے بغض وعداوت اور حسد میں مزید اضافہ ہوتا ہی چلا جائے گا۔لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تُو اس کا جواب ہی نہ دے، جیسا کہ کہا گیا ہے:

كُلُّ الْعَدَاوَةِ قَدْ تُرْجٰى إِزَالَتُهَا　　إِلَّا عَدَاوَةَ مَنْ عَادَاكَ عَنْ حَسَدٍ

یعنی: ہر عداوت کے خاتمے کی اُمید کی جا سکتی ہے، مگر جس دشمنی کی بنیاد حسد پر ہو اس کا خاتمہ ممکن نہیں۔ پس تیرے لیے ضروری ہے کہ تو ایسے (مریض کو) اس کے مرض سمیت چھوڑ دے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَ لَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (النجم:۲۹)

ترجمہ کنزالایمان: تو تم اس سے منہ پھیر لو، جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔

(۲)......**دوسرا مریض احمق:** نا قابل علاج مریضوں میں سے دوسرا وہ ہے، جس کی بیماری کا سبب حماقت ہو۔ کیونکہ حماقت کا علاج بھی ممکن نہیں ۔جیسا حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کا ارشادِ مبارک ہے: اِنِّی مَا عَجَزْتُ عَنْ اِحْیَاءِ الْمَوْتٰی ،،،،،،،،

....

،،،،،،،،،،،،وَقَدْ عَجَزْتُ مِنْ مُعَالَجَةِ الْاَحْمَقِ۝یعنی: میں (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) مُردوں کو تو زندہ کرنے کی قدرت اور طاقت رکھتا ہوں لیکن اَحمق کے علاج سے عاجز ہوں۔

ایسا اَحمق تھوڑا عرصہ طلب علم میں مشغول ہوتا ہے اور عُلُومِ عقلیّہ وشرعیّہ میں سے کچھ حاصل کر لیتا ہے۔ پھر اپنی حماقت کے باعث اُن جید علماءِ کرام پر سوالات واعتراضات کرنے لگتا ہے، جنہوں نے اپنی عمرِ عزیز عُلُومِ عقلیّہ وشرعیّہ کی خدمت میں صرف کردی ہے۔ اور یہ گمان کرتا ہے کہ جو بات ''میں'' نہ سمجھ سکا، ہر بڑا عالم اس کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس اَحمق کو اتنا بھی علم نہیں کہ اس کا اعتراض سراسر حماقت ونادانی پر مشتمل ہے۔ ایسے شخص سے بھی الگ رہنا چاہیے اور اس کے سوال پر توجہ نہ دینا چاہیے۔

تیسرا مریض جس میں سمجھنے کی صلاحیت نہ ھو: تیسری قسم کا لا علاج بیار وہ ہے، جو حق کا مُتلاشی تو ہو، مگر بزرگوں کی باتیں پوری طرح سمجھ نہیں پاتا اور اسے اپنی کم فہمی تصور کرتا ہے۔ ایسا شخص سُوال تو سیکھنے کی غرض سے کرتا ہے، لیکن کند ذہن اور کم عقل ہونے کے باعث وہ حقیقت جاننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، لہٰذا ایسے شخص کو بھی جواب نہ دینے ہی میں عافیت ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ اُمِرْنَا اَنْ نُكَلِّمَ النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ۝ہم گروہ انبیا (علیہم الصلوٰۃ والسّلام) کو حکم دیا گیا ہے، کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کریں۔ (کنز العمال فی سنن الاقوال، الکتاب العلم، الباب الاول، الفصل الاول، رقم: ۲۹۲۸۲، ج ۱۰، ص ۲۴۲ مؤسسۃ الرسالۃ)

چوتھا مریض نصیحت کے قابل ھے: چوتھی قسم کا مریض جس کا علاج ممکن ہے، وہ ایسا مریض ہے جو رُشد وہدایت کا طلب گار ہو، عقل مند اور معاملہ فہم ہو۔ حسد اور غضب وغصہ اس پر غالب نہ ہوں، شہوت ونفس پرستی، جاہ وجلال اور مال ودولت کی محبت سے اس کا دل خالی ہو، راہِ حق اور سیدھے راستے کا طالب ہو، اس کا سوال اور اعتراض، حسد،

......جو تیرے دین کو ناپسند رکھتا ہے اس کے سامنے اپنے دین کی باتیں نہ کر......جس آزمائش کی تجھ میں طاقت نہیں اس کے درپے نہ ہو......اپنی ذات کو اس سے بچا کہ جو تیری اہانت کرے......برے اَخلاق سے اپنے ارادوں کو پاک رکھ......امانت دار کے سوا کسی سے بھائی چارہ نہ رکھ......ہر ایک کے سامنے اپنا راز ظاہر نہ کر......آدمی کی حالت سے تجاوز نہ کر......کسی سے ایسی بات نہ کہہ کہ اس کی عقل جس کی متحمل نہ ہو سکے(۸۱) اور ایسے معاملے میں دخل نہ دے جس کی طرف تجھے نہیں بلایا گیا۔

(اے طالب خیر!) علما کی مجالس کی تعظیم کر......حکما کی قدر پہچان......احسان کا بدلہ احسان سے دے......اگر تو اس پر قادر نہ ہو تو دعا کے ذریعے احسان کا بدلہ چکا...... جاہلوں سے اعراض کر......بیوقوفوں کے ساتھ بردباری سے پیش آ......خوفِ خدا رکھنے والوں سے مشورہ کر......اپنے مظلوم بھائی کی مدد کر......اگر وہ ظالم ہو تو اس کو حق کی طرف بلا(۸۲)......اس کا حق اس کو ادا کر......لیکن اپنے حق کا اس سے مطالبہ نہ کر

......پریشان کرنے اور آزمائش کی وجہ سے نہ ہو تو ایسے آدمی کا مرض قابل علاج ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کے سوالات کا جواب دیا جائے، بلکہ تیرے لیے لازم ہے کہ تو اس کا مسئلہ حل کر دے۔''

(ایھا الولد،مترجم:ص:٤١ تا ٤٤،مکتبۃ المدینہ)

(81)......حضرتِ سیِّدنا علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے ارشاد فرمایا:''حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون أن یکذب اللّٰہ ورسولہ'' یعنی: لوگوں سے وہی بات بیان کرو جس کو لوگ سمجھ لیں کیا تم پسند کرو گے کہ اللّٰہ اور اسکے رسول کو جھٹلایا جائے؟

(صحیح البخاری، کتاب العلم،باب من خص بالعلم قوما الخ برقم:١٢٧،ج١،ص٦٨،دارابن کثیر)

(82)......اللّٰہ کے محبوب، دانائے غُیوب، صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

''انصر اخاك ظالما،أو مظلوما فقال رجل یارسول اللّٰہ أنصرہ إذا کان ......

مقروض کے ساتھ آسانی کا معاملہ کر۔(۸۳)

‌،،،،،،،،،مظلوما أفرأيت إذا كان ظالما كيف أنصره قال تحجزه،أو تمنعه من الظلم فإن ذلك نصره ۝ یعنی:''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ایک شخص نے عرض کیا: میں اس کی مدد کروں گا کہ جب وہ مظلوم ہو لیکن یہ بتایئے کہ جب وہ ظالم ہو تو پھر اس کی مدد کیسے کروں؟ سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم اُسے ظلم سے روک دو، بے شک یہ اس کی مدد ہے۔'' (السنن للترمذی، کتاب الفتن برقم:۲۲۵۵،ج٤،ص٥٢٣، دار احیاء التراث العربی بیروت۔صحیح البخاری، کتاب الکراہ باب یمین الرجل لصاحبہ الخ رقم:٦٥٥٢،ج٦،ص٢٥٥٠ دار ابن کثیر)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ الرَّحۡمٰن فرماتے ہیں:''یعنی ظالم کو ظلم سے روک دینا ہی اس کی بڑی مدد ہے کہ اسے مظلوم کی بددعاؤں سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے بچالینا ہے۔''

(مراۃ المناجیح، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحم علی الخلق،ج٦،ص٣٧٥ قادری پبلی کیشنز لاهور)

(83)......**عرش کا سایہ** : رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:''من أنظر معسرا أو وضع له أظله الله يوم القيامة تحت ظل عرشه يوم لا ظل إلا ظله ۝ یعنی: جس نے کسی تنگدست مقروض کو مہلت دی یا اس کا (کچھ حصہ) قرض معاف کر دیا، اللّٰہ تبارک وتعالٰی اس کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا اس دن جب عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔'' (جامع الترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی انظار المعسر والرفق بہ برقم:۱۳۰٦،ج۳،ص٥٩٩، دار احیاء التراث العربی بیروت)

سرکارِ دو عالم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:''ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے نوکر سے اس نے کہہ رکھا تھا: إذا أتيت معسرا فتجاوز عنه لعل الله يتجاوز عنا. فلقي الله فتجاوز عنه ۝ یعنی: جب کسی تنگ دست کے پاس تقاضا کو جائے تو اسے معاف کر دے ہو سکتا ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہم کو معافی دے دے۔ فرمایا:

(صحیح المسلم، کتاب المساقاۃ باب فضل انظار المعسر رقم:٤٠٨١،ج٥،ص٣٣ دار احیاء التراث العربی بیروت)

......یتیم اور مسکین کے ساتھ نرمی سے پیش آ (۸۴) صابر فقرا کا اکرام کر، اغنیا میں سے جو آزمائش میں مبتلا ہیں ان پر مہربانی کر، کسی کی نعمت پر حسد نہ کر اور کسی کی غیبت نہ کر۔

(84) یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے کی فضیلت: رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''من مسح رأس يتيم لم يمسحه الا لله كان له بكل شعرة مرت عليها يده حسنات ومن أحسن إلى يتيمة أو يتيم عنده كنت أنا وهو في الجنة كهاتين وفرق بين إصبعيه السباحة والوسطى۝ یعنی: جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا تو جس جس بال پر سے اس کا ہاتھ گزرے گا اس کے عوض ہاتھ پھیرنے والے کے لیے نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو اپنے زیر کفالت یتیم (لڑکے یا لڑکی) کے ساتھ اچھا سلوک کریگا میں اور وہ جنت میں اس طرح ہونگے۔ پھر آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے اپنی شہادت اور بیچ والی انگلیوں کو جدا کر دیا۔''

(مسند احمد، حدیث ابی امامہ الباهلی، رقم: ۲۲۲۰۷، ج۵، ص ۲۵۰، مؤسسة الرسالة)

بہترین گھر: سرکارِ دو عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''خير بيت في المسلمين بيت فيه يتيم يحسن إليه وشر بيت في المسلمين بيت فيه يتيم يساء إليه۝ مسلمانوں کے گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں سے بدترین گھر وہ ہے جہاں یتیم کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔''

(سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب حق الیتیم، رقم: ۳۶۷۹، ج۲، ص ۱۲۱۳، دار الفکر بیروت)

نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''من قبض يتيما بين المسلمين إلى طعامه وشرابه أدخله الله الجنة إلا أن يعمل ذنبا لا يغفر له۝ جس نے دو مسلمانوں کے درمیان کسی یتیم کے کھانے اور پینے کی ذمہ داری لی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ضرور جنت میں داخل فرمائے گا جبکہ وہ کوئی نا قابلِ معافی گناہ نہ کرے۔'' (السنن للترمذی، کتاب البر والصلة، رحمة الیتیم وکفالته، رقم: ۱۹۱۸، ج٤، ص ۳۲۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(اے طالب ہدایت!) اس خوف سے (کہ بروزِ قیامت) حساب وکتاب ہونا ہے اپنے اوپر بدگمانی کا دروازہ بند کرلو۔۔۔۔۔۔تاویل کو وسعت دیتے ہوئے حسنِ ظن کا دروازہ کھول لو۔۔۔۔۔۔ناامیدی کے ذریعے اپنے اوپر حرص کا دروازہ بند کرلو۔۔۔۔۔۔قناعت کے ذریعے غنٰی کا دروازہ کھولنے کی جد جہد کرلو۔۔۔۔۔۔ذکر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند اشیا کے ذکر سے پاک رکھو۔۔۔۔۔۔اپنے اوقات کو ضائع نہ کرو۔۔۔۔۔۔تیرے دن رات جس چیز کو لیے جارہے ہیں اس کو پہچانو۔۔۔۔۔۔ہر آن اپنی توبہ کی تجدید کرتے رہو۔

اپنی عمر کے اوقات کے تین حصے کرلو: (۱) ایک حصہ علم سیکھنے کے لیے، (۲) ایک حصہ عمل کے لیے، (۳) ایک حصہ میں تیرے نفس کے جو حقوق تجھ پر لازم ہیں ان کو ادا کرنے لیے۔(۱۸۵)

---

(185) رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''إن لنفسك حقا ؏ یعنی: تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔''

(صحیح البخاری، ابواب التھجد، باب مایکرہ من ترك الخ، رقم: ۱۱۰۲، ج ۱، ص ۳۸۷، دار ابن کثیر)

امامِ اہلسنّت الشاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نقل فرماتے ہیں: '' ایک صاحب کو انار کی خواہش میں تیس برس گزر گئے اور نہ کھایا۔ اِس کے بعد خواب میں زیارتِ اَقدس حضورِ اکرم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم سے مشرف ہوئے کہ فرماتے ہیں: ''اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَیْكَ حَقًّا '' تیرے نفس کا بھی کچھ تجھ پر حق ہے، صبح اٹھے انار کھایا۔ اب نفس نے دودھ کی خواہش کی، فرمایا تیس برس خواہش کر پھر شاید حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم) تشریف لائیں اور فرمائیں، اس سے یہی بہتر ہے کہ صبر کر۔ فوراً خواہش دُور ہوگئی۔ (الملفوظ، ص ۱۵۷، مکتبۃ المدینہ)

..........، گزرے ہوئے اوقات سے عبرت حاصل کرو......، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں جو دو فریق ہوں گے ان کے ٹھکانے کے بارے میں غور وفکر کرو......، کہ ان میں سے ایک گروہ تو رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے سبب جنت میں ہوگا......، اور ایک گروہ اس کی ناراضی کی وجہ سے جہنم میں ہوگا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا تجھ سے جو قرب ہے اس کو پہچانو......، کراما کاتبین کا اکرام کرو......، عقل وفہم کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کو حاصل کرو......، حمد وشکر کے ساتھ ان نعمتوں کو اطاعت کے کاموں میں صرف کرو......، اپنے نفس کے اس وہم سے پرہیز کرو کہ تمہارا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کوئی رتبہ ہے......، لوگوں کو حقیر جانتے ہوئے حق کو بے وقوفی قرار دینے سے بچو بے شک یہ زہر قاتل ہے......، لوگوں کی نظروں میں گرنے سے کنارہ کش ہو جاؤ اس خوف سے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھ پر ناراض نہ ہو جائے۔(۱۸۶)

---

(186) حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک جنازہ گزرا تو اسکی اچھے لفظوں سے تعریف کی گئی اس پر سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ پھر ایک جنازہ گزرا تو اسے برے لفظوں سے یاد کیا گیا، اس پر رسولِ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا: واجب ہوگئی۔

حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: کیا واجب ہوگئی؟ نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ھذا أثنیتم علیه خیرا فوجبت له الجنة وھذا أثنیتم علیه شرا فوجبت له النار أنتم شھداء الله فی الأرض یعنی: اس میت کی تم لوگوں نے تعریف کی تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور اس میت کی تم لوگوں نے برائی بیان کی تو اس پر جہنم واجب ہوگئی۔ تم لوگ زمین پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے گواہ ہو۔'' (بخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، رقم: ۱۳۰۱، ج۱، ص ٤٦٠، دار ابن کثیر بیروت)

..........فقر کے خوف سے پہلوتہی اختیار کرو......کیونکہ موت تمہارے قریب ہے......جہاں تک ممکن ہو اپنے نیک اعمال کو چھپاؤ(۱۸۷)......مشورہ کے وقت اپنی پوری کوشش کرو ......پختہ ارادے کے ساتھ رضائے الٰہی کی خاطر محبت کرو......اوراحتیاط کے ساتھ رِضائے الٰہی کی خاطر قطع تعلق کرو۔

نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے ارشادفرمایا: ''جس مسلمان کے لیے چارافراد بھلائی کی گواہی دیں تواللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔حضرتِ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے عرض کیا: اور تین؟ فرمایا: اور تین (بھی)۔پھر ہم نے عرض کیا: اور دو؟ فرمایا: اور دو (بھی)۔پھر ہم نے ایک کے بارے میں نہیں پوچھا۔'' (ایضاً،رقم:۱۳۰۲،ج۱،ص ٤٦٠)

(187)امام حارث محاسبی کی اس نصیحت میں ریاکاری سے بچنے کی طرف اشارہ ہے،لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس کی ضروری معلومات ذکر کردی جائیں۔

ریاکاری کی تعریف: إرادۃ العامل بعبادتہ غیر وجہ اللہ تعالی کأن یقصد اطلاع الناس علی عبادتہ وکمالہ حتی یحصل لہ منھم نحو مال أو جاہ أو ثناء یعنی: بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے علاوہ کسی اور نیت یا ارادے سے عبادت کرے۔مثلاً لوگوں کو اپنی عبادت اور کمال سے آگاہ کرنا مقصود ہوتا کہ اسے لوگوں سے مال وجاہ یا ثنا حاصل ہو۔''

(الزواجر،مترجم:ج۱،ص ۱۵۳،مکتبۃ المدینہ)

ریاکاری کے درجات: حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''ریا کے بہت دَرَجے ہیں، ہر دَرَجے کا حکم علیحدہ ہے بعض ریا شرکِ اَصغر ہیں، بعض ریا حرام، بعض ریا مکروہ، بعض ثواب۔مگر جب ریا مطلقاً بولی جاتی ہے تو اس سے ممنوع ریا مراد ہوتی ہے۔''

(مرأۃ المناجیح،کتاب الرقائق،باب الریاء والسمعہ،ج۷،ص ۱۰۷ قادری پبلی کیشنز لاہور)

....

ریاکاری کی آفات: (۱).....**شیطان کے دوست:**

وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوٰلَھُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ یَّکُنِ الشَّیْطٰنُ لَہٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا (پ:۵،النساء،۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ اور نہ قیامت پر اور جس کا مصاحب شیطان ہوا تو کتنا برا مصاحب ہے۔

(۲).....**رسوائی کا استحقاق:** نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشادفرمایا: "**من سمع سمع اللہ بہ ومن راءی راءی اللہ بہ** یعنی: جو سنانا چاہے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے سنائے گا اور جو دکھانا چاہے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے دکھائے گا۔" (صحیح المسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب من اشرک فی عملہ الخ، رقم:۲۹۸۶، ج۴، ص۲۲۸۹، داراحیاء التراث العربی بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں: "یعنی جو کوئی عبادات لوگوں کو دکھانے سنانے کے لیے کرے گا تو اللہ تعالٰی دنیا میں یا آخرت میں اس کے عمل لوگوں میں مشہور کر دے گا مگر عزت کے ساتھ نہیں بلکہ ذلت کے ساتھ کہ لوگ اس کے عمل سن کر پھٹکار ہی کریں گے، ہم نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ اپنے صدقات خیرات شہرت کے لیے اخباروں دیواروں پر لکھواتے ہیں، لوگ پڑھ پڑھ کر ان پر لعن طعن کرتے ہیں کہ اس شہرت کی کیا ضرورت تھی؟

(مراٰۃ المناجیح، کتاب الرقائق، باب الریاء والسمعہ، ج۷، ص۱۰۷، قادری پبلی کیشنز لاھور)

سرکارِ دوعالم صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشادفرمایا: "**من سمع الناس بعملہ سمع اللہ سامع خلقہ یوم القیامۃ، وصغرہ وحقرہ** یعنی: جو اپنے عمل لوگوں کو سنائے گا تو اللہ تعالٰی اپنی مخلوق کے کانوں کو سنا دے گا اور اسے حقیر و ذلیل اور جھوٹا کر دے گا۔"

(شعب الایمان، باب اخلاص العمل للہ، رقم:۶۴۰۲، ج۹، ص۱۴۸، مکتبۃ الرشد ریاض)

........مذکورہ روایت کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں:

''یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے۔اس فرمانِ عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں،ایک یہ کہ ریاکار کی عبادات قیامت میں مشہور تو کی جائیں مگر اس طرح کہ اس کی شہرت سے اس کی عزت نہ ہوگی بلکہ ذلت ورسوائی ہوگی،مثلاً پکارا جائے گا کہ فلاں ریاکار نے دکھلاوے کے لیے اتنی نمازیں پڑھیں،اتنے صدقات دیے اتنے حج کیے،یہ شخص بڑا خبیث ہے،وغیرہ وغیرہ۔دوسرے یہ کہ دنیا میں ریاکار شہرت پسند آدمی کے عیوب شائع ہو جاتے ہیں،جس سے وہ بجائے نیک نام ہونے کے بدنام ہو جاتا ہے،یعنی اس کی عبادات تو مشہور نہیں ہوتیں خفیہ گناہ مشہور ہو جاتے ہیں۔''

(مراٰۃ المناجیح،کتاب الرقائق،باب الریاء والسمعہ،ج۷،ص۱۰۸ قادری پبلی کیشنز لاہور)

(۳)......**قیامت کی رسوائی:** سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:''جب قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ لوگوں کو جمع فرمائے گا تو ایک پکارنے والا پکارے گا: من کان أشرك فی عمل عمله لله تبارك وتعالى احداً فليطلب ثوابه من عند غير الله عَزَّوَجَلَّ فإن الله عَزَّوَجَلَّ أغنى الشركاء عن الشرك ۝ یعنی: جس نے ایسے کام میں جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہو کسی کو شریک کیا تو وہ اس کا ثواب بھی غیرِ خدا سے مانگے کیونکہ اللہ تعالیٰ شریکوں میں شرک سے بری ہے۔''(مسند احمد بن حنبل،مسند المکیین،حدیث أبی سعید بن أبی فضالۃ رضی اللہ عنہ،رقم:۱۵۸۷۶،ج۳،ص۴۶۶،مؤسسۃ قرطبہ)

ریاکار کی تین علامات: حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیم نے ارشاد فرمایا: ریاکار کی تین علامتیں ہیں: تنہائی میں ہو تو عمل میں سستی کرے اور لوگوں کے سامنے ہو تو جوش دکھائے،اس کی تعریف کی جائے تو عمل میں اضافہ کردے اور اگر مذمت کی جائے تو عمل میں کمی کردے۔''(الزواجر،مترجم:ج۱،ص۱۵۲،مکتبۃ المدینہ)

....

ریاکاری کے علاج: (۱)......**رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا،** بندے کو چاہیے کہ ریاکاری سے بچنے کے لیے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا بھی کرتا رہے کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے چنانچہ حدیثِ پاک میں ارشاد فرمایا: **الدعاء سلاح المؤمن و عماد الدین و نور السماوات و الأرض** دعا مومن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون اور آسمان وزمین کا نور۔''

(المستدرک، کتاب الدعا والتکبیر، رقم:۱۸۱۲، ج۱، ص۶۶۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲)......**ریاکاری کے نقصانات مدنظر رہیں:** ریاکاری سے بچنے کے لیے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بندہ ریاکاری کے نقصانات و وعیدات کو مدنظر رکھے، اس کی چند وعیدیں گزشتہ صفحات میں گزریں، اس کے مزید عقلی و نقلی نقصانات اور ریاکاری کی مثالیں جاننے کے لیے ''**احیاء العلوم**'' کی تیسری جلد، ''**الزواجر**'' کی پہلی جلد، یا فیضانِ سنت کا باب ''نیکی کی دعوت'' کا مطالعہ کریں، اس کتاب میں ان نقصانات کی تفصیل ذکر کرنا مشکل ہے۔

(۳)......**اخلاص کو شِعار بنالے:** ریاکاری سے بچنے کے لیے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بندہ اخلاص کو اپنا شعار بنالے۔

(۴)......**ہر عمل میں رضاءِ الٰہی کی نیت رہے:** ریاکاری سے بچنے کے لیے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بندہ ہر عمل میں اپنا مقصود رب تعالیٰ کی رضا رکھے، کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**إنما الأعمال بالنیات وإنما لکل امرئ ما نوی** یعنی: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔'' (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب کیف کان بدء الوحی، رقم:۱، ج۱، ص۳، دارابن کثیر)

(۵)......**خلوت وجلوت میں یکساں عمل کرے:** ریاکاری سے بچنے کے لیے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بندہ کوئی عمل تنہائی میں کرے یا لوگوں کے سامنے اس کا عمل یکساں ہو۔ چنانچہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**إن العبد إذا صلی فی العلانیة**،،،،،،،،،،،،

(اے طالبِ ہدایت!) سوائے متقی کے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ...... عالم کے سوا کسی کو اپنا ہم نشین نہ بناؤ...... عاقل وبصیر کے سوا کسی کے ساتھ میل جول نہ رکھو...... ائمہ اسلاف کی اقتدا کرو...... اپنے بعد آنے والے لوگوں کے لیے معلّم بن جاؤ...... کسی کے پاس شکوہ نہ کرو...... دین کے ذریعے دنیا نہ کھاؤ...... گوشہ نشینی میں سے اپنا حصہ لو......سوائے حلال کے کوئی چیز نہ لو...... اسراف سے پہلوتہی اختیار کرو......دنیا میں بقدرِ کفایت پر قناعت کرو...... علم کے باغات سے ادب حاصل کرو......خلوت کی جگہوں سے اُنسیت حاصل کرو......یقین کی گھاٹیوں میں حیا طلب کرو......غور وتفکر کی وادیوں سے نصیحت حاصل کرو......خوف کے باغات میں حکمت تلاش کرو......اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی مخالفت کے باوجود اس کے اپنے اوپر احسانات تو دیکھو......اس کی یاد سے اِعراض کے باجود اس کے اپنے ساتھ حلم سے پیش آنے کو تو دیکھو......اس کی ذات سے قلتِ حیا کے باوجود اس کا ستر پوشی کرنا تو دیکھو......وہ ذات تجھ سے مستغنی ہے لیکن تو اس کی طرف محتاج ہے۔

......،فاحسن وصلی فی السر فاحسن ،قال اللہ عَزَّوَجَلَّ ھذا عبدی حقاo

یعنی: بے شک بندہ جب جلوت میں بھی اچھی نماز پڑھتا ہے اور خلوت میں بھی اچھی نماز پڑھتا ہے، تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: یہ میرا سچا بندہ ہے۔" (سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد،باب التوقی علی العمل، رقم: ۴۲۰۰،ج۲،ص ۱۴۰۵،دارالفکر بیروت)

(۶)......حتی الامکان نیکیوں کو چھپانے کی کوشش کرے: ریاکاری سے بچنے کے لیے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بندہ جب بھی کوئی نیک عمل کرے تو اس کو حتی الامکان چھپانے کی کوشش کرے۔

اپنے رب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت رکھنے والے کہاں ہیں؟

اس کی نافرمانی کرنے سے خوف زدہ رہنے والے کہاں ہیں؟

اس کے قرب سے خوش ہونے والے کہاں ہیں؟

اس کے ذکر میں مشغول رہنے والے کہاں ہیں؟

رحمتِ خداوندی کے چھن جانے سے ڈرنے والے کہاں ہیں؟

اے دھوکہ میں مبتلا شخص! یہی مغفرت یافتہ لوگ ہیں۔

کیا تجھے ربِ جلیل عَزَّوَجَلَّ ملاحظہ نہیں فرما رہا؟ کہ تو نے حیا کو چاک کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ بات ذہن نشین کرلو کہ گناہ غفلت کا سبب بنتے ہیں، غفلت قسوت (سخت دلی) کا سبب بنتی ہے، قسوت اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دوری کا سبب بنتی ہے، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دوری جہنم میں جانے کا باعث بنتی ہے (۱۸۸) اور اس کے بارے میں غور و فکر

---

(188) شیخ طریقت امیر اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ العَالِیَہ نقل فرماتے ہیں: ''نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی انسان گناہ کرتا ہے تو اُس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ بن جاتا ہے، جب دوسری بار گناہ کرتا ہے تو دُوسرا سیاہ نقطہ بنتا ہے یہاں تک کہ اُس کا دِل سیاہ ہو جاتا ہے۔ نتیجۃً بھلائی کی بات اُس کے دِل پر اثر انداز نہیں ہوتی۔'' (درمنثور، ج۸ص ٤٤٦)

اب ظاہر ہے کہ جس کا دِل ہی زنگ آلود اور سیاہ ہو چکا ہو اُس پر بھلائی کی بات اور نصیحت کہاں اثر کرے گی! ایسے انسان کا گناہوں سے باز و بیزار رہنا نہایت ہی دُشوار ہو جاتا ہے، اُس کا دِل نیکی کی طرف مائل ہی نہیں ہوتا، اگر وہ نیکی کی طرف آ بھی گیا تو بسا اَوقات اُس کا جی اِسی سیاہی کے سبب نیکی میں نہیں لگتا اور وہ سنّتوں بھرے مَدَنی ماحول سے بھاگنے ہی کی تدبیریں سوچتا ہے۔ اُس کا نفس اُسے لمبی اُمیدیں دِلاتا، غفلت اُسے گھیر لیتی اور وہ بدنصیب سنّتوں بھرے مَدَنی ماحول سے دُور جا پڑتا ہے۔'' (غیبت کی تباہ کاریاں، ص ١٥٥، ١١٦، مکتبۃ المدینہ)

تو محض زندہ لوگ کرتے ہیں، جبکہ وہ لوگ کہ جو مردوں کی مثل ہیں انہوں نے توحبِ دنیا کی وجہ سے اپنے آپ کو مار ڈالا ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھو کہ جس طرح دن کی روشنی اندھے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی،،،،،، اسی طرح نورِ علم سے بھی صرف متقی لوگوں کے دل منور ہوتے ہیں، جس طرح مردے کو دوا نفع نہیں پہنچا سکتی،،،،،، اسی طرح محض دعوی کرنے والوں کو ادب کوئی فائدہ نہیں دے سکتا،،،،،، اور جس طرح سخت پتھر پر شدید بارش کچھ بھی نہیں اگا سکتی،،،،،، اسی طرح حبِ دنیا میں مبتلا شخص کے دل میں حکمت پیدا نہیں ہو سکتی۔ جس نے اپنی نفسانی خواہشات کو محبوب رکھا اس کے عمدہ اخلاق میں کمی آجائے گی،،،،،، جس نے اپنے علم کے مُقْتَضٰی (یعنی علم جس شے کا تقاضا کرے اس) کے خلاف عمل کیا اس کی جہالت ہی میں اضافہ ہوگا،،،،،، اور جس کی دوا نے خود اسے نفع نہ پہنچایا وہ کسی دوسرے کا کیا علاج کرے گا؟

(اے طالب ہدایت!) یہ بات تجھے معلوم ہونی چاہیے،،،،،، کہ لوگوں میں سب سے زیادہ راحت میں،،،،،، اور سب سے کم غموں میں وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو دنیا سے کنارہ کش ہوتے ہیں اور لوگوں میں سب زیادہ مشقت میں اور بہت زیادہ مشغولیت میں وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو ہر وقت اہتمامِ دنیا میں مستغرق رہتے ہیں۔ دنیا سے بے رغبتی پر جو وصف سب سے زیادہ ابھارتا ہے،،،،،، وہ قصرِ امل (امیدوں کا کم ہونا) ہے اور اہلِ معرفت کے حالات کے سب سے زیادہ قریب کرنے والی چیز ذکر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے۔ اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۔ ترجمہ کنزالایمان: ''بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔'' (النساء:۱)

(اے طالب ہدایت!) یہ بات یاد رکھ کہ سچائی سے زیادہ آسان کوئی راستہ نہیں

ہے۔۔۔۔۔۔علم سے زیادہ کامیاب کوئی دلیل نہیں ہے۔۔۔۔۔۔اور تقوی سے بہتر کوئی زادِراہ نہیں ہے۔

(یہ بات بھی جان لو کہ) وساوس کی کاٹ کے لیے فضولیات کو ترک کردینے سے بڑھ کر میں نے کسی شے کو فائدہ مند نہیں پایا۔۔۔۔۔۔اور دل کو منور کرنے کے لیے سلامتی صدر سے بڑھ کر کسی شے کو نہیں پایا۔۔۔۔۔۔میرے نزدیک بندۂ مومن کی کرامت اس کا تقوی۔۔۔۔۔۔حلم۔۔۔۔۔۔صبر۔۔۔۔۔۔عقل۔۔۔۔۔۔مصائب پر صبر کرنا۔۔۔۔۔۔دوستی۔۔۔۔۔۔اور عفو و درگزر کرنا ہے۔۔۔۔۔اور اس کا شرف تواضع اور نرمی ہے۔

یہ بات بھی جان لو کہ بندے کا غنٰی سے محبت رکھنا باوجود اس کے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مشیت اس کو فقر میں رکھنا ہے اس کی ناراضی کو مول لینا ہے۔۔۔۔۔اسی طرح بندے کا فقر کو پسند کرنا باوجودیکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مشیت اس کو غنٰی میں رکھنا ہے یہ جور و ظلم ہے۔۔۔۔۔۔اور یہ دونوں صورتیں معرفت کی قلت کی وجہ سے ناشکری میں اور علم کی کمی کی وجہ سے اوقات کو ضائع کرنے میں داخل ہیں۔۔۔۔۔۔اس کی وجہ یہ ہے کہ غنی کے ایمان کو فقر اور فقیر کے ایمان کو غنٰی کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ جیسا کہ حدیثِ پاک میں وارد ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: میرے بعض بندوں کے لیے فقر ہی فائدہ مند ہے۔۔۔۔۔۔اگر میں ان کو مالدار کردوں تو مالداری ان کے ایمان کو بگاڑ کر رکھ دے گی ۔۔۔۔۔۔اور میرے بعض بندوں کے ایمان کے لیے مالداری ہی فائدہ مند ہوتی ہے اگر میں ان کو فقیری میں مبتلا کردوں تو فقر ان کے ایمان کو بگاڑ کر رکھ دے گا۔''

اسی طرح کا فرمان صحت و مرض کے بارے میں وارد ہے۔ جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت کی سعادت سے مشرف ہو وہ اس کی ذات پر کبھی بھی اعتراض نہ کرے گا اور جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دولتِ فہم عطا فرمائی ہو وہ اس کے فیصلے پر راضی رہے گا۔ اگر

اہلِ علم کے لیے یہی ایک آیت ہوتی تو وہ ان کو کافی ہوتی (وہ آیت یہ ہے):

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۔ (پ: ۲۰، القصص: ۶۸)

ترجمہ کنزالایمان: ''اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے ان کا کچھ اختیار نہیں۔''

(امام محاسبی فرماتے ہیں:) جاہلوں کے اخلاق،،،،، گناہ گاروں کے ساتھ مُجَالَسَة (اٹھنے بیٹھنے)،،،،، نافرمانوں کی وصیت،،،،، مغروروں کے دعووں،،،،، دھوکہ میں مبتلا لوگوں کی امیدوں اور ناامید لوگوں کی مایوسی سے دور رہو۔ حق پر عمل کرو،،،،، ذاتِ باری تعالیٰ پر اعتماد کرو،،،،، نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرو،،،،، کیونکہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات سے سچا تعلق رکھتا ہوگا،،،،، اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر رحمت فرمائے گا،،،،، اور جو غیر اللہ کے لیے زیب و زینت اختیار کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے رسوا کردے گا۔ جو اس کی ذات پر توکل کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے کافی ہوگا،،،،، اور جو اس کے غیر پر اعتماد کرے گا اسے وہ ناامید کردے گا،،،،، جو اس کا خوف دل میں رکھے،،،،،،،،،،،،،،

شانِ نزول: مذکورہ آیت کے تحت صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ''یہ آیت مشرکین کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو نبوت کے لیے کیوں برگزیدہ کیا؟ یہ قرآن مکہ و طائف کے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ اتارا؟ اس کلام کا قائل ولید بن مغیرہ تھا اور بڑے آدمی سے وہ اپنے آپ کو اور عروہ بن مسعود ثقفی کو مراد لیتا تھا۔ اس کے جواب میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ رسولوں کا بھیجنا ان لوگوں کے اختیار سے نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے اپنی حکمت وہی جانتا ہے، انہیں اس کی مرضی میں دخل کی کیا مجال۔''

(خزائن العرفان، پ: ۲۰، القصص: ۶۸)

،،،،،،،،،،،وہ اسے اپنے عذاب سے محفوظ رکھے گا،،،،،، جو اس کا شکر ادا کرے گا وہ اس کو مزید نعمتیں عطا فرمائے گا،،،،،، جو اس کی اطاعت کرے گا وہ اسے عزت عطا فرمائے گا،،،،،، جو اس کے حکم کو فوقیت دے گا اسے وہ اپنا محبوب بنالے گا اور جسے اس کا مولا عَزَّوَجَلَّ اپنا محبوب بنالے وہ کامیاب ہوگیا۔"(۱۸۹)

---

(189)منقول ہے کہ حضرت حامد لفاف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے لیے جانے کا ارادہ فرمایا ادھر معاملہ یہ پیش آیا کہ آپ کا گدھا گم ہوگیا، آٹا چکی میں تھا اور زمین کو پانی لگانے کی باری بھی آچکی تھی۔ آپ نے دل میں سوچا کہ اگر میں جمعہ کی نماز کے لیے جاتا ہوں تو یہ کام نہ ہوسکیں گے، پھر دل ہی دل میں کہنے لگے: آخرت کا عمل پہلے ہے، اور آپ جمعہ کی نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ جب آپ نماز جمعہ پڑھ کر واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کی زمین میں آب پاشی ہوچکی تھی، آپ کا گدھا اصطبل میں پہنچ چکا تھا اور آپ کی زوجہ محترمہ روٹیاں پکا رہی تھیں۔ آپ نے اپنی زوجہ محترمہ سے ان چیزوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: گدھے کا معاملہ تو یہ ہوا کہ میں دروازے کی دستک سن کر باہر نکلی کیا دیکھتی ہوں کہ باہر گدھا کھڑا ہوا ہے میں نے دروازہ کھولا تو گدھا اندر داخل ہوگیا، کھیت کی آب پاشی کا معاملہ یہ ہوا کہ ہمارے پڑوسی نے اپنی زمین کی آب پاشی کا ارادہ کیا لیکن اس کو نیند نے آلیا اور وہ سوگیا اور پانی ہماری زمین میں آگیا اور آٹے کا معاملہ یہ ہوا کہ ہمارے پڑوسی کا چکی میں آٹا تھا وہ اپنا آٹا لینے گیا تو غلطی سے ہمارا آٹا اٹھا لایا، گھر آکر اس کو معلوم ہوا تو وہ آٹا ہمارے گھر چھوڑ گیا۔ یہ سن کر آپ نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے مالک ومولا عَزَّوَجَلَّ! میں نے ایک کام کیا تھا اور تو نے میری تین حاجتیں پوری فرمادیں اے مالک ومولا عَزَّوَجَلَّ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں۔" (کتاب القلیوبی، ص ٤٨، ایچ، ایم سعید کمپنی)

(اے طالب ہدایت!) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ عقل والا معاملہ کرنے...... خواہشات پر عمل کرنے...... حق کو ترک کردینے...... باطل کی طرف لوٹنے اور توبہ سے غفلت کی صورت میں مغفرت کی تمنا کرنے سے دور رہو۔ علم وعمل میں سے صرف اسی پر قناعت کرو جس کی اصل (جڑ) یقین سے ثابت ہو، جس کی فرع (شاخ) سچائی کے ساتھ بلند ہو اور جس کا تنا تقوی کے پھل سے پھل دار ہو، جس کی دلیل خوف کے ساتھ قائم ہو، جس کی خلوت خشیت میں ڈوبی ہوئی ہو۔

پس تم اپنے نفس کی سستی پر راضی نہ ہونا...... کیونکہ عمل میں (جان بوجھ کر) کوتاہی کرنے والے کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا...... یہ بات بھی یاد رکھو: آدمی کی سعادت مندی یہ ہے کہ جو شے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے اس کے بارے میں اسے اچھی نیت حاصل ہوجائے اور اس کے پسندیدہ کاموں کی اسے توفیق حاصل ہوجائے۔

جس کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو عقل عطا فرماتا ہے...... علم کی محبت اس کے دل میں ڈال دیتا ہے...... اس کو اپنا خوف عطا فرماتا ہے...... اس کو نرمی کی توفیق عطا فرماتا ہے...... قناعت کے ذریعے اس کو غنٰی عطا فرماتا ہے اور اس کے عیوب پر اسے مطلع فرماتا ہے۔

(اے طالب خیر!) اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے یہ بات یاد رکھو کہ صدق واخلاص ہر حالت میں ضروری ہے...... صدق سے صبر، قناعت...... زہد...... رضا...... اور اُنس پیدا ہوتے ہیں جبکہ اخلاص سے یقین...... خوف...... محبت...... احترام...... حیا ...... اور تعظیم پیدا ہوتی ہے۔

ان مقامات میں سے ہر مومن کے لیے ایک مقام ہے...... جس کے ذریعے اس کی حالت کی معرفت ہوتی ہے...... لہذا رجا (امید) کی حالت میں اسے خائف......

خوف کی حالت میں اسے امیدوار،،،،،،رضا کی حالت میں اس کو صابر،،،،،،اور حیا کی حالت میں اس کو محب کہا جائے گا،،،،،،اور اس کی حالت کا قوی و ضعیف ہونا آدمی کے ایمان و معرفت کے مطابق ہوگا۔

ان تمام حالات میں سے ہر ایک حالت کے لیے تین علامات ہیں جن کے ذریعے اس حال کی معرفت ہوگی۔

صدق تین چیزوں میں منحصر ہے کہ ان کے سوا صدق مکمل نہ ہوگا:

(۱)......سچے دل کے ساتھ ایمان قبول کرنا۔(۲)......اعمال میں نیت کا سچا ہونا اور (۳)......کلام کے الفاظ کا سچا ہونا۔

اسی طرح صبر بھی تین چیزوں میں منحصر ہے کہ ان کے بغیر صبر مکمل نہ ہوگا:

(۱)......اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر اس کی حرام کردہ اشیاء سے صبر کرنا،(۲)......اس کے حکم کی اتباع پر صبر کرنا،اور(۳)......مصیبت کے وقت صبر کرنا۔

اسی طرح قناعت بھی تین اشیاء میں منحصر ہے:(۱)وافر غذا کے باوجود کم کھانا،اور (۲)اسباب کی قلت اور خوراک کے نہ ہونے کے وقت دل کے فقر کی حفاظت کرنا، اور(۳)فاقہ مستی کے باوجود یادِ باری تعالیٰ سے سکون حاصل کرنا۔

قناعت کا ابتدائی اور انتہائی درجہ: اس کا ابتدائی درجہ تو یہ ہے کہ وسعت کے باوجود فضولیات کو ترک کر دیا جائے اور اس کا انتہائی درجہ یہ ہے کہ اسباب نہ ہونے کے باوجود بندہ غنی میں رہے۔اسی وجہ سے بعض نے فرمایا:**"قناعت رضا سے اعلیٰ ہے۔"** اس ارشاد میں قناعت سے اس کا انتہائی درجہ مراد ہے،،،،،،کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی رہنے والا شخص منع اور عطا میں بدلتا نہیں ہے،،،،،،اور جس کو قناعت کا انتہائی درجہ نصیب ہو وہ اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے،،،،،،اور خواہش

نفس کی بنا پر زیادتی کا طالب نہیں رہتا۔

زُہد تین اشیا میں منحصر ہے......ان کے سوا کسی کو زاہد نہیں کہا جائے گا: (۱)......مال سے ہاتھ خالی رکھے (۲)......حلال اشیا سے بھی اپنے آپ کو دور رکھے اور (۳)......اکثر و غالب دنیا کو بھولا رہے۔

آدمی اِن تین اشیا کے ذریعے بھی زاہد بن سکتا ہے: (۱)......فاسد ارادوں کے وارد ہونے کے وقت نفس کو گناہوں سے بچانا، (۲)......غِنٰی کے مقامات کو چھوڑ دینا، اور (۳)......حاجت کے وقت غیر مشتبہ اشیا کو اختیار کرنا۔

اُنس بھی تین اشیا میں منحصر ہے: (۱)......خلوت میں ذکر و علم سے انسیت حاصل کرنا، (۲)......خلوت کے ساتھ ساتھ یقین و معرفت سے انس حاصل کرنا اور (۳)......ہر حالت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات سے اُنس رکھنا۔

اسی طرح رِضا بھی تین اشیا میں منحصر ہے: (۱)......اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احکام کو قبول کرنا، (۲)......اس کے حکم کی اتباع کرنا اور (۳)......اس کے فیصلے میں اپنی پسند کو ترک کر دینا۔

(اے طالب رشد و ہدایت!) رِضا محبت کا سلسلہ،،،، نفسِ توکل،،،، اور یقین کی روح ہے۔ چنانچہ حضرت سیّدنا ایوب بجستانی و فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالی علیہما سے مروی ہے کہ: رِضا توکل ہی کا نام ہے۔''

پس یہ صدق کے درجات ہیں جو کہ اوصافِ علم ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا ارشادِ گرامی ہے: جب صادق کا صِدق مکمل ہو جائے تو وہ اپنے ہاتھ کی چیز کا بھی مالک نہیں رہتا۔ بہر حال اخلاص کی شاخیں یہ ہیں: کسی بھی شخص کو اس وقت تک مخلص نہیں کہا جا سکتا کہ جب تک وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو مثل، شریک، بیوی اور اولاد

سے پاک نہ مانے، توحید پر ثابت قدم نہ رہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اپنی مراد نہ بنا لے۔

یقین کی صحت تین اشیا میں منحصر ہے: (۱)...... اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات پر بھروسہ کرنے میں دل کو سکون ملنا، (۲)...... اس کے حکم کی فرمانبرداری کرنا اور (۳)...... علم پڑھ کر علم کے مقتضی کے مطابق اللہ عَزَّوَجَلَّ سے خائف رہے۔

یقین کا ابتدائی اور انتہائی درجہ ہے،،،، اس کا ابتدائی درجہ طمانینت ہے،،،، اور انتہائی درجہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اپنے لیے کافی جاننا ہے اس کے اس فرمان کی وجہ سے:

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ۔ ترجمہ کنزالایمان: ''کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں۔'' (الزمر:۳٦)

اور اس فرمان کی وجہ سے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۠ ترجمہ کنزالایمان: ''اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے۔'' (الانفال:٦٤)

مذکورہ آیت میں مذکور ''حَسْبُ'' کا معنی ہے کفایت فرمانے والا اور ''مُکْتَفِی (قانع)'' وہ بندہ ہے کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فیصلے پر راضی ہے۔ ہم نے جو یقین کا آخری درجہ کہا تو مقامِ یقین میں بندے کے اوصاف مراد ہیں، علم میں یقین کا انتہائی درجہ اس سے مراد نہیں ہے کیونکہ اس درجہ تک مخلوقِ خدا میں سے کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔

جیسا کہ (نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم کی طرف منسوب موضوع) روایت میں ہے: ''تم میں سے کوئی بھی شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا۔ عرض کی گئی ہمیں تو یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ پانی پر چلا کرتے تھے۔ ارشاد فرمایا: اگر ان کے یقین اور خوفِ خدا میں مزید ترقی ہوتی تو وہ ہوا پر چلا کرتے۔''

(جامع الاحادیث: ج۹، ص۸۳؛ حلیہ، ج۸، ص ۱۵٦، نوادر الاصول، ج۳، ص ۱۷۰، کنز العمال، ج۳، ص۴۳۹، احیاء العلوم، ج ٤، ص ۹۷۔۲۵۰)

(مذکورہ روایت کو ''رسالۃ المسترشدین'' کے محقق نے موضوع قرار دیا ہے اور کہا کہ حافظ زین الدین عراقی نے اسے بکر بن عبداللہ مزنی کا قول قرار دیا ہے۔)

(اے طالب ہدایت!) خوف یقین کے بعد ہی حاصل ہوگا کیا تم نے کسی ایسے شخص کو خائف پایا ہے کہ جسے یقین کے بغیر خوف حاصل ہو؟

خوف تین اشیا میں منحصر ہے: (۱)......**ایمان کا خوف:** اس کی علامت یہ ہے کہ بندہ گناہوں کو ترک کرنے میں اپنی تمام تر کوشش صرف کردے اور یہ مریدین کا خوف ہے۔

(۲)......**سلبِ ایمان کا خوف:** اس کی علامت خشیت، ڈر اور پرہیز گاری ہے، یہ معرفت باری تعالی رکھنے والے علما کا خوف ہے۔

(۳)......**مقامِ قُرب کے فوت ہونے کا خوف:** اس کی علامت یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہیبت وجلال کے سبب اس کی رِضا حاصل کرنے کے لیے اپنی کوشش صرف کرنا اور یہ صدیقین کا خوف ہے۔

(۴)......**خوفِ اعظام:** خوف کا ایک چوتھا درجہ بھی ہے جس کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ملائکہ وانبیاعلیہم السلام کو خاص فرمایا ہے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت و بزرگی کا خوف ہے۔ حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ان کو امان حاصل ہوتی ہے۔ اور ان کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندگی وعبادت کرنا صرف اس کی جلالت وعظمت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

محبت تین اشیا میں منحصر ہے ان کے بغیر کسی کو محبت نہیں کہا جاسکتا: (۱)...... اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر مومنوں سے محبت رکھنا اور اس کی علامت یہ ہے کہ مخلوقِ خدا کو ایذا نہ

پہنچائے اور شریعتِ محمدیہ کے طریق پر ان کو نفع پہنچائے۔

(۲)......اَللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر اس کے رسول صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم سے محبت رکھنا اس کی علامت یہ ہے کہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کی سنتوں کی اتباع کی جائے، اَللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ (آل عمران:۳۱)

ترجمہ کنزالایمان: ''اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے۔''

(۳)......گناہوں پر اَللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کو ترجیح دے کر اس کی ذات سے محبت کرنا اور کہا جاتا ہے کہ نعمت کا تذکرہ محبت کا باعث ہے۔

(اے طالبِ ہدایت!) محبت کا ابتدائی، وسطانی اور انتہائی درجہ ہے۔

ابتدائی درجہ: اَللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں اور احسانات کے سبب اس کی ذات سے محبت رکھنا۔

حضرت سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشادِ سعادت بنیاد ہے: ''دلوں کو ان پر احسان کرنے والوں کی محبت پر پیدا کیا گیا ہے۔ وعدہ، رحمت، مہربانی اور درگزر کرنے میں اَللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ حلیم و کریم سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے؟

وسطانی درجہ: اَللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ کے اوامر (احکامات) کی پیروی کرنا اور اس کے نواہی (منع کی ہوئی اشیاء) سے اجتناب کرنا اس طرح کہ رب تعالٰی تجھے صرف مامور بہ (جس چیز کو کرنے کا حکم دیا گیا ہو) میں مشغول پائے اور مَنْہِی عنہ (جس چیز سے منع کیا گیا ہے) سے دور پائے اور جب مخالفت پائی جائے گی تو اوامر کا اعتراف اور نواہی سے اجتناب جاتا رہے گا۔

انتہائی درجہ: اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حق کی وجہ سے اس سے محبت کرنا، حضرت علی بن فضیل رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا ارشاد ہے: "اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے صرف اس لیے محبت رکھتا ہوں کہ وہ اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہے۔"

ایک شخص نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے عرض کی مجھے وصیت کیجئے اس پر آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ارشاد فرمایا: میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے خوب محبت رکھنا حتی کہ تمھارے نزدیک اس کی ذات سے کوئی شے محبوب نہ رہے اور اس کا خوب خوف رکھنا حتی کہ تجھے اس کی ذات سے زیادہ کسی شے کا خوف نہ رہے اور اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ایسی امید رکھنا کہ جو تمھارے اور خوف کے درمیان حائل رہے، لوگوں کے لیے وہ پسند کرنا جو تم اپنے لیے پسند کرو، (اس کے بعد اس سے فرمایا) کھڑے ہو جاؤ! میں نے تمھارے لیے تورات، زبور، انجیل اور قرانِ مجید کے علوم کو جمع کر دیا ہے۔

(اے طالب ہدایت!) حیا میں اکرام و تعظیم کا وہی رتبہ ہے کہ جو جسم میں سر کا رتبہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتا اور جب بندہ رب عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرتا ہے تو اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ عزت و عظمت عطا فرماتا ہے اور افضل حیا اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف رکھنا ہے۔

مراقبہ تین اشیا میں منحصر ہے: (۱) عمل کے ذریعے اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں اس کا خوف رکھنا، (۲) گناہوں کو ترک کرتے ہوئے دوبارہ معصیت میں مبتلا ہو جانے کا خوف رکھنا اور (۳) ہر ارادے و خیال میں اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف رکھنا نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے (تو کیا ہوا) وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

بندے کا اللہ عَزَّوَجَلَّ سے خوف رکھنا یہ جسم پر رات کے قیام اور دن کے روزوں سے سخت تر ہے، حضرت سیّدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجهہ الکریم سے مروی ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے زمین میں کچھ برتن ہیں ان میں سے بعض میں دل ہیں ان میں سے اس کی بارگاہ میں صرف وہی مقبول ہیں جو صاف، پختہ اور نرم ہیں۔''

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے اپنے دل کو صاف رکھے، اس طرح کہ اس کے امر و نہی کی اتباع کرے، نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کے لیے اپنے دل کو صاف رکھے اس طرح کہ قولاً، عملاً اور نیۃً آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کے لائے ہوئے احکامات کو قبول کرے اور مومنوں کے لیے اپنے دل کو صاف رکھے اس طرح کہ ان میں سے کسی کو بھی تکلیف نہ پہنچائے بلکہ ان کو نفع پہنچانے کی کوشش کرے۔

(حضرت سیّدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجهہ الکریم کے فرمان میں وارد لفظ) ''وَرَقَ'' کے دو معانی ہو سکتے ہیں: (۱) بُکَاء، (آہ و زاری) اور (۲) رَأْفَة (دل کی نرمی) کے ساتھ رقت۔

وَبِاللہ التوفیق حسبنا و نعم الوکیل

۲۶ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۳۲ھ بروز بدھ شب 11:40 23.11.2011

ابوالحسن خضر حیات عطاری مدنی ڈیروی

مدرس جامعۃ المدینہ فیضانِ زکریا مدینۃ الاولیا ملتان

03006759125

03155952526

khizarattari1112@gmail

مآخذ و مراجع کی فہرست

کتبِ تفاسیر

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
1	روح البیان	علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی ۱۱۳۷ھ	کوئٹہ
2	تفسیر الصاوی	احمد بن محمد صاوی، متوفی ۱۲۴۱ھ	مکتبہ غوثیہ کراچی
3	احکام القرآن	ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار عالم الکتب ریاض
4	تفسیر کبیر	علامہ فخر الدین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی
5	تفسیر ابنِ کثیر	اسماعیل بن عمر بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ	دار طیبہ
6	نور العرفان	حکیم الامت مفتی احمد یار خان، متوفی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی
7	خزائن العرفان	صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ

کتبِ احادیث

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
8	صحیح البخاری	ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی: ۲۵۶ھ	دار ابن کثیر
9	صحیح المسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری نیسابوری، متوفی: ۲۶۱ھ	دار احیاء التراث العربی
10	سنن ابو داود	ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار الکتاب العربی بیروت
11	سنن الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار احیاء التراث العربی
12	حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتاب العربی بیروت
13	شعب الایمان	احمد بن حسین بن علی، ابو بکر بیہقی متوفی ۴۵۸ھ	مکتبۃ الرشد ریاض

14	ابنِ عساکر	علی بن الحسن المعروف ابن عساکر، متوفی ۵۷۱	قدیمی کتب خانہ
15	جامع الصغیر	جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی ۹۷۵ھ	دارالفکر بیروت
16	الترغیب والترہیب	عبدالعظیم بن عبدالقوی، متوفی ۶۵۶ھ	دارالفکر بیروت
17	السنن للنسائی	احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
18	المقاصد الحسنۃ	محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی، متوفی ۹۰۲ھ	دارالکتاب العربی
19	تہذیب التہذیب	احمد بن علی عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دارالفکر بیروت
20	الزہد لابن مبارک	ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مبارک، متوفی ۱۸۱ھ	دارالکتب العلمیہ
21	ریاض الصالحین	یحیی بن شرف الدین نووی، متوفی ۶۷۶ھ	کراچی
22	مسند امام احمد	احمد بن محمد بن حنبل شیبانی، متوفی ۲۴۱ھ	مؤسسۃ قرطبہ
23	البدایہ والنہایۃ	اسماعیل بن عمر بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت
24	المستدرک للحاکم	امام حاکم محمد بن عبداللہ، متوفی ۴۰۵ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
25	الفردوس بمأثور الاخبار	ابوشجاع شیرویہ بن شہردار، متوفی ۵۰۹ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
26	کنز العمال فی سنن الاقوال	علاء الدین علی بن حسام الدین، متوفی ۹۷۵ھ	مؤسسۃ الرسالۃ
27	کشف الخفاء للعجلونی	اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی، متوفی ۱۱۶۲ھ	داراحیاء التراث العربی
28	کتاب الصمت	ابن ابی الدنیا، متوفی ۲۸۱ھ	دارالکتاب العربی
29	مجمع الزوائد	علی بن ابی بکر بن سلیمان ہیثمی، متوفی ۸۰۷ھ	دارالفکر بیروت
30	الزواجر، مترجم	احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی، متوفی ۹۷۴ھ	مکتبۃ المدینہ
31	معرفۃ السنن والآثار	ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
32	المعجم الکبیر للطبرانی	سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالحرمین قاہرہ

کتب شروح احادیث

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
33	نزہۃ القاری	علامہ شریف الحق امجدی، متوفی ۱۴۲۰ھ	فرید بک سٹال
34	فیض القدیر	علامہ عبدرؤف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
35	مراۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان، متوفی ۱۳۹۱ھ	قادری پبلی کیشنز لاہور
36	شرح النووی علی مسلم	یحیی بن شرف الدین نووی، متوفی ۶۷۶ھ	داراحیاء التراث العربی
37	شرح موطا امام محمد	قاطع رافضیت حضرت علامہ مولانا محمد علی	فرید بک سٹال لاہور

کتب تصوف

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
38	رسائل لاحمد بن عجیبہ	شیخ احمد بن عجیبہ حسنی شاذلی، متوفی ۱۲۲۴ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
39	احیاء العلوم	حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دارالمعرفۃ بیروت
40	منہاج العابدین	حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	ابن القیم دمشق
41	التعلیقات علی رسالۃ المسترشدین	عبدالفتاح ابوغدہ، متوفی ۱۴۱۷ھ	دارالسلام
42	مثنوی روم	مولانا جلال الدین رومی	خدیجہ پبلی کیشنز لاہور
43	الحدیقۃ الندیۃ	شیخ عبدالغنی نابلسی، متوفی ۱۱۴۳ھ	مکتبۃ الحقیقۃ ترکی
44	بحرالدموع	ابوالفرج ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	المکتبۃ الشاملہ
45	احسن الوعاء	مولانا نقی علی خان، متوفی ۵۹۷ھ	مکتبۃ المدینہ
46	عیون الحکایات	ابوالفرج ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	مکتبۃ المدینہ

47	بدگمانی	المدینۃ العلمیہ	مکتبۃ المدینہ
48	تکبر	المدینۃ العلمیہ	مکتبۃ المدینہ
49	الروض الفائق	شیخ شعیب حریفیش، متوفی ۸۱۰ھ	مکتبۃ المدینہ
50	ایہاالولد، مترجم	حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	مکتبۃ المدینہ
51	فیضان سنت	امیر اہلسنت مولانا الیاس قادری دامت برکاتہم العالیہ	مکتبۃ المدینہ
52	شیطان کا بڑا بھائی	ابوالحسن خضر حیات عطاری عفی عنہ	میلاد پبلی کیشنز
53	مقاصد الرعایۃ	ابو عبداللہ حارث بن اسد محاسبی، متوفی ۲۴۳ھ	دارالفکر بیروت
54	کتاب القلیوبی	علامہ احمد شہاب الدین قلیوبی متوفی ۱۰۶۹ھ	ایچ ایم سعید کمپنی
55	التعرف لمذہب اہل التصوف	ابوبکر محمد کلاباذی، متوفی ۳۸۰ھ	دار صادر بیروت
56	جامع بیان العلم وفضلہ	یوسف بن عبداللہ نمری، متوفی ۴۶۳ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
57	خطبات محرم	جلال الدین امجدی	اکبر بک سیلرز لاہور
58	تعلیم المتعلم	امام برہان الاسلام ابراہیم زرنوجی	مکتبۃ المدینہ
59	بصائر ذوی التمییز	محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ	المکتبۃ الشاملہ

کتب لغت

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
60	کتاب التعریفات	علی بن محمد سید شریف جرجانی، متوفی ۱۳۳۱ھ	دارالکتاب العربی بیروت
61	لسان العرب	محمد بن مکرم بن منظور افریقی مصری، ۷۱۱ھ	دار صادر بیروت
62	المفردات للراغب	ابوالحسین بن محمد راغب اصفہانی، متوفی ۵۰۲ھ	دارالعلم دمشق

کتب فقہ

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
63	المبسوط للسرخسی	ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی، متوفی ۴۹۰ھ	دار الفکر، بیروت
64	الاختیار لتعلیل المختار	عبداللہ بن محمود بن مودود موصلی، متوفی ۶۸۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
65	موسوعہ فقہیہ کویتیہ	متعدد علماء	وزارۃ الاوقاف، الکویت
66	فتاوی رضویہ	اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
67	بہار شریعت	صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۸ھ	مکتبۃ المدینہ
68	الملفوظ	مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان متوفی ۱۴۰۲ھ	مکتبۃ المدینہ
69	وقار الفتاوی	مفتی محمد وقار الدین، متوفی ۱۴۱۳ھ	بزم وقار الدین کراچی
70	فتاوی نوریہ	فقیہ اعظم مفتی نور اللہ نعیمی متوفی ۱۴۰۳ھ	فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور
71	حبیب الفتاوی	مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی اشرفی متوفی ۱۹۷۵ء	شبیر برادرز لاہور
72	فتاوی خلیلیہ	مفتی خلیل احمد قادری برکاتی	ضیاء القرآن پبلی کیشنز
73	مقالات مفتی اعظم	مفتی عبد القیوم ہزاروی	جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

کتب سیرت

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
74	الطبقات الصغری	عبد الوہاب بن احمد شعرانی متوفی ۹۷۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
75	تاریخ الخلفاء	جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی ۹۷۵ھ	مصر
76	حیات اعلیٰ حضرت	علامہ ظفر الدین محدث بہاری	برکاتی پبلشرز کراچی
77	سیرت صدر الشریعہ	حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری	مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور
78	حالات زندگی حکیم الامت	شیخ بلال احمد صدیقی	نعیمی کتب خانہ گجرات

79	ذکرِ سیرانی	مفتی فیض احمد اویسی، متوفی ۱۴۳۱ھ	مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور
80	نور نور چہرے	شرف ملت عبدالحکیم شرف قادری	نوری کتب خانہ لاہور
81	حیاتِ فقیہِ زماں	حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری	مکتبہ اعلیحضرت لاہور
82	روشن ستارے	نور الزمان نوری	منہاج القرآن علماء کونسل فیصل آباد
83	انوارِ حافظ الحدیث	محمد نعیم اللہ خان	جلالیہ پبلی کیشنز بھکی شریف
84	سوانح شیر بیشہ سنت	محبوبِ ملت مفتی محبوب علی خان	نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
85	خیر آبادیات	اسید الحق قادری بدایونی	مکتبہ اعلیحضرت لاہور
86	حیاتِ غزالی زماں	حافظ امانت علی سعیدی	مکتبہ مہریہ کاظمیہ ملتان
87	جہانِ مفتی اعظم	مختلف علما	شبیر برادرز لاہور
88	تعارف امیر اہلسنت	المدینۃ العلمیہ	مکتبۃ المدینہ
89	مفتی اعظم سید ابوالبرکات	مولانا محب اللہ نوری	فقیہِ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور
90	شخصیات	علامہ ارشد القادری	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
91	تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ	مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی	کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز
92	الخیرات الحسان، مترجم	علامہ احمد بن حجر مکی متوفی ۹۷۳ھ	مکتبۃ الحقیقۃ ترکی
93	حیات استاذ العلما	علامہ غلام رسول سعیدی	دار الاسلام لاہور
94	تذکرہ اکابرِ اہلسنت	شرف ملت عبدالحکیم شرف قادری	اویسی بک سٹال گجرانوالہ

کتب متفرقہ

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
95	حدائقِ بخشش	امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	شبیر برادرز لاہور
96	رسائل حسن	مولانا حسن رضا خان	اکبر بک سیلرز

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ پ۱۴ ع ۲۲

اپنے رب کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے

خطباتِ صمدانی

الحافظ القاری مولانا محمد فاضل صمدانی ایم اے اسلامیات و عربی

خطیب جامع مسجد غوثیہ نیو گارڈن ٹاؤن فیصل آباد

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-7246006

نُزھَۃُ المُتَّقِین کے بارے میں علماء اہلسنت کے تاثرات

مولانا خضر حیات عطاری مدنی نے اِس رسالہ کا ترجمہ بنام نُزھَۃُ المُتَّقِین کر کے عوام و خواص سب کے لیے آسانی کر دی بلکہ مزید حاشیہ لگا کر اس کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے دلچسپی اور بڑھا دی۔

(حضرت علامہ مولانا ایاز احمد صاحب)

(مولانا ابوالحسن خضر حیات عطاری نے) اس کتاب رِسَالَۃُ المُسْتَرْشِدِین کا ترجمہ کر کے نُزھَۃُ المُتَّقِین کی شکل میں ملتِ اسلامیہ کو ایک ایسی سوغات پیش کی ہے جو یقیناً بے بدل ہے۔

(حضرت علامہ مولانا صدیق ہزاروی صاحب)

مولانا ابُوالحسن خضر حیات عطاری زید شرفہٗ نے اتنے بڑے امام کی کتاب کا ترجمہ کر کے اہلِ محبت پر بہت بڑا احسان کیا۔

(مفتی غلام حسن قادری صاحب)

شبیر برادرز ®
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006
Email: shabbirbrother786@gmail.com